

رَحْمَةُ اللَّهِ

www.KitaboSunnat.com

جلد دوم فاروقی

حضرت مولانا محمد زافع صاحب مدظلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔



مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)



کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل



اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔



ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔



﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔



kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار (سورۃ فتح)
محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر ظلمت میں۔

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

(حصہ دوم) (فاروق)

مہراں اندر درمیان خود شاہ ولی اللہ
رحم دل ہیں درمیان اپنے شاہ رفیع الدین

اس کتاب میں کتاب وسنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں
سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ الزہراء
اور حسین شریفین کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم
دردا بطہ جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

تالیف حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ

محمدی شریف سبیل ہونہ میں بیروت

کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور

دارالکتاب

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	رحمۃ اللہ علیہم جلد دوم فاروقی
مصنف	مولانا محمد نافع مدظلہ
ناشر	دارالکتاب 6-A، سٹریٹ نمبر 1، ایف 7/1، اسلام آباد • 62-042 3/241268
اشاعت	اکتوبر ۲۰۱۳
تعداد	۵۰۰
طابع	اشتیاق مشتاق پرنٹر
قیمت	

قانونی مشیر _____ باہتمام

مہر عطاء الرحمن، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور حافظ محمد مجیب

0300-8099774
0321-4650131

0300-4083589

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

۱۷	پیش لفظ
۲۱	— اجمالی تعارف
۲۳	— چند تہجدی امور (جو کی روشنی میں کتاب مرتب کی گئی)
۲۶	— امور بالاکلی توثیق کے لیے شیعہ کتب سے آئمہ کرام کے فرمودات
۲۸	— اہل سنت کی کتب سے حوالہ جات
۳۲	— مقاصد (مومنوں کا وصف اتحاد و اخوت)
۳۲	— قرآن مجید سے مومنوں کے اتحاد و اخوت کا ثبوت (پانچ آیات قرآنی)
۳۷	— آیات کا مفہوم اور ثمرات و نتائج
۴۰	— مذکورہ آیات کی مفہوم کلام کی طرف سے وضاحت
۴۵	— مدنائے تحریر

باب اول

۴۶	فصل اول : فاروق اعظم کے ساتھ علی المرتضیٰ کا بیعت کرنا
۵۲	— بیعت مذکورہ کی تصدیق کے لیے علی المرتضیٰ کے اپنے خلافت کے دوران بیانات
۶۲	— محدث ابن راہویہ کی روایت
۵۴	— محدث، ابی عوانہ کی روایت
۵۶	— ابالی شیخ طوسی کی روایت
	(بیعت سیدنا علی با سیدنا عمر نزد شیعہ)

- ۵۷ — مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج
- فصل دوم :- (سیدنا علی المرتضیٰ کی زبانی فاروق اعظمؓ کے فضائل و مناقب اور فاروق اعظمؓ کی زبانی علی المرتضیٰ کی تعریف و توصیہ)
- ۵۹ — عنوان اول : ۱۔ فاروق اعظمؓ رحیل مبارک ہیں۔
- ۵۹ — ب۔ آپ نجیب اُمت ہیں۔
- ۶۰ — ج۔ حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں۔
- ۶۱ — د۔ خلیل و صدیق، مجلس و باصح ہیں۔
- ۶۱ — ۴۔ انعمی الامین کا خطاب
- ۶۳ — و۔ امام ہدایت، راشد و مرشد، مسلح و مسلح ہیں۔
- ۶۴ — فوائد روایت مذکورہ۔
- ۶۴ — عنوان دوم :- (سیدنا علی المرتضیٰ کا سیدنا فاروق اعظمؓ کو تنزیہ کی تلقین کرنا اور صدیق اکبرؓ کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دینا)۔
- ۶۵ — فوائد روایت لہذا
- ۶۵ — عنوان سوم :- (مرضوی بیان کہ سیدنا فاروق اعظمؓ خوفِ خدا رکھتے والے اور حد درجہ دیانتدار تھے)۔
- ۶۶ — عنوان چہارم :- حضرت علی المرتضیٰ فاروقیؓ دور کے جملہ معاملات درست قرار دیتے تھے۔
- ۶۸ — سیرتِ مرضوی سیرتِ فاروقی کے موافق تھی
- ۶۸ — فاروق اعظمؓ رشید الامر اور صاحبِ الرائے تھے
- ۶۸ — مندرجہ بالا کے فوائد

- ایک استنبابہ کہ علی المرتضیٰ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے پس و پیش کیا۔
- ۷۳ {
- اس استنبابہ کا تاریخی جائزہ اور تحقیقی جواب۔
- ۷۳ {
- عنوان پنجم :- سیدنا علی المرتضیٰ کا بیان کہ فاروق اعظم حق و صداقت کے جذبے سے سرشار تھے۔
- ۷۷ {
- مذکورہ روایات کے فوائد و نتائج
- ۸۰ {
- عنوان ششم :- حضرت علی کا بیان کہ فاروق اعظم خلیفہ برحق اور صدیق اکبر کے بعد افضل امت ہیں
- ۸۱ {
- اس مسئلہ کے ثبوت میں ۱۲ عدد روایات
- ۸۱ {
- ایک وضاحت (عبداللہ ابن سبا اور اسکے ساتھیوں کا انجام)
- ۹۲ {
- ۱۲ عدد روایات مذکورہ کے فوائد
- ۹۲ {
- ایک اہم تنبیہ (موجودہ دور کے شیعوں کا عبداللہ ابن سبا کے وجود سے انکار
- ۹۳ {
- عنوان ہفتم :- حضرت علی کی زبانی شیخین کی دو اہم فضیلتیں:
- صدیق و فاروق سے پہلے جنت میں جاتیں گے۔
- ۹۵ {
- صدیق و فاروق پختہ عمر جنتیوں کے سردار ہیں
- ۹۶ {
- خلاصہ روایات مذکورہ
- ۹۷ {
- عنوان ہشتم :- خلافت فاروق کی حقانیت اور آپ کی فضیلت میں حضرت علی کے بیانات - کتب شیعہ سے
- ۹۷ {
- ۱۱ عدد حوالہ جات
- ۹۸ {
- مندرجہ بالا حوالہ جات کے فوائد و ثمرات
- ۱۰۲ {

- ۱۰۲ { عنوانِ نهم: حضرت عمر اور ابن عمر کی زبانی مرثیہ و مسائل و مناقب۔ اہل سنت اور شیعہ کتب سے
۱۰ عدد حوالہ جات
- ۱۰۹ — مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج

باب دوم

- ۱۱۱ { فصل اول: فاروقی دور میں شعبہ جات کی تقسیم اور قضا و افتاء حضرت
علیؑ کے سپرد کرنا۔
- ۱۱۶ — فاروقی عدالت میں مقدمات کی مراعت۔
- ۱۱۶ { — حضرت علیؑ کا اپنا مقدمہ فاروقی عدالت میں پیش
کرنے کا واقعہ
- ۱۱۶ — اسی نوعیت کا دوسرا واقعہ
- ۱۱۹ — مندرجہ بالا کے فوائد و ثمرات
- ۱۲۰ { — تشبیہ و ستیہ: علیؑ الرضیٰ کا اپنی منافقت میں فاروقی
عمل کو نشان بنانا۔
- ۱۲۱ — فوائد مندرجہ جات بالا
- ۱۲۳ فصل ثانی: مسائل شرعیہ میں مشورے اور باہمی ملتزمین و اعتماد
- ۱۲۳ — باہمی علمی گفتگو و اسلوب نبویؐ کے بارے میں تحقیق
- ۱۲۵ — فاروق اعظمؓ کے لیے علیؑ الرضیٰ کے ناصحانہ کلمات
- ۱۲۶ — صدقہ کے بارے میں باہمی مشورہ
- ۱۲۶ — خوں ریا کے بارے میں باہمی مشورہ

- مجبوز عورت کے بارے میں مشورہ - ۱۲۹
- بد فعلی کی سزا کے متعلق مشورہ - ۱۳۰
- شراب پینے کی سزا کے متعلق مشورہ - ۱۳۱
- تنبیہ شراب کی سزا حضرت علیؑ کے مشورے سے تجویز ہوتی - ۱۳۳
- فصل ہذا کے مندرجات کے فوائد - ۱۳۴
- اشتباہ (کہ فاروق اعظمؓ ہر مسئلہ میں حضرت علیؑ کے محتاج ہوتے تھے تحقیقی جائزہ اور رفع اشتباہ کہ حضرت علیؑ نے متعدد مسائل میں اپنی رائے سے رجوع کیا) - ۱۳۵
- انتباہ (فاروق اعظمؓ کے وضع کردہ قوانین مرتضوی خلافت میں رائج تھے) - ۱۳۹
- خلاصۃ المرام (مندرجات بالا کے فوائد و نتائج) - ۱۴۲
- فصل ثالث: - تنظیمی امور میں فاروق و مرتضیٰ کے باہمی مشورے - ۱۴۳
- فاروقی و طیبیہ کے متعلق مشورہ - ۱۴۳
- اسلامی تاریخ و تقویم کے متعلق مشورہ - ۱۴۵
- مفتوحہ زمین عراق کے متعلق مشورہ - ۱۴۷
- علاقہ نہاد کے متعلق مشورہ و حضرت علیؑ کی نظر میں فاروق اعظمؓ کا مقام - ۱۴۹
- مذکورہ مشاورت کی شیعہ کتب سے تائید - ۱۵۱
- مندرجہ بالا احادیث کے فوائد - ۱۵۲

- ۱۵۳ — غزوہ روم کے متعلق مشورہ (فاروق اعظم کی شخصیت)
- ۱۵۶ — مذکورہ بالا حوالہ جات کے ثمرات
- ۱۵۷ — تقسیم اموال میں حضرت علیؓ کی راستے کو ترجیح دینا
- ۱۵۹ { — بیعت سے مستقطب حمل پر بیت (حضرت علیؓ کی راستے کو قبول کرنا۔
- ۱۶۰ { — مرتضوی نیابت (فاروق اعظم کا علیؓ الرضیٰ کو اپنا نائب بناا۔
- ۱۶۵ — رفاقت کے چند واقعات
- ۱۶۵ — بے تکلفی کا واقعہ
- ۱۶۶ — تنویر مساجد پر حضرت علیؓ کا وعدہ دینا۔
- ۱۶۸ { — واقعہ 'یا ساریہ الجبل' سے حضرت علیؓ کا فاروق اعظمؓ کی عظمت بتلانا۔
- ۱۶۹ — اویس قرنی کی ملاقات کے لیے رفیقانہ سفر۔
- ۱۷۰ — اختتام فصل و مندرجاتِ بالا کے فوائد و نتائج
- ۱۷۲ { — فصل رابع :- رسیدنا علیؓ الرضیٰ کے لیے سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف سے مالی مراعات و عطیات،
- ۱۷۲ { — فاروق اعظمؓ کے دل میں خاندانِ نبوت کا احترام و ترتیب اسلام میں ہاشمی حضرات کو اولیت دینا۔
- ۱۷۹ { — صدیقی دورِ خلافت کی طرح فاروقی دور میں اموالِ خمس کے متولی حضرت علیؓ تھے۔
- ۱۸۲ — مندرجاتِ بالا کے فوائد و ثمرات

- ۱۸۳ — مضمون بالا کی تائید شیعہ کتب سے
- ۱۸۵ — شیعہ مرویات کے نتائج و ثمرات
- ۱۸۶ — تکمیل فوائد (بنو ہاشم کے حق میں فاروق اعظم کے بہترین جذبات
- ۱۸۷ — غیر شادی شدہ ہاشمیوں کی شادیوں کے انتظامات کا اظہار
- ۱۸۸ — مدائن کے مالِ غنیمت سے حضرت علی کو پیش قیمت خالیچہ دیا جانا
- ۱۸۹ — فاروق اعظم نے حضرت علی کو مقام نبیغ والا قطعہ اراضی دیا

باب سوم

- ۱۹۱ فصل اول :- خانوادہ نبوت (اہل بیت) سے عقیدت و محبت
- ۱۹۲ { — حضرت فاطمہ الزہراء کی خود استنکاری کے لیے علی المرتضیٰؑ کو آمادہ کرنے میں خاص حصہ
- ۱۹۴ { — نکاح فاطمہ میں فاروق اعظم کا گواہ بنایا جانا شیعہ و سنی کتب سے حوالہ جات -
- ۱۹۵ — فاروق اعظم کی حضرت فاطمہؑ کے ساتھ خاص عقیدت -
- ۱۹۶ — حضرت فاطمہؑ کی عبادت کے لیے جہا یا کرنا -
- ۱۹۷ { — حضرت زین العابدین کی روایت کہ حضرت صدیق و فاروقؑ جازہ فاطمہ میں شریک تھے -
- ۱۹۸ — حضرت عمر کی شادی میں حضرت علی کی شمولیت
- ۱۹۹ { — ایک اشتباہہ واقعہ احرار بیت فاطمہ کا تغیبی جائزہ اور تحقیقی جواب
- ۲۰۰ — اولاً یہ واقعہ غیر معتبر و غیر مستند کتابوں میں ہے

- ۲۰۲ { ثانیاً، جن باسند کتابوں میں مذکور ہے ان کے اسانید
مطعون ہیں۔
- ۲۰۳ { ثالثاً، یہ روایت مقطوع ہے۔ ناقل خود واقعہ کا شاہد نہیں
- ۲۰۵ { رابعاً، یہ روایت ائمہ کرام کے اپنے بیانات کی روشنی میں
مردود ہے۔
- ۲۰۵ — اس واقعہ پر خود علی الرضیٰ کا اپنا بیان۔ (شیعہ کتب سے ثبوت)
- ۲۰۶ — امام محمد باقر کا بیان (شیعہ کتب سے ثبوت)
- ۲۰۷ — یہ واقعہ نص قرآنی کے خلاف ہے
- ۲۰۸ { خامساً، بیعت علی کے واقعہ میں ایسی مناقشہ انگیز کوئی بات
مذکور نہیں
- ۲۱۰ — بحث اہل ذاکہ متعلق ابن ابی الحدید شیعہ کا بیان
- ۲۱۰ — علی السبیل التفرل جواب
- ۲۱۱ — دعوت مصالحت
- فصل دوم :- (تعلقات کے پانچ امور ذکر کیے گئے ہیں)
- ۲۱۲ { امر اول: حضرت علی کی صاحبزادی اُم کلثوم کا نکاح فاروق
اعظم کے ساتھ کتب انساب اور اہل سنت کی
کتابوں سے ثبوت
- ۲۱۸ { — رفع اشتباہ (حاشیہ) نکاح اُم کلثوم کو غلط رنگ دینے کی
ناپاک کوشش کا تحقیقی جائزہ اور جواب۔
- ۲۲۳ { — اُم کلثوم بنت علی الرضیٰ کا رتہ فاروق اعظم کے ساتھ
علماء انساب کی نظر میں (۵ حوالہ جات)

- ۲۲۸ — امرِ ثانی: — مشتمل بر چند فوائد
- ۲۲۸ — فائدہ اولیٰ: نکاحِ اُمّ کلثوم شیعوں کے اصولِ اربعہ سے ثبوت
(۹۹ روایات) ہر دور کے شیعہ علماء نے اسے تسلیم کیا ہے
(تفسیر شعیبی مرویات، ۸، عدو حوالہ جات)
- ۲۲۹ — ضروری تشبیہ (مثلاً مذکورہ پر ایک علمی بحث)
- ۲۳۰ — فائدہ ثانیہ: فاروقِ اعظم کے نکاح میں اُمّ کلثوم بنتِ فاطمہ الزہراء
میں کوئی اور اُمّ کلثوم نہیں۔
- ۲۵۲ — فائدہ ثالثہ: بحث مذکورہ کا خلاصہ
(وفاتِ زید بن عمر و اُمّ کلثومؓ — ۲۵۳)
- ۲۵۴ — خانوادہ نبوت کے ساتھ فاروقِ اعظمؓ کی رشتہ داریوں کی تفصیل
- ۲۵۵ — امرِ ثالث: حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی ہمشیرہ کے ہاں حسنین کی آمد و رفت
- ۲۵۶ — امرِ رابع: — ایک اور واقعہ۔
- ۲۵۶ — امرِ خامس: حضرت علیؓ کی حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی بیٹی کے ہاں
آمد و رفت اور جو اہر کا واقعہ
- ۲۵۸ — حاصلِ بحث مذکور۔
- ۲۶۰ — فصل سوم: (فاروقِ اعظمؓ اور حسنؓ و حسینؓ کے باہمی خوشگوار
تعلقات کے چار خاص واقعات)
- ۲۶۳ — مالی وظائف میں حسنین کے ساتھ خصوصی مراعاتِ فاروقی
- ۲۶۵ — حسنِ مجتبیٰ کی ایک کرامت
- ۲۶۶ — یزدگرد کی بیٹی حضرت حسینؓ کو دینا
- ۲۶۹ — حوالہ جات مذکورہ کا خلاصہ
- ۲۷۰ — فصل سوم کے مندرجہ جات پر اجمالی نظر

- ۲۷۲ { فصل چہارم :- فاروق اعظم کے آخری لمحات کے بارے میں
حضرت علیؑ کے بیانات -
- ۲۷۳ — فاروقی انتقال کی پیشین گوئی تعبیر خواب کی صورت میں
- ۲۷۴ { — فاروقی خلافت اور دیانتداری کے متعلق حضرت علیؑ اور ابن عباس
کی گواہی -
- ۲۷۵ — فاروق اعظم پر حملہ ہونے کے بعد حضرت علیؑ کا اظہارِ ہمدردی
- ۲۷۶ { — حضرت علیؑ کا فاروق اعظم کے لیے جنت کی بشارت دینا اور
حضرت حسن کی تائید -
- ۲۷۸ — انتخابِ خلیفہ کئیسیں میں حضرت علیؑ کو شامل کرنا -
- ۲۸۰ — شیعہ مصنفین کی طرف سے تائید
- ۲۸۱ { — آخری وقت میں حضرت علیؑ کو خصوصی وصیت کرنا اور
نماز کا اہتمام کرنا -
- ۲۸۲ { — حضرت علیؑ کی طرف سے فاروق اعظم کے حق میں قدر دانی
کے کلمات -
- ۲۸۳ — حضرت علیؑ کا فاروق اعظم کے اعمال نامے پر رشک کرنا -
- ۲۸۴ — منسبتِ فاروقی اور نکاحِ اہم کلثوم پر امام محمد باقرؑ کی گواہی
- ۲۸۵ — رشکِ اعمانہ پر حوالہ جات
- ۲۸۹ — ایک انتباہ اور روایتِ مسجدی پر مزید حوالہ جات
- ۲۹۰ — روایتِ مسجدی کی شیعہ بزرگوں کی کتب سے تائید
- ۲۹۱ — تنبیہ (شیعوں کی حیلہ گری)
- ۲۹۲ — دفنِ فاروقی میں حضرت علیؑ کا شامل ہونا -

— فوائد فصل چہارم

۲۹۳

باب چہارم

فصل اول: فاروق اعظم اور عظیم رسول حضرت عباس کے مراسم

عنوان اول: طلبِ باران میں توسل

۲۹۷

عنوان دوم: مینزاب کا واقعہ

۲۹۹

عنوان سوم: حضرت عباس کا مقام فاروق اعظم کی نظر میں۔

۳۰۱

عنوان چہارم: حضرت عمر اور حضرت عثمان کی نظروں میں حضرت عباس کا مقام۔

۳۰۳ {

عنوان پنجم:۔ فاروقی دورِ خلافت میں حضرت عباس کے مالی حقوق کی رعایت۔

۳۰۴ {

تنبیہ (مضمون بالا کے متعلق شیعہ کتب سے حوالہ جات)

۳۰۶

فصل اول کے مندرجات کے فوائد و ثمرات

۳۰۷

فصل دوم:۔ (فاروق اعظم اور عبداللہ بن عباس کے باہمی مراسم)

۳۰۹

عنوان اول: فاروقی مشوروں میں ابن عباس کی شمولیت

۳۱۰

عنوان دوم: حضرت فاروق کا ابن عباس کی عیادت کے لیے جانا

۳۱۲

عنوان سوم: حضرت عبداللہ بن عباس کی زبانی فاروق اعظم کی تعریف

۳۱۳

عنوان چہارم: فاروقی روایات پر ابن عباس کا اعتماد

۳۱۴

عنوان پنجم:۔ فاروق اعظم کی حقانیت بروایت نبی ہاشم

۳۱۵

عنوان ششم:۔ ابن عباس کا ابو بکر و عمر کے قول کو حجت شرعی قرار دینا

۳۱۵

مندرجات فصل دوم کے ثمرات و نتائج

۳۱۷

باب پنجم

۳۲۰ فصل اول: امام حسن کا بیان کہ فاروق و مرتضیٰ میں مخالفت نہ تھی

۳۲۰ — شیخین کے حق میں محمد بن الحنفیہ کا سوال اور اس کا جواب

۳۲۲ — فاروق اعظم کے عمل سے اولادِ علی کا فقہی مسائل میں استدلال

۳۲۴ { فصل دوم: حضرت زین العابدین کا بیان کہ شیخین حضور نبی مکرم سے ہمیشہ قریب ہیں۔

۳۲۵ — حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اعتراف اور طعن کرنے والوں کا رد کرنا۔

۳۲۶ { — حضرت زید بن زین العابدین کا بیان کہ سیرت فاروقی و مرتضویٰ ایک جیسی تھی۔ متعدد حوالہ جات

۳۲۹ فصل سوم: (امام محمد باقر کے بیانات فاروق اعظم کے بارے میں)

۳۲۹ { — جو شخص فضیلت ابو بکر و عمرؓ نہیں سمجھتا وہ سنت نبوی سے جاہل ہے۔

۳۳۰ — محمد باقر، ابو بکر و عمرؓ سے دوستی رکھتے تھے

۳۳۰ — جو شخص ابو بکر و عمرؓ سے بیزار ہے، محمد باقر اس سے بیزار ہیں

۳۳۳ — اراضی کے ثلث و ربع پر دینے میں آل ابو بکر و عمرؓ و علیؓ جمنوا تھے

۳۳۳ { — امام باقر کا بیان کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ نے اہل بیت کے حقوق ضائع نہیں کیے

۳۳۴ { — دونوں حضرات دوستی کے مستحق ہیں

— مغیرہ اور ثمان نے ائمہ کرام پر چھوٹ تجویز

کر کے نشر کیے۔

فصل چہارم: شیخین کے بارے میں امام جعفر صادق کے بیانات،

- ۳۳۷ — جو شیخین سے دوستی نہیں رکھتا اسے شفاعتِ نبوی نصیب نہ ہو۔
- ۳۳۷ — شیخین امام عادل تھے اور حق پر تھے (جعفر صادق کا بیان)
- ۳۳۸ { — جعفر صادق ابو بکر و عمرؓ سے دوستی رکھتے تھے۔ اور ان کی قبروں پر جا کر سلام کہتے تھے۔
- ۳۳۹ { فصل پنجم: حضرت علیؓ کے بیٹوں اور ان کی اولاد میں عمر نام (مروج رہا ہے)
- ۳۴۱ { — حضرت علیؓ کے ایک بیٹے کا نام عمر تھا (شیعہ اور سنی کتب سے سات عدد حوالہ جات)
- ۳۴۲ — سیدنا حسن مجتبیٰ کے ایک بیٹے کا نام عمر ہے (پانچ حوالہ جات)
- ۳۴۷ { — زین العابدین علی ابن الحسین کی اولاد میں عمر نام موجود ہے۔ (چھ عدد حوالہ جات)
- ۳۴۹ — الختام بالبحیر
- ۳۵۱ — مراجع کتاب (از کتب اہل سنت)
- ۳۵۶ — مراجع کتاب (از کتب شیعہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

پیش لفظ

حَامِدًا و مُصَلِّيًا و مُسَلِّمًا

خلیفہ ثانی سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہمیشہ سے معرکہ آرا رہی ہے۔ آپ کا اسلام لانا جس قدر اہل اسلام کی تقویت، اسلامی قوت کے لیے استحکام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی مساعی میں موثر ترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اسی قدر خرمین ہلال کے لیے برق جہاں سوز اور کفر و ضلالت کی کھیتی کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ ایک فرد کے دل کی دنیا کیا بدلی کہ مکہ کی پوری آبادی ایک نئے انقلاب سے روشناس ہوتی۔

سے جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم!

دیریا دل کے دل جس سے ہل جائیں طوفان

گلشن اسلام کے باغبان نے جس سدا بہار پودے کو خالق کائنات سے تزیین گلشن کی خاطر مانگ کر لیا تھا۔ اور جس کی دیکھ بھال، تربیت اور نشوونما خصوصی توجہ سے فرمائی تھی۔ وہ عمر بن الخطاب، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب خاص عنایت فرمایا۔ تعلیم آیات الہی اور حکمت سے آراستہ کیا، تزکیہ نفس سے اس کے دل کو منور کیا اور اس جوہر قابل کو ہر پہلو درخشاں فرمایا تھا۔ خلیفہ رسول مقبول علیہ افضل التحیات و التسلیمات صدیق اکبر نے اپنی وفات کے وقت قوم کی باگ ڈور انہی کے سپرد کر دی۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضور رزقہ للعالمین کے لگاتے ہوئے گلزار کو حضرت فاروق نے عمیر العقول توسیع دی تزیین و ترتیب سے رشک جنت بنایا۔ امن و آشتی

کے لحاظ سے بہشت کا نمونہ پیش کر دیا۔ حُسنِ انتظام سے پوری دنیا سے اسلام کو ایک نغمہ شمال گھرانے کی صورت عطا کی۔ اسلامی سلطنت کو قوت و استحکام میں ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا ڈالا۔

دنیا کی عظیم سلطنتوں (ایران و روم) کی مادی طاقتوں اور یہودیت و نصرانیت، بت پرستی اور ستارہ پرستی کی مذہبی قوتوں کو فاروقِ اعظم کی پُر جلال شخصیت کے ہاتھوں وہ غرب لگی کہ مدتوں سر نہ اٹھا سکے۔ مسلمانوں کے مثالی اتحاد، اخوت اور باہمی تعاون کے باعث اس بنیانِ مخصوص میں یہ باطل قوتیں زہن نہ ڈال سکیں۔ اپنی عبرتناک شکستوں کا بدلہ لینے میں مکمل طور پر ناکام ہو گئیں اور مدافعت کی ہر کوشش سے کلیتہً مایوس ہو گئیں تو فاروقِ اعظم کی وفات کے بعد سازشی لوگوں نے اپنی ناکامیوں کا بدلہ چکانے کے لیے جھوٹے پروپگنڈے کا سہارا لیا۔ اور سازشوں کا جال بنا شروع کر دیا۔

چونکہ عرب و عجم کی باطل قوتوں نے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر بن الخطاب کے ہاتھوں زک اٹھائی تھی اس لیے ان کی زہر چکانیوں کا سارا زور انہی دونوں باطل شکن شخصیتوں کے خلاف ہوا۔ لیکن ان کے سیرت و کردار، بے دلی سیاست، حکومت کے حُسنِ انتظامات، مثالی عدل و انصاف، اور زہد و اتقا، پر توجہ نہیں لاسکتے تھے کہ ان کا جھوٹ کھلتا تھا۔ کسی پہلو بھی انگلی نہیں رکھ سکتے تھے۔ تو شیطان نے انہیں نئی چال سکھلائی کہ حُبتِ اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جنین کریمین اور ان کی اولاد کی محرومیوں اور مظلومیتوں کی فرضی داستانیں گھر گھر کو نشر کرنے لگے۔ اور غلط مفروضے بنا بنا کر انہیں الگ فرقی ثابت کرنے کی ناپاک کوششیں کرنے لگے۔ اس تمام جدوجہد سے ان کا مقصد اسلام کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر کے اسلامی غلبہ و قوت کو کمزور کرنا تھا۔ لیکن حضور رحمۃ اللعالمین، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جان نثار رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (آپس میں مہربان)، اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ كَالشَّمَالِ

نمونہ تھے۔ وہ اپنی مخلصانہ اور بے غرضانہ محبت و مودت میں رخنہ اندازی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے جس طرح صدیقی و فاروقی دورِ خلافت میں انتظامی معاملات، مشوروں اور عملی تعاون سے تہِ اخوت و مودت ادا کیا تھا۔ اسی طرح اپنے دورِ خلافت میں عام خطابات، پرائیویٹ مجلسوں اور کھلی گفتگوؤں میں شیخین کے حق میں کلماتِ خیر فرماتے۔ اور خلا پر دوپگنڈا کرنے والوں کو سزائیں دیں۔ انہیں جلا وطن کیا اور بڑی وضاحت کے ساتھ ایسے لوگوں سے اپنی براءت ظاہر کی۔

یہ کتاب اسی زہر کا تریاق ہے۔ اسی پروپگنڈے کی قلعی کھولنے کی کوشش ہے۔ اسلام کے بھرتے ہوئے شیرازہ کی شیرازہ بندی کی سعی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَرَحْمَةً بَيْنَهُمْ“ کی تفسیر و تشریح اور توثیق ہے۔

کتاب ”رحماء بینہم“ کے حصہ فاروقی میں حضرت علیؑ اور حسینؑ شریفینؑ اور عم رسولؑ حضرت عباسؑ، ابن عباسؑ اور فاروقِ اعظمؑ کے مابین روابط و تعلقات، باہمی حسن تعاون، آپس کی قدر دانی اور ہر دو خانوادوں کی آپس کی رشتہ داریاں، شفقت و پیار اور ادبِ اہرام کے تاریخی واقعات و حقائق اور فرامین و بیانات کو بہت سی کتب سے جمع کیا گیا ہے۔ اس بات کا التزام پیش نظر رکھا گیا ہے کہ ہر دو خانوادوں کے مراسم و تعلقات کا کوئی پہلو تشنہ تکمیل نہ رہ جائے۔ اور اس کے ثبوت میں ہر دور کی قدیم و جدید کتب سے استفادہ کیا جاتے۔ واقعات کی توثیق و تائید کے لیے صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والے گروہ کی مشہور و مستند کتب سے حوالے عوام کے سامنے لاتے گئے ہیں۔ کہ حقیقت عیاں ہونے پر ان کی صحابہ و دشمنی کی بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں۔

مزید برآں بعض اُن الزامات کے تحقیقی جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو فاروقِ اعظمؑ کے بے داغ دامن پر تھوپنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے انشاء اللہ العزیز ہر منصف مزاج اور متلاشیِ حق و صداقت

فرد کے دل کو تسکین ہوگی اور شکوک و شبہات کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے۔
اللہ تعالیٰ مُصَنَّفِ کتاب کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشے اور قارئین کرام کو اپنے اسلاف
صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے اور باہمی حُسنِ تعلق و حُسنِ معاشرت کی توفیق عنایت
فرمائے۔

(منجانب : ناشرین)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ هُوَ رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ سَيِّدِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْآخِرِينَ
إِمَامِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَ
عَلَى بَنَاتِهِ الْأَمْرَبَةِ الطَّلَهَاتِ زَيْنَبُ وَمَرْثِيَّةٌ وَأُمَّ
كَلْبُومُ وَفَاطِمَةُ وَعَلَى إِبْنِهِ الطَّيِّبِينَ وَأَصْحَابِهِ الْمُرَكَّبِينَ
الْمُنْتَضِبِينَ الَّذِينَ هُمُ لِأَخْوَانِهِمْ أَقْبَاءٌ وَعَلَى رُفَقَائِهِمْ
أَذْيَاءٌ وَعَلَى أَعْدَائِهِمْ أَشْدَاءٌ وَفِي سَائِرِ رَحْمَتِهِمْ
وَعَلَى سَائِرِ أَتْبَاعِهِمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَعَلَى جَمِيعِ
عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ بِرِضْوَانِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ -

امّا بعد، بندہ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ من اذنا عبد الغفور بن مولانا عبد الرحمن ساکن قریہ
محمدی متصل جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ۔ پنجاب (پاکستان) عرض گزار ہے کہ کتاب محمدی
کے حصہ صدیقی کے بعد دوسری جلد حصہ فاروقی شروع کیا جاتا ہے مضامین کے اعتبار سے
کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جو سترہ فصلوں پر مشتمل ہوں گے۔

اس سے پہلے چند تہیدی امور اور مقاصد درج کیے گئے ہیں۔ یہ تہیدی امور اور
مقاصد اگرچہ کتاب کے حصہ اول (صدیقی) میں لکھے جا چکے ہیں تاہم اس حصہ میں نہیں
دہرانے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی ہے کہ ممکن ہے بعض احباب کی نظر سے صدیقی
حصہ نہ گزرا ہو۔ تو وہ بھی ان سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں۔

قارئین کرام ذہن نشین فرمائیں کہ کتاب کی تدوین و اشاعت سے ہماری غرض نہ تو

منظرہ بازی ہے نہ بحث و تکرار۔ اور نہ ہمیں کسی جوابی کارروائی کا انتظار ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید کے فرمان ”رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ“ کی تائید و وضاحت میں چند تاریخی حقائق جمع کیے ہیں۔ اس حصہ فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰؑ اور آپ کی اولاد شریف نیز حضور نبی کریم صلعم کے پیارے چچا حضرت عباسؑ اور ابن عباسؑ اور فاروق اعظمؓ کے درمیان باہمی اعتماد، حسن تعلقات، ایک دوسرے کے ساتھ بہترین سلوک اور دلی اُلفت و مروت کو واضح کیا گیا ہے۔

اس حقیر سی کوشش سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ خدا تے رُوف و رحیم ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سلف صالحین کے ارفع و اعلیٰ مقام کی سمجھ عنایت فرمائے اور باہم اُفت و محبت، اتحاد و ہم آہنگی اور اتفاق و یگانگت کی ہدایت فرمائے۔

کتاب مطالعہ کے لیے پیش کی جاتی ہے۔ اگر تعصب و عناد کو دل سے نکال کر انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا جائے گا تو یقین ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ بہت نفع ہرگا اور نذکر حضرت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق ہر قسم کے شبہات خود بخود دُور ہو جائیں گے۔

چند تمہیدی امور

(۱)۔ کتاب ”رحمۃ بنیم“ میں جن مضامین کو ہم درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان میں ہمارا رُوتے سخن اپنے احباب اہل السنۃ والجماعت کی طرف سے۔ اور اپنے کم علم اور ناواقف دوستوں کو بھی سمجھانا مقصود ہے۔ اہل علم حضرات تو ان مضامین سے پہلے ہی واقف ہیں۔

دوسری جماعتوں کے دوست بڑے شوق سے بشرط انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اور واقعہ کے مطابق جو چیز نظر آئے اس پر پوری طرح غور و فکر کر کے قبول فرمائیں۔ حوالہ جات پیش کرنے میں مقصد و بھروسہ دیا تدارکی سے کام لیا گیا ہے اپنی ذہانت میں درست چیزیں پیش کرنے کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ انسان خطا کار ہے۔ اگر نادانستہ کوئی چیز غلط طریقہ سے پیش ہو گئی ہو تو مالک کریم معاف فرماتے۔ اور ناظرین کرام مجھے میری غلطی سے مطلع فرمائیں تو میں ممنون اسان ہوں گا۔

بعض بعض مقامات پر شیعہ کتب سے بھی حوالہ جات دلائل و الزامات ساتھ درج کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فریقوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا مزید موقع مل سکے۔

(۲)۔ کتاب ہذا میں چند علمی مباحث بھی آگئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے کئی مفاسد اور مطاعن دفع ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ترک کر دینا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے یہ تجویز کر دی گئی ہے کہ رسالہ ہذا کے ضروری مقامات میں کہیں ”رفع اشتباہ“ اور حواشی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

اور کہیں اہل علم کے لیے مستقل فصل تجویز کر دیے ہیں۔ جو حضرات علمی چیز کو ملاحظہ فرمانا پسند کریں تو وہ ان مقامات کی طرف رجوع کر لیں۔

(۳) کتاب ”رَحْمَاءُ بَيْنِيهِمْ“ میں جو مضمون مرتب کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کو قبل ازیں علماء سلف نے بھی مدقن کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف تدوین کی ہیں۔ مثلاً:

(۱) حافظ دارقطنی دمتونی ۳۷۵ھ نے ”ثناء الصحابة على القرابة وثناء القرابة على الصحابة“ کے نام سے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی۔

(۲) ابو سعید اسماعیل بن علی بن الحسن السمان دمتونی ۳۷۵ھ نے کتاب

”الموافقة بين اهل البيت والصحابة“ بھی اسی مقصد کے لیے تحریر کی۔

(۳) علامہ ابوالقاسم محمود بن عمرو جبار اللہ زرخشری دمتونی ۳۷۸ھ نے

کتاب ”الموافقة بين اهل البيت والصحابة“ اسی مطلب کے لیے تصنیف کی۔

لیکن قدرت کی طرف سے اتفاق ایسا ہوا ہے کہ اب یہ تصانیف اس

ملک میں ناپید و نایاب ہیں۔ بلکہ مغفود و انجیر ہیں۔ تلاش و جستجو کے باوجود مجھے اس

ملک میں تاحال کہیں ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ آخری تصنیف زرخشری کا

”أروء میں خلاصہ“ ہندوستان سے ۳۷۲ھ میں شائع ہوا جس کے ساتھ عربی

متن نہیں۔ اور کسی کتاب کے حوالہ کی تخریج بھی درج نہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے

کہ یہ زرخشری کی تصنیف ”کتاب الموافقة“ کا ترجمہ ہے۔ مگر ہم نے اس پر اعتماد

نہیں کیا۔ اپنا ارادہ یہ تھا کہ علماء سلف کی ان تصانیف پر بنا کی جلتے لیکن ان کے

دستیاب نہ ہونے کے باعث تعلقات و روابط کے مضامین کو دیگر کتب متداولہ

سے مدقن کرنے کا قصد کر لیا۔ اور ابواب کی ترتیب و تدوین بھی اپنی صوابدید کے

موافق تجویز کی۔ مولیٰ کریم منظور فرمائے۔ اور جبار سے لیے آخرت میں کامیابی کا

سامان اور مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا زبّ العلیین۔

اپنی ناقص تلاش کے موافق "تعلقات اور روابط" کے یہ چند واقعات فرہم کیے ہیں جو پیش خدمت ہیں۔ ورنہ ان مضامینِ عالیہ کا استیعاب و استقصاء کون کر سکتا ہے؟ ان کی حیثیت "مثتے نمونہ از خردارے" کی ہے۔

(۴) — تعلقات کے ان مضامین کی حقانیت و صداقت پر ہمارا اصل استدلال تو قرآن مجید سے ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور واضح کلمات الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کرام میں رحمان و رحیم نے اپنی شانِ رحمت کا ظہور بطریقِ اتم فرمایا ہے۔ "یہ سب آپس میں رحم دل ہیں۔" اور ان کے دلوں میں "شفقت و اُلفت پیدا کر دی گئی ہے۔ ان کے درمیان اخوتِ دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔

باقی روایات و تاریخی واقعات جو کچھ بھی ہم اس باب میں ذکر کریں گے وہ سب نصِ قرآنی کی تصدیق و تائید کے طور پر مندرج ہوگا۔ اس کو مستقل دلیل کی حیثیت حاصل نہ ہوگی۔ اس چیز کو ہمارے ناظرین کرام اچھی طرح ذہن نشین فرمائیں۔ یہ اصولِ موضوعہ میں سے ہے۔

(۵) — جب ہمارے دعوے کی اصل دلیل نصوںِ قرآنی اور آیاتِ فرمائی ہیں تو یہاں مقامِ استدلال میں وہی روایات قابلِ تسلیم اور لائقِ قبول ہونگی۔ جو نصِ قرآنی اور سنتِ مشہورہ کے مطابق ہوں۔ اور جن میں صحابہ کرام کی باہمی شفقت و اُلفت کے واقعات درج ہوں۔ اور جن میں محبت و یگانگت اور دوستی اور راستی کے حالات مذکور ہوں۔

جن روایات میں اس کے برعکس ان بزرگوں کے درمیان مناقشات و مشاجرات اور رنجیدگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں وہ تمام تردید سے یہاں معارضہ

کے مقام میں کام نہ دے سکیں گے اور ان کے ساتھ معارضہ پیش کرنا درست بھی نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ فریقین راہِ سنت و اہل تشیع کے ہاں اپنی جگہ یہ قاعدہ مُسَلَّم الطرفین ہے کہ جو روایت نصِ قرآنی اور سنتِ مشہورہِ مسلمہ کے خلاف مروی ہو اور کوئی تاویل یا تطبیق نہ ہو سکتی ہو تو وہ قابلِ رد ہوتی ہے، لاقی تسلیم نہیں ہوتی۔ چند حوالہ جات اس قاعدہ کے متعلق ہر دو فریق کی تعداد و اہم کتب سے ملاحظہ ہوں:

شیعی کتب سے ائمہ کرام کے فرامین

(۱)۔ جناب محمد باقر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجة الوداع والاخطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں:-

« فَإِذَا آتَاكُمْ الْحَدِيثُ فَأَعْرِضُوا عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
وَسُنَّتِي فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي فَخُذُوا وَمَا خَالَفَ
كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي فَلَا تَأْخُذُوا »

(احتجاج طبرسی، ص ۲۲۹۔ احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی

علیہما السلام فی انواع ثنی)

» حاصل یہ ہے کہ سیدنا محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے

فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔

(۲)۔ مغیرہ بن سعید بڑا مکار آدمی تھا وہ امام باقر کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ مغیرہ بن سعید کی اس تدلیس اور جعل سازی کا ذکر

کرتے ہوئے لوگوں کو بطور نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں:

..... فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْكُمَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا
وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ جو چیز کتاب اللہ اور سنت نبی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔
درجال کشی، تذکرہ میغرہ بن سعید ص ۲۶ طبع بمبئی قدیم
ص ۱۹۵، طبع جدید بہران

شیخی کتب میں سے فرامین ائمہ کرام کے متعدد دحوالجات ہم نے اپنی کتاب
(حدیث ثقلین طبع اول ص ۲۵۵) سے صلا ۲۶ تک مفصل درج کیے ہیں۔ یہاں
ان میں سے صرف دو دحوالجات درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۳) — فرید براں یہی قاعدہ کتاب امالی شیخ صدوق ص ۲۲۱ طبع قدیم ایرانی مجلس
النامن والشمسوں میں بھی جعفر صادق و محمد باقر کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ سے
منقول ہے :-

«فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَخُذُوهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ
فَدَعُوهُ»

یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جاتے اس کو قبول کرو اور
جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔

(۴) — اور امالی شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی کی جلد اول جزء التاسع کی دوہری
روایت جو امام محمد باقر سے منقول ہے۔ اس میں بھی ان الفاظ کے ساتھ یہی قاعدہ
نمذکور ہے:

«وَأَنْظُرُوا أَمْرَنَا وَمَا جَاءَكُمْ عَنَّا فَإِنْ وَجَدْتُمْ سَوْءًا فَلْيَقْرَبُوا»

مُؤَافِقًا فَحَدُّوْهُ بِهٖ وَاِنْ كُمْ تَجِدُوْهُ مُؤَافِقًا مُؤَدِّعًا۔
 یعنی ہماری جو چیز تمہارے سامنے آتے وہ اگر قرآن مجید کے موافق
 پائی جائے تو اس کو افذ کرو۔ اگر قرآن کے موافق نہیں ہے تو اس کو
 رد کرو۔“

(امالی شیخ طوسی ص ۲۲۷، جلد اول، طبع عراق نجف اشرف)

اپنی کتب میں سے چند حوالہ جات

جیسا کہ شیعہ بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ نص قرآنی یا سنت مشہورہ کے
 خلاف جو روایت پائی جلتے وہ لائق التفات نہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہی
 اصول جاری ہے:

(۱) — چنانچہ اصول فقہی مشہور و معتبر کتاب اصول السرخسی (مصنفہ شمس لائٹ
 السرخسی) کے بیان وجوہ الانقطاع میں مذکور ہے کہ:

وَذٰلِكَ تَمْضِيْضٌ عَلٰى اَنْ كُلَّ حَدِيْثٍ هُوَ مُخٰرِفٌ لِّكِتٰبِ
 اللّٰهِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْتُمُوْا لِحَادِيْثٍ لَّكُمْ
 بَعْدِيْ فَاِذَا دُعِيَ لَكُمْ الْحَدِيْثُ فَاَعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ تَعَالٰى
 فَمَا وَافَقَهُ فَاَقْبَلُوْهُ وَاَعْلَمُوْا اِنَّهٗ سِيْتِيْ وَمَا خَالَفَهُ فَرُدُّوْهُ
 وَاَعْلَمُوْا اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْهٗ“

د اصول السرخسی، ص ۳۶۵، جلد اول مطبوعہ

حیدرآباد دکن، فصل فی بیان وجوہ الانقطاع)

”حاصل یہ ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف پائی جائے و

قابل رد ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس

بیشتر روایات پہنچیں گی جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرنا۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اسے قبول کر لینا یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہو گا۔ اور جو کتاب اللہ کے معارض و مخالف پائی جائے اس کو رد کر دینا۔ یقین کر دو میں اس سے بری ہوں۔

(۲) — نیز اسی طرح اصول فقہ کی درسی کتاب ”توضیح ترمذی“ بحث سنت فصل فی الانقطاع میں مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

”فَدَلَّ هَذَا الْحَدِيثُ عَلَى أَنَّ كُلَّ حَدِيثٍ يَخَالَفُ كِتَابَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِحَدِيثِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنَّمَا هُوَ مُفْتَوًى۔“
یعنی اس حدیث نے بتلادیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے وہ رسول اللہ علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے۔ وہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔

(۳) — خلیب بغدادی نے کتاب الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَأْتِي عَنِّي أَحَادِيثٌ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مَوْافِقًا لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَوَسَّيْتِي فَهُوَ مِنِّي وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالَفًا لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَسَّيْتِي فَكَيْسٌ مِنِّي“

”یعنی ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات غمخیز تمہارے پاس پہنچیں گی جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے

معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہونگی۔
 — جانبین کی ان تصریحات و توضیحات کے بعد واضح ہو گیا کہ روایات کی کتابوں
 میں، تواریخ میں یا فضائل و مناقب کی کتب میں کتاب و سنت کے برخلاف جو کچھ مواد
 پایا جاتے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔

یہ قیمتی قواعد طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان پر عمل درآمد سے ہی دین و ایمان
 کی حفاظت اور بچکداشت ہو سکتی ہے۔ اور ملی اتفاق و قومی اتحاد کا ہر دور میں تقاضا
 بھی یہی رہا ہے کہ عملی زندگی میں ان اصول و قواعد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے تاکہ
 قوم باہمی انتشار و افتراق کے مرض سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

— ان تہدات کے آخر میں وہ قاعدہ بیان کر دینا بھی موزوں ہے جو علمائے
 حدیث کے ہاں روایات کے باب میں جاری و ساری ہے جسے فاضل ذہبی نے تذکرۃ
 الحفاظ جلد اول، ص ۱۲، تذکرہ سیدنا علیؑ میں درج کیا ہے۔ پہلے حضرت علیؑ کا فرمان
 درج کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے۔

«عَنْ أَبِي طَمِيلٍ مِّنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ حَدَّثَنَا النَّاسُ بِمَا يَعْرِفُونَ
 وَدَعَوْا مَا يَنْكُرُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟
 رَقَالَ الذَّهَبِيُّ، فَقَدْ زَجَرَ الْإِمَامُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ رِوَايَةِ
 الْمُنْكَرِ وَحَثَّ عَلَيَّ التَّحَدِيثِ بِالْمَشْهُورِ وَهَذَا أَصْلُ كَيْسِرٍ»

۱۔ قولہ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اہل علم کے فائدہ کے لیے لکھا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کا یہ قول
 کنز العمال، ج ۵، ص ۲۴۲، کتاب العلم من قسم الافعال آداب العلم متفرقہ طبع اول،
 میں بھی مذکور ہے۔ اور بخاری شریف جلد اول، ص ۲۴، باب من نحق بالعلم قومًا
 دون قوم، میں بھی درج ہے۔ مگر محمل طور پر ہے۔ (منہ)

فِي الْكَلِمَاتِ عَنْ بَيْتِ الْأَشْيَاءِ الْوَاهِيَةِ وَالْمُسْكِرَةِ مِنَ الْأَحَادِيثِ
فِي الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِنِ“

(۱) تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، ص ۱۲ للذہبی، مطبوعہ حیدرآباد دکن تذکرہ حضرت علیؑ
(۲) کنز العمال ص ۴۲۲ ج ۵ طبع اول کتاب العلم ادب العلم متفرقہ)

یعنی حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے کہ معروف و مشہور چیزیں بیان
کیا کرو اور منکر یعنی معروف و مشہور کے خلاف باتیں عوام میں ذکر نہ
کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی
جالتے بہ فاضل ذہبی اس مرتضوی قول کی روشنی میں سمجھتے ہیں کہ
ہمارے امام و مقتدی علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے
بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف چیزوں کے
بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سرو پا بے اصل روایات
کے پھیلانے اور تشریح کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ
بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا
فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں سب کی خاطر یہ
قانون ضروری اور لازمی ہے“

مقاصد

تمہیدات کے بعد اب مقاصد شروع کیے جاتے ہیں۔ (بِعِزَّةِ تَعَالَى) اللہ جل و علا شانہ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمانداروں کی صفاتِ جمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں انوخت و برادری قائم ہے۔ ان میں غمخواری و محبت کا رشتہ موجود ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی و الفت پیدا کر دی گئی ہے۔ باہمی دلایت و دوستی جیسے خصائل سے متصف ہیں۔ آپس میں رحمہلی اور مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ سے پائی جاتی ہے۔ رافت و شفقت کے زیور سے آراستہ ہیں خویشاوندی و یگانگت کے لباس سے مزین ہیں۔ غمخواری و غمگساری کے نحوگر ہیں۔ پاسداری اور پاسِ خاطر کے عادی ہیں۔ خیر خواہی اور بھرداری ان کا وطیرہ ہے۔ حق شناسی و قدر دانی ان کا شعار ہے۔ خوشروئی اور خوشحالی ان کا کام ہے۔ چنانچہ اس چیز پر ذیل کی آیات دلالت کرتی ہیں۔

آیۃ اول

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا
اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (سورۃ حجرات، پارہ ۲۶)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ: بھڑا میں نیت کہ مسلمانان برادران یکدیگر مانند
پس صلح کنید میان دو برادر بر خویش و برتر سید از خدا۔ تا بر شمار رحم کردہ
شود۔ ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی: سوا اس کے نہیں کہ
مسلمان بھاتی ہیں پس اصلاح کرو در میان دو بھائیوں اپنے کے۔ اور ڈرو

اللہ سے تو کہ تم رحم کیسے جاؤ۔“

آیہ دوم

«وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا - كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ»

(پارہ چہارم پاؤ اول)

ترجمہ فارسی از حضرت شاہ ولی اللہ: وچنگ ز نید برسین خدا دین خدا (جمع آمدہ و پراگندہ مشوید۔ یاد کنید نعمت خدا را کہ بر شما است۔ چوں بودید دشمن یکدیگر و بودید برکنارہ مفاکہ از آتش پس رہانید شمارا انداز۔ بچنین بسیار مے کند نشان ہائے خود را تا باشد کہ راہ یابید (یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ جمعے معتزلے باشند و جمعے شیعہ و علیٰ ہذا القیاس) ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین: اور محکم یکٹو ساتھ رستی اللہ کے اکٹھے۔ اور مت منفق ہو۔ اور یاد کر و نعمت اللہ کی اوپر تمہارے جس وقت تھے تم دشمن پس الفت ڈالی در میان دلوں تمہارے کے۔ پس ہو گئے تم ساتھ نعمت اس کی کے بھاتی اور تھے تم اوپر کنارے گڑھے کے آگ سے پس چھڑا دیا تم کو اس سے۔ اس طرح بیان کرنا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اپنی تو کہ تم راہ پاؤ۔

شاہ عبد القادر موضح القرآن کے فوائد میں فرماتے ہیں
حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس میں اتفاق کو غنیمت

سمجھو۔ اور یہودی کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ (منہ)

آیٹا سوم

«هُوَ الَّذِي آتَىٰكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَاللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَكْبَرُ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ»

(پارہ دہم پاؤ اول)

فارسی ترجمہ از حضرت شاہ ولی اللہ: ہونست آنکہ قوت داد ترا باری دادن خود و مسلمانان و ہونست آنکہ الفت داد میان دلہائے ایشان۔ اگر خرچ میکروی آنچه در زمین است ہمہ یکجا الفت نمیدادی میان دلہائے ایشان ولیکن خدا الفت افگند میان ایشان۔ ہر آئینہ و سے غالب با حکمت است۔

اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدین: وہی ہے جس نے قوت دی تجھ کو ساتھ ملے اپنی کے اور ساتھ مسلمانوں کے اور الفت ڈالی در میان دلوں ان کے کے۔ اگر خرچ کرتا تو جو کچھ زمین میں ہے سب، نہ الفت ڈالتا در میان دلوں ان کے کے، ولیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈالی در میان ان کے تحقیق وہ غالب ہے حکمت والا۔

شاہ عبدالقادر نے موضع القرآن کے نوآئد میں یہاں لکھا ہے کہ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے پھر حضرت کے سبب سب منتفق اور دوست ہو گئے

(منہ)

آیت چہارم

«إِنَّ الَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ»

پارہ دہم، پاؤ اول کا آخر

فارسی ترجمہ از شاہ ولی اللہ: بہر آئینہ آنا کہ ایمان آورند و ہجرت کردند
و جہاد نمودند بمال خود و جان خود و در راہ خدا و آنا کہ جلتے دادند و نصرت
کردند ایں جماعت بعض ایشان کارسازان بعض اند»

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین: ”تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وطن
چھوڑا اور جہاد کیا ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ
کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی بعضے ان کے دوست بعض کے ہیں
اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں“

آیت پنجم

«مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
مُحَمَّدًا بَيْنَهُمْ تَدَا هُمْ كَعَابِئًا يُتَّقُونَ فَصَلَا مِنْ
اللَّهِ رَحِمُوا نَابِيًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أُنْزَالِ السُّجُودِ
ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْبَةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْإِغْيَابِ كَذَرِّ
الشَّرَاةِ قَارِبَةٍ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ
لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ - وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

پارہ ۲۶ - سورۃ فتح کا آخری رکوع

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ: ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر است۔ و آنا کہ ہمراہ او بیند سخت اندر کافراں، مہربانند در میانِ خود، مے بینی ایشان را رکوع کنندہ و سجدہ نمایندہ مے طلبند فضل را از خدا و خوشنودی را نشان صلاح ایشان در روتے ایشان است از اثر سجود۔ آنچه مذکور مے شود در استان ایشان است در تورات و داستان ایشان است در انجیل۔ ایشان مانند زراعت ہستند کہ بر آرد گیاه سبز خود را پس قوی کرد آن را۔ پس سطر شد۔ پس بایستاد بر سا قبلتے خود بجا گفت مے آرد زراعت کنندگان را در عاقبت حال غلبہ اسلام آنت، کہ بخشم آرد خدا تعالیٰ بہ سبب دیدن ایشان کافراں را وعدہ دادہ است خدا آناں را کہ ایمان آرد و نمود کار ہستے شاکتہ کردند انہیں امت آمرزش و مزد بزرگ۔

(فتح الرحمن)

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین: ”محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور جو لوگ ساتھ اس کے ہیں سخت ہیں اور پر کفار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے۔ دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی۔ نشانی ان کی بیچ تو نہیں ان کے کہ ہے اثر سجدے کے سے۔ یہ صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی نکالے سوتی اپنی۔ پس قوی کرے اس کو، پس موٹی ہو جاویں پس کھڑی ہو جاویں اور پر جڑ اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو، تو کہ غصہ میں لاوے بہ سبب ان مسلمانوں کے کافروں کو۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو کہ ایمان لاتے اور کام کیے اچھے، ان میں سے بخشش اور بڑا ثواب۔

شاہ عبدالقادر فواد موضع القرآن میں فرماتے ہیں کہ جو تندی اور نرمی اپنی خود ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آتے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔ ان کا بابا یعنی تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے چہرے پر ان کے نور ہے۔ حضرت کے اصحاب پہچانے پڑتے چہرے کے نور سے اور کھیتی کی کہاوت یہ کہ اول ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوتے پھر توت بڑھتی گئی حضرت کے وقت اور خلیفوں کے وقت۔ اور یہ کہ وعدہ دیا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور بھلے کام کرتے ہیں۔ حضرت کے اصحاب سب ایسے ہی تھے۔ مگر خاتمے کا اندیشہ رکھا۔ حق تعالیٰ بندوں کو ایسی خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں۔ مالک سے اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے۔“

(۱)

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں صرف ان نچوگانہ آیات کو یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمان داروں میں اخوت و برادری کا تعلق ہمیشہ سے قائم ہے اور اس رشتہ خویشی میں دو انا اصلاح رہتی چاہیے۔ یہ رشتہ الہی کی وجہ سے ہو تا کہ رحمت خداوندی شامل حال رہے۔

(۲)

ایمان والوں کو اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامنی چاہیے اور اس احسان خداوندی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالک کریم نے اُلفت میں بدل دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرمادی ہے۔ اب سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔ رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گرہا ہوتا ہے۔ ارحم الراحمین نے اس سے بچالیا۔

(۳)

عام مومنوں کے بارے میں یہ عنوان چل رہا تھا۔ اب ذرا اس دائرے کو خاص کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے اور احسان جنایا جاتا ہے کہ اسے پیغمبر مجسم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید و نصرت کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ الفت اور رافت و شفقت پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ مالک کریم نے اپنے غلبہ قدرت اور حکمت بالغہ کے ذریعہ یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

(۴)

اس کے بعد مزید تخصیص فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ مومن جو مہاجرین، مجاہدین سبیل اللہ ہیں، اپنی جان و مال راہِ خدا میں لگا دینے والے ہیں۔ اور یہ مومن جو مہاجرین کو ٹھکانا دینے والے ہیں اور ان ہجرت کرنے والوں کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے دستِ مبارک، کارساز اور رفیقِ زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالات و مسادات اور غمخواری کی شہادت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحاً بیان فرمادی ہے

(۵)

بعد ازاں آیتِ چہم میں اس مضمون کو اور تفصیل کے ساتھ مالک کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسليم کی معیت میں رہنے والے مندرجہ حضرات پاکباز و مقدس لوگوں کی جماعت ہے۔

(۱) خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں۔ ان سے دینے والے نہیں ہیں

(۲) باہم مہربان اور نرم دل ہیں۔ ایک دوسرے سے کینہ رکھنے والے نہیں ہیں۔

(۳) عبادتِ خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض اور شہرت کے لیے نہیں لگے

صرف رضائے الہی اور خوشنودی حق ان کا مقصود و مطلوب ہے۔

ان کی پہلی دو صفات اپنے اور پرانے کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے یعنی بڑے پرہیزگار اور باخدا لوگ ہیں۔ گویا صحابہ کرام کو بڑی باتوں سے متہم کرنا بڑی بد باطنی کی دلیل ہے اور آیت قرآنی کی تکذیب ہے۔

(۴) چوتھی صفت (سینماٹھم... الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوار چہروں پر نمایاں ہیں۔ شب خیز اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ ریاکاروں اور بد باطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفات کاملہ صرف قرآن مجید میں ہی مذکور نہیں ہوتیں بلکہ ان کی یہ صفات ساتھ آسمانی کتب تورات و انجیل میں بھی درج چلی آتی ہیں۔ پھر بطور تمثیل بیان فرمایا کہ دین اسلام کی ترقی اور اہل دین کا غلبہ اور ارتقاء تدریج ہوگا اور ضرور ہوگا پھر یہ تدریجی ترقی منتہائے کمال تک پہنچے بغیر نہ رہ سکے گی۔ اور اسلام کا ارتقائی دور وقت کے اعتبار سے متصل بالزمانا ہوگا اس میں انفصال و انقطاع پیش نہ آئے گا یہاں پیش کردہ مثال اور مثال لڑکی منقشت و موافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہو رہے ہیں۔ (دفاعہم)

آیۃ بذا کے آخری حصہ (وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا... الخ) میں اس عبادت کے حسن نال اور نیک انجام کا ذکر ہے۔ اس طرح کہ پہلے اس دنیا میں ترقی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اخروی انعامات اور آخرت کی کامیابی کو بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مومنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو بھی جائے گی تو مغفرت کر دی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا۔ گناہ معاف ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا جماعت صحابہ کرام کے حالات کا انبالی نقشہ

آیت ہذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے استکمالِ ایمان کا بیان ہے پھر ان کی کمالِ عبادت کا ذکر ہے۔ پھر ان کی اخلاصِ نیت بتائی گئی ہے۔ پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ان کی خیرِ انجامی اور حسنِ عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کر دیا ہے۔ (مخلص از تفاسیر متعدده)

(۱)

مفسرین اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

« هَذِهِ صِفَةُ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمْ شَدِيدًا عَنِيفًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيمًا بَرًّا بِالْأَحْيَاءِ رِعْضُوبًا عَيْسُوسًا فِي وَجْهِ الْكَافِرِ مَهْوُوكًا بَشُوشًا فِي وَجْهِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً -

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاهِمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُثْيِ وَالسَّهْرِ -

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ »

(تفسیر ابن کثیر تحت الآیت ہذا)

(۲)

« وَهَذَا جَمْعًا شَدِيدٌ وَرَحِيمٌ وَنَحْوَهُ إِذْلَةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ وَبَلَمَّ مَنْ تَشَدَّدَ عَلَيْهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ أَلَهُمْ كَانُوا يَحْرُزُونَ مِنْ ثِيَابِهِمْ أَنْ تَلْزِقَ بَيْنَهُمْ مِنْ أَيْدِيهِمْ

أَنْ تَسَّ أَبْدَانَهُمْ وَبَلَغَ مِنْ تَرْحِيمِهِمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ أَنْهَ كَانَ لَا
يَزِي مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا إِلَّا مَآلَعَهُ وَمَعَانِقَهُ -

و تفسیر مدارک نسفی تحت الآیہ

(۳)

وَفِي رُصْفِهِمْ بِالرَّحْمَةِ بَعْدَ وَصْفِهِمْ بِالشَّدَّةِ تَكْمِيلٌ وَ
إِحْتِرَاسٌ فَإِنَّهُ لَوْ كُتِبَ بِالْوَصْفِ الْأَوَّلِ لَرُبَّمَا تَوَهَّدَ أَنْ مَعَهُمُ
الْقَيْدُ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فَيَتَوَهَّمَا لِفَضَائِلِهِ وَالْخِلَاطَةُ مُطْلَقًا فَذَكَرَ
بَارِدَاتِ الْوَصْفِ الثَّانِي وَمَالَ ذَلِكَ أَنَّهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ أَيْشَدَّ أَوْ عَلَى
الْأَعْدَاءِ رَحَمَاءٌ عَلَى الْإِحْدَادِ وَنَحْوَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى إِذْ لَقِيَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
أَعِزَّةً عَلَى الْكَافِرِينَ -

(روح المعانی تحت الآیہ)

(۴)

« وَمِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يُدَاعُوا هَذِهِ السَّنَّةَ أَيْدًا
فَيَسْتَدُوا عَلَى مَخَالِفِيهِمْ وَيُدْحِكُوا أَهْلَ دِينِهِمْ -

و تفسیر غرائب القرآن ونبينا پوری تحت الآیہ

(۵)

وَالْمُرَادُ بِاللَّذِينَ مَعَهُ عُمَدُ بْنُ عَبَّاسٍ مَنِ شَهِدَ الْحَدِيثَ بِنَيْتِهِ
وَقَالَ الْجَمْعُ مُؤَدِّمٌ أَصْحَابِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُمْ - (تفسیر "بحر المحيط" وروح المعانی)

(۱)

خلاصہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰت و التسلیم پر ایمان لانے والے اور حضور
کے ساتھ رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرین اسلام پر

بڑے سخت ہیں اور نیک لوگوں کے حق میں بڑے رحیم اور مہربان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برافروختہ رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش چہرہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ و قتال کرو اور وہ تم میں سختی اور شدت معلوم کریں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ایمان داروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں جسم کے ایک بازو کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کیے ہوتے ہوتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یکجا نکت کو واضح فرمایا۔

(۲)

مفسرین لکھتے ہیں حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام میں مومنوں کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضور علیہ السلام کے دہریہ مومن لوگ کفار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا لگ جانے سے اترازا اور بچاؤ کرتے تھے۔ اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانقہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

(۳)

مفسرین کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی یہ صفت ذکر کفار پر سخت ہیں، ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (اُپس میں مہربان ہیں)، اس لیے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفا کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف شدت و غلظت مطلقاً باقی باقی ہے۔ اس لیے دہم کو دُور کرنے کی خاطر دوسری صفت ذکر کی ہے کہ پرستے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں شینق ہیں۔ اس طرح ان اوصافِ فاضلہ کی تکمیل ہو گئی

(۴)

نیز مفسرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صحابہ کرام کی اس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفین دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک رکھیں۔

(۵)

تفسیر بحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک وَالَّذِينَ مَعَهُ سے صرف اہل حُدُوبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابہ کرام مراد ہیں۔

— آیت نجم والذین معہ اشداء علی الکفار ورحماء بینہم الخ) کی تفسیر میں تشریح پیش کی گئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صفات کا ملکہ جو آیت مذکورہ میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک وصف کے بیان کے لیے فقروں کے ذکر تیار کیے جاسکتے ہیں۔ مگر میں یہاں صرف ایک وصف (رحماء بینہم) کا مختصر سا بیان مطلوب و مقصود ہے کہ سرورِ دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جماعت

باہمی وصفتِ رحمت کے ساتھ متصف ہے۔ اس آنحضرتؐ جل و علا شانہ نے اپنے برگزیدہ پیغمبرؐ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سہرا پا رحمتِ دو عالم بنا کر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو، ان کے خاص خدام کو، ان کے جاں نثاروں کو، ان کے ہر وقت میں ساتھ رہنے والوں کو اور ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں کو بھی اس صفتِ رحمت، و شفقت، اور اُلفت و محبت کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں، باہم شفیق ہیں، ایک دوسرے کے دوست اور محبت ہیں۔

یہ صفت دائمی تھی

پھر یہ صفتِ رحمت صرف چند ایک صحابہ کرام کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے لیے ہے۔ اور وہ مدتِ العمر تک اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کفار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ سخت اور شدید رہے ہیں۔ اور رکوع و سجود دانا کرتے رہے ہیں۔ کماً سجدہ کی صفت ان سے زائل نہیں ہوتی۔ اور دیگر ایمانی صفات: صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاص نیت وغیرہ میں بھی ان سے فرو گذاشت نہیں ہوتی بلکہ ان صفات حمیدہ و خصائل برگزیدہ پر ہمیشہ کار بند اور عامل رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل در آمد وقتی نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمان ہوا ہے کہ:

وَالزَّوْجَةُ مَكَلَّةٌ الشَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلًا

كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ (پارہ ۲۶۔ سورہ نساء۔ کورس ۱۳)

ترجمہ از شاہ رفیع الدین: اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی اور

تھے وہ بہت حق دار اس کے اور اللہ بے چیز کو جاننے والا ہے۔

مدعاتے تحریر

اس کے بعد مدعاتے تحریر میں ہم ناظرین کرام پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفت (رُحَمَاءُ بَيْنِيْهُمْ) میں بے شک تمام صحابہ کرام شریک ہیں۔ ہاجرموں یا انصار، مکی ہوں یا مدنی، قریشی ہوں یا غیر قریشی، ان تمام بزرگوں کی باہمی خوش خلقی و خیر خواہی و مہر و دی و عم خوراری کے واقعات سے اسلامی کتب بے خبر نہیں۔ اس چیز میں کوئی خفا و اشتباہ نہیں۔ لیکن ہم اس کتاب میں خصوصی طور پر سیدنا عمر بن الخطاب، اور سیدنا علی المرتضیٰ کے درمیان رحمت و شفقت اور اُلفت و محبت کے واقعات مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات اور ان کے خاندانوں کے متعلق خاص طور پر عداوت، نفرت، اختلاف، انتشار اور افتراق کو عوام میں پھیلا یا گیا ہے۔ عامۃ الناس اور جاہل طبقہ میں تو بڑی کوشش سے یہ پرہیز کیا جاتا ہے کہ یہ سب حضرات آپس میں مخالفت تھے۔ ان کی باہمی سخت عداوت تھی اور ایک دوسرے کے حق میں جو رد و ظلم کو روا رکھنے والے تھے۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کے جائز حقوق کو ضائع کر ڈالا ہے۔ خاندان نبوت پر انہوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھلنے ہیں جو زبان بیان سے بالاتر اور دید و شنید سے بلند تر ہیں۔ لہذا اس صورت حال کی بنا پر ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ:

(۱)

لوگ خلفاء اربعہ حضرات کی دشمنی اور ناچاقی اور غضبناکی بیان کرتے ہیں ہم ان کی صلح و دوستی، اور امن و آشتی کے حالات و کوائف کو مدلل طریق سے ذکر کریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

(۲)

لوگ ان بزرگوں کی آپس میں کشیدگی، نچیدگی، آنرز دگی اور آنرز دہ دلی کے عجیب
عجیب قصے تصنیف کر کے شائع کرتے ہیں ہم ان کی باہمی خوشدلی، خورسندی، اور
قرابت نسبی کے تعلقات پیش کریں گے۔

(۳)

لوگ ان کی آپس میں بدخواہی، بدسلوکی، حق تلفی اور جھپٹش کی داستانیں سناتے ہیں۔
ہم ان کی باہمی خیرخواہی، خیرطلبی، خوشنودی اور رضامندی و حقوق کی ادائیگی بدلائل ثابت
کریں گے۔

(۴)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مہربان، نغفاء، اربعہ کے مابین کینہ وری، خشمگینی، درشتگی، جوڑ
ظلم اور تعدی کے فرضی قصے گن گن کر ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز ان کا کٹ پھٹ
کٹ پھٹ

حاشیہ لہ۔ (قولنا فرضی قصے) ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مقام پر
مناسب تھا کہ عداوت و نفرت اور ظلم و تعدی کے جو قصے انہوں نے تراش کر بچھا رکھے
ہوتے ہیں، ان کا کچھ قلیل سانمونہ ان لوگوں کے کلام میں سے من و عن پیش کیا جاتا،
لیکن ثقافتاً تہ وقت اس کے خلاف ہے۔ اس پُر آشوب اور پُر فتن دور میں ضرورت
ہے کہ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جاسے، اور اخوت و برادری کی
راہ ہموار کی جائے۔ نہ کہ ان کے مابین اختلافات و انتشار کی آتش کو اور بھڑکایا جائے
ان بلی مفادات، قومی منافع اور ملکی مصالح کے پیش نظر ہم نے ایسے حوالہ جات پیش
کرنے سے قصداً گریز کیا ہے۔

اگر خواہ مخواہ کسی صاحب کو اس پُر خار وادی کی سیر کرنے کا شوق ہے تو اس کو

بزرگوں کے متعلق باہم غم خواری، غم گساری، ہمدردی، عدل گستری، انصاف پسندی کے واقعات چُن چُن کر قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں (بعونہ تعالیٰ)۔
 — اہل انصاف و حق پسند طبائع ان امور پر نظر غائر ڈالیں گے تو حق بات خود بخود واضح ہو جاتے گی۔

روایات کے رد و قبول کے قوانین و قواعد ہم قبل ازیں مقدمہ کتاب میں بیان

(تقریباً حاشیہ صفحہ سابق)

زیادہ وزن گردانی کرنے کی حاجت نہیں، صرف ایک دُعا ”صنعتی قریش“ کا ملاحظہ فرما لینا ہی کافی ہے۔ ان دوستوں کے ہاں بڑے بڑے مشکل مراحل حل کرنے کے لیے یہ دعا کبیر اعظم ہے۔ حضرت علیؑ کی زبان سے اس کو جاری و ساری بتایا گیا ہے۔ ان کی مذہبی کتب میں متداول پہلی آتی ہے۔ ”صحیفہ علویہ“ اور ”تحاق الحق“ (از قاضی نور اللہ شہسوری) وغیرہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ”القلیل یندل علی الکثیر“۔ اس کے علاوہ یہ عرض کر دینا بھی خالی از قاعدہ نہیں ہے کہ دوستوں کی سابقہ کتب میں صحابہ کرام کے مطاعن کے لیے الگ باب قائم ہوتے تھے۔ اور اب کے دور میں انہوں نے تترتی کر کے مطاعن صحابہ کی خاطر مستقل تصانیف علیحدہ شائع کرنا شروع کر دی ہیں۔ مثلاً

۱۔ کتاب ”حضرت عمرؓ بہرہ و حصہ از سید علی حیدر بن سید علی اطہر شیبلی مدیر جریدہ ”اصلاح“ کچوا، بہار۔ ہند۔

۲۔ ”آئینہ مذہبِ سنی“ از ڈاکٹر نور حسین جھنگوی۔

۳۔ کتاب ”ماہیت معاویہ“ از مولوی احمد علی صاحب کہ بلانی۔

۴۔ کتاب ”کلید مناظرہ“ از تصنیف گوشہ نشین برکت علی صاحب۔ وغیرہ

(منہ)

کر چکے ہیں۔ اس دستور کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیش کردہ واقعات کو ملاحظہ فرما لیں۔ پس جو روایات نصوص قرآنی کے متعارض و متصادم ہوں ان کو متروک کر دیں اور جو نصوص حدیث کے خلاف نہ ہوں ان کو تسلیم کر لیں۔ نیز عدل و انصاف کا ترازو ہاتھ میں رکھیں۔ اس طریقہ سے حق بات آپ پر مخفی نہیں رہ سکے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اول

فصل اول

حضرت فاروقؓ کے ساتھ علی المرتضیٰؓ کا بیعت کرنا

جس طرح ”رُحَمَاءُ بَيْنِهِمْ“ کے حصّہ صدیقی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدیقی اکبر کے ساتھ تجلیلا بیعت ذکر کی گئی ہے اور اس کے شواہد و مؤیدات عمدہ طریقہ سے بیان کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح یہاں ”رُحَمَاءُ بَيْنِهِمْ“ کے فاروقی حصّہ میں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سیدنا عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ (بعونہ تعالیٰ)

صدیق اکبرؓ کے انتقال سے قبل کی صورت حال

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب صدیقی اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا تو آنجناب نے جہاں اور مختلف وصایا و نصائح اقارب و اجانب کو فرمائے وہاں مسلمانوں کے مسئلہ خلافت کی طرف خصوصی توجیہ کی۔ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنا قائم مقام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تجویز فرما کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر پیش کی اور فرمایا کہ اس تحریر میں جس شخص کو آپ لوگوں کا امیر تجویز کیا گیا وہ منظور ہے؛ تو تمام لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اور خاص طور پر حضرت علیؓ نے اعلان فرمایا کہ اگر اس میں عمر بن الخطاب کو امیر بنایا

گیا ہے تو بہتر ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کا خلیفہ و امیر بننا تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ اسی وقت ظاہر کر دیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے امیر و خلیفہ حضرت عمرؓ ہی تجویز کر دیئے گئے ہیں پس تمام مسلمانوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر رضامند ہو گئے اور حضرت علیؓ سمیت سب لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کر لی۔

اس واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ طبقات ابن سعدؒ نے ذکر کیا ہے۔ ابی بکرؓ میں ذرا مجھلا بیان کیا گیا ہے اور ابن اثیرؒ نے ایک سند کے ساتھ اُسنداً ثابۃً مذکورہ عمر بن الخطابؓ میں واضح درج کیا ہے اور "ریاض النضرہ" میں محبت الطبری نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر کے حوالہ سے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء (فصل مرض الوفاۃ ابوبکر الصدیق) میں اور ابن حجر عسقلانی نے ابن عساکر کے حوالہ سے الصواعق المحرقة (الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکر عمرؓ فی مرض موتہ) میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ناظرین کرام کے اطمینان کے لیے اب واقعہ ہذا کی عبارت مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

(۱)

طبقات ابن سعد میں ہے:-

”ثُمَّ أَمْرُهُ فَخَرَجَ بِالْكِتَابِ مَخْتُومًا وَمَعَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
وَأُسَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْقُرْظِيُّ فَقَالَ عِشْمَانُ لِنَتَّيْسِ أُنْتَابِيعُونَ لِمَنْ فِي
هَذَا الْكِتَابِ فَقَالُوا لَعَمْرُوكَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَالَ ابْنُ سَعْدٍ عَلِيُّ الْقَائِلُ
وَهُوَ عَمْرٌ فَأَقْرَبُوا بِذَلِكَ جَمِيعًا وَرَضُوا وَبَايَعُوا... الخ“

(طبقات ابن سعدؒ نے ذکر کیا ہے ابی بکرؓ، جلد ۳ ص ۱۴۲)

(طبع لیدن)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیثی اکبرؓ کے حکم سے حضرت عثمانؓ ایک تحریر سرٹھہ کر کے (حدیثی کے دوڑتے ٹکڑے) باہر لائے۔ عمر بن خطابؓ اور

اُمیداً قرظی ساتھ تھے۔ لوگوں کو حضرت عثمانؓ نے صدیق اکبرؓ کی طرف سے کہا کہ اس کاغذ میں جس شخص کی تجویز ہو چکی ہے کیا اس کے حق میں بیعت کرنے کے لیے آپ تیار ہیں؟ سب حضرات نے کہا کہ ہمیں تسلیم ہے اور ہم بیعت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ بچے والے حضرت علیؓ تھے، وہ شخص ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ غرہ ہیں سب لوگوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس پر رضامند ہو گئے اور سب نے بیعت کر لی۔“

— اسی واقعہ کو ان الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی لکھا ہے:

(۲)

” عن يسار بن حمزة قَالَ لَمَّا ثَقَلَ أَبُو بَكْرٍ أَشْرَفَ عَلَى النَّاسِ مِنْ كُوْتِهِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ عَاهَدْتُ عَنْهُدَا أَقْتَرَهُمْ بِهِ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ رَضِينَا يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ عَلِيٌّ لَا نُوَضِي إِلَّا أَنْ يَكُونَ عُمَيْرُ بْنُ الْخَطَّابِ “

(۱) اُسْدُ الْغَابَةِ لِعَزَّالِدِينِ ابْنِ الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمَعْرُوفِ بَابِ الْبَيْتِ

الْمَجْزِيِّ - تَذَكُّرُهُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ جِلْد ۴، ص ۷۰ -

(۲) رِيَاضُ الْفُرْقَةِ فِي مَنَاقِبِ الْعَشْرَةِ الْفَضْلِ الْعَاشِرِ فِي خِلَافَتِهِ

جِلْد ۲، ص ۸۸ -

(۳) تَارِيخُ الْخُلَفَاءِ سِيْطِي فَصَلٌ فِي مَرْغَبِهِ وَوَفَاتِهِ وَوَعْدَتِهِ ص ۶۱

طبع دہلی -

(۴) الصَّوَابِقُ الْمَحْرُومَةُ لِابْنِ حَبْرٍ الْمَلِكِيِّ الْهَيْتَمِيِّ، الْفَصْلُ الثَّانِي فِي

اسْتِخْلَافِ ابْنِ بَكْرٍ لِعُمَرَ، ص ۴۵، طبع مصر -

حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کا وقت قریب ہوا ہے تو

گھ کے دیچپ سے (لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے) جانا کا اور فرمایا کہ (خلافت کے بارے میں) میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس پر رضامند ہوتے ہو؟ لوگوں نے جو ابا عرض کیا کہ آسے خلیفہ رسول ہم اس بات پر راضی ہیں! اور حضرت علی المرتضیٰ کہنے لگے کہ عمر بن الخطاب کے بغیر (اس معاملہ میں) ہم کسی دوسرے شخص کے حق میں راضی نہیں ہونگے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے بیانات اپنی خلافت کے دوران

سابقہ ہر دو روایات میں حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے زمانہ میں حضرت علیؓ نے مسئلہ خلافت و امارت کے متعلق اپنا خیال ظاہر فرمایا۔ اب ہم ان کی اپنی خلافت کے دور میں جو بیانات اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے دیے ہیں وہ درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قارئین کرام ان کے ملاحظہ کرنے کے بعد بڑے اطمینان بخش نتائج برآمد کر سکیں گے اور کسی دُور از کار تاویل کے محتاج نہیں رہیں گے۔ جبر و استبداد کی داستانیں خود ساختہ افسانوں سے زیادہ وزن نہیں رکھیں گی۔ تھوڑے اقصاف کے ساتھ غور فرمائیں گے تو مسئلہ بڑے عمدہ طریق پر حل ہو جاتے گا۔

یہاں مقصد بالاکسی خاطر تین عدد روایات پیش کی جا رہی ہیں۔ دو عدد اہل ائمتہ والجماعت کی کتابوں سے نقل ہوئی، اور ایک عدد روایت شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے اخذ کی جائے گی، اور اس بحث کے آخر میں درج ہوگی، تاکہ بحث ہذا کی تکمیل و تقسیم کا کام دے سکے۔

(۳)

مُحَدِّثِ ابْنِ رَہْمَوِيَّةِ (المترقی ۲۳۸) کی روایت

صاحب کترا الحمال نے باب کتاب الفتن میں واقعہ جبل کے تحت یہ روایت

ذکر کی ہے، اس کو مفصلاً حصہ اول صدیقی میں ہم درج کر چکے ہیں۔ یہاں مختصراً نقل کی جاتی ہے۔ اصل میں عبداللہ بن الکواء اور ابن عباد کے سوالات کے جواب میں یہ حضرت علیؑ کا کلام ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

”..... فَلَمَّا قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي أَمْرِهِمْ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وُلَّى أَبَا بَكْرٍ أَمْرَ دِينِهِمْ فَوَلَّوهُ أَمْرَ دُنْيَاهُمْ فَبَايَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَبَايَعْتَهُ مَعَهُمْ فَكُنْتُ أَعْرُو إِذَا أَعْرَانِي وَإِذَا أَخَذُوا إِذَا أَعْطَانِي..... فَأَشَارَ لِعُمَرَ وَلِخَيْرِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَبَايَعْتَهُ مَعَهُمْ فَكُنْتُ أَعْرُو إِذَا أَعْرَانِي وَإِذَا أَخَذُوا إِذَا أَعْطَانِي..... فَأَخَذَ (عبد الرحمن بن عوف) بِيَدِ عُثْمَانَ فَبَايَعَهُ وَلَقَدْ عَرَفْتُ فِي نَفْسِي عِنْدَ ذَلِكَ فَلَمَّا أَظْهَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا عَهْدِي قَدْ سَبَقَ بَيْعَتِي فَبَايَعْتُ وَسَلَّمْتُ وَكُنْتُ أَعْرُو إِذَا أَعْرَانِي وَ أَخَذُوا إِذَا أَعْطَانِي.....“

(کتر العمال، کتاب الفتن تحت واقعة

البحر، ص ۸۲، ج ۶، طبع اول)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں (جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو مسلمانوں نے (خلافت) کے معاملہ میں غور و فکر کیا۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امرِ دین (یعنی نماز) کے مسئلہ میں ابوبکرؓ کو والی بنایا ہے تو دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکرؓ کو والی مقرر کرنا چاہیے۔ پس مسلمانوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تو میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ان کی بیعت کی۔ پس جب وہ جہاد کے لیے مجھے کہتے تو میں جہاد

میں شریک ہوتا جب وہ مجھے عطایا و ہدایا دیتے تو میں قبول کرتا ...
 پس ابو بکرؓ نے (آخری وقت میں) عمرؓ کے حق میں اٹھا
 کیا اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس مسلمانوں نے
 عمرؓ بن الخطاب سے بیعت کی۔ میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت
 کی۔ جب وہ غزوات میں مجھے طلب کرتے تو میں ان کا شریک رہتا اور عطیات
 و غنائم وغیرہ جب وہ مجھے عنایت کرتے تو میں ان کو قبول کرتا ...
 پھر حضرت عمرؓ کی چھ آدمیوں کی منتخب شدہ
 کمیٹی میں میں بھی تھا اس صورت میں (عبدالرحمن بن عوف نے عثمان بن عفان
 کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔ اس وقت میں اپنے دل میں غور کرنے لگا۔ میں نے
 یہ فکر کیا کہ میرا جد میری بیعت سے سنتت کر چکا ہے پس میں نے عثمانؓ
 سے بیعت کی اور (معاملہ بند) ان کے سپرد کر دیا۔ جب وہ جنگی ضرورتوں
 میں مجھے طلب کرتے تو غزوات میں شریک ہوتا اور جب وہ غنائم و
 عطیات مجھے دیتے تو میں ان کو وصول کرتا تھا۔ الخ“

دکن ائصال، ج ۶، ص ۸۲۔ بحوالہ ابن
 راہویہ۔ طبع اول، دکن)

(۴)

محدث ابی عوانہ کی روایت

ابو طالب العناری نے فضائل ابی بکر الصدیقؓ لکھے ہیں۔ انہوں نے اپنی سند کے
 ساتھ ابو عوانہ مشہور محدث سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یہ روایت قبل ازین حصہ
 اول (صدیقی) میں مسئلہ بیعت کی تائیدی روایات کے تحت نمبر ہفتم میں درج کی جا چکی

ہے۔ ناظرین کی تسلی کے لیے اب یہاں پھر نقل کی جاتی ہے۔

”..... حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ أَتَانِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَابِدُ أَفْعَالٍ تُوَفِّي رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَ النَّاسَ أَبَا بَكْرٍ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ
لَهُمُ تُوَفِّي أَبُو بَكْرٍ فَأَسْتَحْلِفَ عُمَرُ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ ثُمَّ تُوَفِّي
عُمَرُ فَجَعَلَهَا شُورَى فَبَايَعُوا عُثْمَانَ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ“

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب البخاری مع دیگر مسائل)

ثلاثیات البخاری وغیرہ۔ طبع مصر۔ مکتبہ السلفیہ، لبنان)

حاصل یہ ہے کہ:۔ عبد الرحمن بن ابی بکرہ کہتے ہیں کہ میری بیماری پُرسی
کے لیے (ایک دفعہ) حضرت علی تشریف لائے (اس وقت بیعتِ خلافت
کا مسئلہ چلا) تو علی المرتضیٰ فرماتے لگے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
انتقال ہوا تو لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی، میں نے بھی بیعت کی اور رضامند
ہوا پھر ابوبکرؓ فوت ہوئے اور عمرؓ الخطاب خلیفہ بنائے گئے تو میں
نے رضامندی ان کی بیعت کی۔ پھر عمرؓ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک مجلس
شوروی بنا دی پس (اہل مشورہ نے) عثمان بن عفان کی بیعت کی تو میں نے
بھی عثمان کی بیعت کی اور راضی ہوا۔“

(فضائل ابی طالب بخاری، ص ۵)

ناظرین باتمکین کے اطمینان کے لیے ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے
انتقال سے قبل حضرت علی المرتضیٰ کو مجتہد مجلس شوروی میں اول نمبر پر خود تجویز کیا
تھا۔ اس مسئلہ کو لاتعداد محدثین و مؤرخین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔
چنانچہ مصنف عبدالرزاق جلد پنجم ص ۴۷۷ و ۴۸۰ پر بھی منقول ہے (اور اس مسئلہ کو

کتاب ہذا کے باب سوم فصل چہارم نمبر ۵ کے تحت ہم ان شاء اللہ تعالیٰ وضاحت سے نقل کریں گے۔

ان روایات کے بعد اب شیعہ احباب کی ”معتبر تصنیف“ سے اس مسئلہ کی تائید و تصدیق کے لیے حضرت علیؑ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ اُمید ہے اس بیان کے ملاحظہ کر لینے کے بعد مزید کسی حوالہ کی حاجت نہ رہے گی۔

(۵)

”امالی شیخ طوسی کی روایت“

اس کلام کا موقعہ و محل اس طرح ہے کہ جنگِ جمل کے بعد شکست خوردہ جماعت حضرت علیؑ کے ہاں پیش ہو کر معذرت کرنے لگی ہے حضرت علیؑ نے ان کے منظم کو روک کر اپنا بیان شروع فرمایا، جو اپنے مفہوم میں واضح تر ہے۔

..... قَالَ (عَلِيٌّ) فَبَايَعْتُمْ اَبَا بَكْرٍ وَعَدَّ لَكُمْ عَنِّي فَبَايَعْتُمْ
 اَبَا بَكْرٍ كَمَا بَايَعْتُمُوهُ فَبَايَعْتُمْ عُمَرَ كَمَا
 بَايَعْتُمُوهُ فَوَقَيْتُمْ لَهُ يَبِيعَتِهِ حَتَّى لَمَّا قَتَلْتُ
 جَبَلْتَنِي سَادِسَ سِنْتِهِ فَهَ خَلْتُ حَيْثُ ادْخَلْتَنِي
 فَبَايَعْتُمْ عُمَرَ فَبَايَعْتُمْ الخ

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، جلد ثانی، ص ۱۲۱)

طبع نجف اشرف، عراق)

”یعنی مجھ سے اعراض کر کے تم نے ابو بکرؓ سے بیعت کی جس طرح تم نے ابو بکرؓ سے بیعت کی، اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی..... پھر جس طرح تم نے عمرؓ کی بیعت کی میں نے بھی اسی طرح عمرؓ

کی بیعت کی اور اس بیعت کے حقوق کو نہیں نے پورا کیا حتیٰ کہ جب عمر تپتا قلا نہ حملہ ہوا تو عمر نے مجھے چھ آدمیوں کی سب کیٹی، میں ایک ممبر قرار دیکر شامل کیا اور میں نے شامل ہونا قبول کر لیا۔ پس تم نے عثمان بن عفان کی بیعت کی تو میں نے بھی عثمان کی بیعت کی۔ . . . الخ“

[امالیٰ شیخ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۳۲۰ھ
المعروف شیخ الطائفہ، ج ۲، ص ۱۲۱ (جزو ثامن عشر)
طبع نجف اشرف - عراق]

مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج

- ۱- حضرت صدیق اکبر کی طرف سے خلافت کے مسئلہ میں جو انتخاب ہوا تھا اس معاملہ میں حضرت علیؑ موجود تھے اور اس صدیقی تجویز پر راضی تھے۔
- ۲- حضرت علی المرتضیٰ حضرت عثمان کی خلافت پر غور و فکر کرنے کے بعد رضامند ہوتے تھے اور بیعت کر لی تھی۔
- ۳- نیز واضح ہوا کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد خلافت فاروقی کے جنگی معاملات میں بھی شریک کار رہتے تھے اور بال غنیمت وغیرہ کی آمدن سے اپنا حصہ لیتے تھے۔
- ۴- اور ان منضوی بیانات سے معلوم ہوا کہ جس طرح اور تمام مسلمانوں نے بخوشی اور رضامند رغبت بیعت کی تھی اسی طرح حضرت علیؑ نے حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ بغیر جبر و اکراہ کے بخوشی بیعت کی تھی۔
- ۵- نیز ان روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے نزدیک نہایت متمتع اور لائق خلافت بزرگ تھے۔ اسی بنا پر چھ افراد کی مجوزہ کیٹی میں ان کو نمبر اول،

لیا گیا پھر حضرت عمر حضرت علی کے نزدیک راست کار، صحیح العمل، حتی پسند و حتی پرست خلیفہ تھے کہ انہوں نے منتخب کمیٹی میں شامل ہونا بخوشی پسند کیا اور ان کے ساتھ ہمدردی و پیمان کو تمام کرتے ہوئے ان کے فیصلہ کو برضا مندی قبول کیا۔

_____ مندرجہ بالا روایات و واقعات بہ بانگِ دُبل تبار ہے میں کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں متفق العقیدہ تھے، متحد العمل تھے، باہم شفیق و رفیق تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و بغاوت نہ تھی اور لوگوں نے نزاعات و اختلافات کے افسانے ان کے مابین پھیلارکھے ہیں وہ سب بے اصل ویسے بنیاد ہیں۔

_____ فصل ثانی _____

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف فضائل و متفرق مناقب جو سیدنا علی المرتضیٰ سے مروی و منقول ہیں ان کو چند عنوانات کی شکل میں یہاں ہم درج کر رہے ہیں اور آخری عنوان میں حضرت علی کے فضائل جو حضرت عمر فاروق سے مذکور ہیں ان کو نقل کیا جائے گا۔

یہ ایک ایک فضیلت و منقبت مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے لیکن طوالتِ مضمون سے اجتناب کرتے ہوئے یہ سب چیزیں ایک فصل میں جمع کر دی ہیں۔

اس طریقہ سے جانبین کے فضائل جو ایک دوسرے سے مروی ہیں ایک فصل میں مجتمعاً ناظرین کے سامنے آسکیں گے اور دونوں جانب کے مضامین پر نظر غائر کرنے والے احباب باہمی اتحاد و اتفاق کا مسئلہ بڑے سہل طریقہ سے اُخذ کر لیں گے۔

نیز ان حضرات کے آپس میں افتراق و انتشار کی داستانوں کا جواب خود پیدا کر سکیں گے۔

(۱)

عنوانِ اول

ابو یہاں فاروقِ اعظم کی وہ منقبت بیان کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے بصورتِ القاب و اسماء منقول ہے مختلف مواقع میں جو اسماء آپ نے بیان فرماتے ہیں ان میں چند ایک یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

ابو جَلِّ مَبَارِك

فاضل شعبی نے ذکر کیا ہے جب حضرت عثمان بن عفان کی شہادت ہوئی ہے تو لوگ دوڑ کر حضرت علیؓ کے پاس بیعت کے لیے پہنچے ، اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

وَلَا تَعْجَلُوا فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ رَجُلًا مَبَارِكًا وَقَدْ أَوْصَى بِهَا شُرَؤِي

فَأَمِينُوا يَجْتَمِعُ النَّاسُ وَيَتَشَاوَرُونَ

”فرمایا کہ (اس مسئلہ میں) جلدی نہ کرو کیونکہ عمر بن الخطاب بڑے بابرکت آدمی تھے۔ انہوں نے ایک مجلس شوریٰ بنا کر وصیت کی تھی (یعنی مسئلہ خلا کو جلدی سے نہیں طے کیا تھا) پس تم بھی ہمت سے کام لو۔ اور لوگ جمع ہو کر مشورہ سے اس کو سرانجام دیں۔“

ذماریخ ابن جریر طبری کامل، جلد ۵، ص ۱۵۶۔

تحت سنتہ ۳۵ھ - طبع مصر قدیم

۲۔ نجیبُ اُمَّت

..... عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَلَيْكٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ
أُعْطِيَ كُلَّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ نَجِيْبَاءٍ مِنْ أُمَّتِهِ وَ أُعْطِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ نَجِيْبًا مِنْ أُمَّتِهِ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ۝

یعنی ”عبداللہ بن میل نے حضرت علیؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہزنی کو اس کی اُمت میں سے سات عدد و نجیب (یعنی مجلس و شریف) افراد عطا کیے گئے اور حضور علیہ السلام کی ذات گرامی کو اپنی اُمت سے چوزہ عدد و نجباء (یعنی شرفاء و مخلصین) عنایت فرمائے گئے ہیں، ان میں ابو بکر و عمرؓ ہیں۔“
(المستد احمد، مُسَدَّاتِ حضرت علیؑ، ج ۱، ص ۱۴۲۔
طبع مصر مہتمم منتخب کنتر۔

(۲) ترمذی شریف ابواب المناقب باب مناقب اہل

البيوت، ص ۵۴۱۔ اصح المطابع کھنور (بند)

(۳) جلیتہ الاولیاء ابو نعیم (صنہائی، ج ۱، ص ۱۲۸۔

فاروق حقی و باطل میں فرق کرنے والے تھے

..... عن نزال بن السبرة الهلالي قال واقفنا من علي بن

أبي طالب ذات يوم طيب نفس فقلنا يا أمير المؤمنين حدثنا
عن عسر بن الخطاب قال ذاك امرؤ سناها الله الفاروق فرق
بين الحق والباطل سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم
اعد الإسلام بعمره ۝

..... نزال کہتا ہے کہ ایک روز ہم حضرت علیؑ سے ملے

حضرت خوشی و مسرت کی حالت میں تھے ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین!
عمر بن الخطاب کے متعلق کچھ حال بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا
عمر بن الخطاب وہ بزرگ تھے جن کا نام اللہ نے فاروقِ حقی و باطل میں
فرق کرنے والے رکھا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا

کہ آپ فرماتے تھے اے اللہ! عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما۔
 (۱) تاریخ عمر بن الخطابؓ للشیخ ابی الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد
 ابن الجوزی المتوفی ۹۷ھ - طبع مصر۔

(۲) ریاض النضرہ لمحبت الطبری جلد اول، ص ۲۴۶۔

الفصل الثانی من الباب الثانی طبع مصر بحوالہ ابن السمان

۴۔ خلیل و صدیق مخلص و ناصح

..... حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ خَلْفِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي
 الشَّفَرِ قَالَ رَأَى عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ إِذْ كَانَ يُكْتَرُ لَيْسَهُ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ كُنْتَ كَثِيرًا
 لَيْسَ هَذَا الْبُرْدُ فَقَالَ إِنَّهُ كَسَانِيهِ خَلِيلٌ وَصَفِيَّتِي وَصِدِّيقِي
 وَخَاصَّتِي عُمَرُ بْنُ الْكَافِرِ مَا صَحَّ اللَّهُ فَصَحَّه ثُمَّ بَكَى ۝

(حاصل یہ ہے) ”حضرت علیؓ ایک چادر اکثر اوقات استعمال کرتے تھے،
 آپ کو عرض کیا گیا (کیا مصلحت ہے؟) آپ اس چادر کو بہت دفعہ استعمال
 فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ میرے مخلص و مہربان خصوصی دوست عمر بن الخطابؓ نے
 مجھے پہنائی تھی۔ بیشک عمر اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے پس اللہ نے
 ان کی خیر خواہی کی۔ پھر حضرت علیؓ رونے لگے۔“

(المصنف لابن ابی شیبہ جلد چہارم ذیلی پیر جہندا - سندھ)

تحت باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ص ۱۶۹

التقویٰ الایمن کا خطاب

تاریخ ابن جریر طبری میں مذکور ہے کہ:

..... ”عن ابی بکر العباسی قال دَخَلْتُ حَيْثُ الصَّدَقَاتُ

مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ فَجَلَسَ عُمَرُ فِي الْبَطْنِ

يَكْتُبُ فَقَامَ عَلِيُّ عَلَى مَا أُسِبَهُ يُبَلِّغُ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ عُمَرُ وَعَسْرُ فِي
 الشَّمْسِ قَائِمٌ فِي يَوْمٍ حَاطِرٍ شَدِيدٍ الْحَرِّ عَلَيْهِ بُرْدَانِ اسْوَدَانِ
 مُتَزِدًّا بِوَاحِدٍ وَقَدَلَتْ عَلَى مَا أُسِبَهُ آخَرَ - يَعُدُّ اِبْنَ الصَّدَقَةِ
 يَكْتُبُ الْوَأَنهَا وَ اَسَانَهَا فَقَالَ عَلِيُّ لِعُثْمَانَ وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ
 نَعَتْ بِنْتُ شُعَيْبٍ (عَلَيْهِ السَّلَام) فِي كِتَابِ اللَّهِ يَا ابْنَ اسْتَأْجِرْهُ
 إِنَّ حَيْرَمَانَ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيَّ الْأَمِينُ ثُمَّ أَشَارَ عَلِيُّ بِيَدِهِ
 إِلَى عُمَرَ فَقَالَ هَذَا إِلَهُ حَوَّيَ الْأَمِينُ ۞

ماحصل روایت یہ ہے کہ

» ابو بکر عسی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے ساتھ میں صدقہ کے اونٹوں
 کے باڑے میں داخل ہوا (اور حضرت عثمانؓ بھی پہنچے) حضرت عثمانؓ سایہ میں
 بیٹھ گئے اونٹوں کے کورانف اور تعداد تحریر کرنی تھی حضرت عمرؓ خود اونٹوں کے
 پاس جا کر دھوپ اور سخت گرمی میں کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے اوپر
 سیاہی مائل دو چادریں کی ہوئی تھیں۔ ایک کی تہمد یا نذر رکھی تھی دوسری چادر
 سے سر ڈھنپنے ہوئے تھے۔ صدقہ کے اونٹوں کا شمار کر کے ان کے
 رنگ اور ان کی عمر بیان کرتے جاتے تھے ادھر علیؓ المرتضیٰ حضرت عثمانؓ
 کو بکھو ا دیتے تھے (اس دوران میں) میں نے سنا کہ حضرت علیؓ حضرت
 عثمانؓ کو کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے اپنے
 باپ سے کہا تھا کہ (اے باپ اس شخص کو اجرت پر رکھ لیں جن کو آپ
 اجرت پر رکھیں گے ان میں سے بہترین یہ شخص قوی اور امین ہے)۔ یہ
 بات کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے اسے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ
 کر کے کہا کہ یہ شخص قوی بھی ہے اور امین بھی ہے ۞

(۱) تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۱۸۔

تحت سنة ۲۳ھ - طبع قدیم، مصر۔

(۲) تاریخ الکامل لابن اثیر الجزیری، جلد ۳ - ص ۲۹

ذکر بعض سیرة عشر - طبع مصر۔

(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ، ج ۲ ص ۸

باب ذکر محافظتہ علی مال المسلمین - أرجب الطبری

امام ہدایت، راشد، مُرشد، مُصلِح، مُنَجِّج

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

”..... سُبَّيْلٌ عَلِيٌّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعَمْرٍو فَقَالَ كَانَا إِمَامِي هُدًى

رَاشِدَيْنِ مُرْتَدِّينِ مُصْلِحَيْنِ مُنَجِّجَيْنِ خَرَجَا مِنَ الدُّنْيَا حَمِيمَيْنِ“

یعنی حضرت علیؑ سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں سوال کیا گیا جواب میں

فرمایا کہ یہ دونوں حضرات راشد و ہدایت کے امام تھے (قوم کے) رہنما اور مُصلِح

تھے (امت کو) کامیاب کرنے والے تھے۔ اس دنیا سے فقر و فاقہ کی حالت

میں رخصت ہوئے (یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا)۔“

(۱) طبقات ابن سعد جلد ثالث، قسم اول، ص ۱۴۹۔

تذکرہ ابی بکر الصدیق۔

(۲) سیرت عمر بن الخطاب للشیخ ابی الفرج عبدالرحمن

ابن الجوزی، المتوفی ۵۹۷ھ ص ۳۱ - طبع مصر

نوٹ: طبقات ابن سعد کی روایت کے منہوراً و معنی قریب روایت ابن جوزی نے

ذکر کی ہے عبارت بالا طبقات ابن سعد کے الفاظ میں مذکور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

- ”عنوان ثانی“ کے تحت چند ایک روایات نقل کی ہیں جو حضرت علیؑ سے مروی ہیں۔ اس نوع کی روایات بہت سی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ بطور نمونہ ذکر کر دی ہیں۔ اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ الترضی کے نزدیک سیدنا فاروق اعظمؓ
- گونا گوں فضائل و مناقب کی اہلیت رکھتے تھے۔
 - کئی قسم کی عظمتوں کے مستحق تھے۔
 - بے حد تعریفوں کے لائق تھے۔
 - لاتعداد فضیلتوں کے مالک تھے۔
 - اُن گنت خیروں کے حامل تھے۔
 - بے شمار مدائح و محامد میں کامل تھے۔
- یہ تمام چیزیں ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کی تین علامات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریخ کے ادراک پر درخشندہ تابندہ رہیں گی۔

۲

عنوان دوم

عنوان نفا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو کمال تقویٰ کی ترغیب دی ہے اور سابق خلیفہ کی پیروی کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ چنانچہ حنفی علماء کی مشہور و معروف کتاب ”کتاب الخراج“ امام ابی یوسفؒ کے اوائل میں عبارت ذیل یہ واقعہ درج ہے اور کثر التمال میں بحوالہ بہیقی یحییٰ بن عقیل حضرت علیؑ سے ناقل ہیں۔

— قَالَ أَبُو يُوسُفَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ

قَالَ عَلِيُّ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حِينَ اسْتَخْلَفَ إِنَّ أَرَدْتَ أَنْ

تَلَحَّقَ صَاحِبَيْكَ فَادْفَعِ الْقَمِيصَ وَنَكِّسِ الْأَمْرَارَ وَأُخْصِنِ التَّلَدَّ
وَادْفَعِ الْخُفَّ وَقَصِّرِ الْأَمَلَ وَكُلْ دُونَ الشِّبَعِ ۚ

”یعنی ابو یوسف نے امام ابو حنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب حضرت
عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو اُس وقت حضرت علیؓ نے (ترغیب و تلقین کرنے سے)
حضرت عمرؓ کو کہا کہ اگر آپ اپنے دونوں سابق رفقاء کے ساتھ (تقویٰ کے اعتباراً
سے) ملنا چاہتے ہیں تو اپنی قمیص کو پیوند لگائیے۔ اپنی چادر اٹھا رکھیے اور
اپنے جوتے و موزے کو پیوند لگائیے۔ (دنیاوی) امیدیں کم کر دیجیے اور پیر ہو کر
کھانا نہ کھائیے۔“

(۱) کتاب النواج لامام ابی یوسف ص ۱۵۔ طبع مصر

(۲) کنز العمال (ص ۸) یعنی بحوالہ شعب الایمان بہقی ج ۸

ص ۲۱۹۔ روایت ۳۶ ۳۵۔ طبع اول دکن۔

فوائد حوالہ انداز

(۱) پہلی یہ چیز ثابت ہوئی اور حضرت علیؓ کے ذریعہ اس کی توثیق ہوئی کہ صدیق اکبر تارک التواضع
اور متقی بزرگ تھے۔

(۲) دوسری چیز یہ واضح ہوئی کہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلیفہ اول قابلِ تقلید بزرگ تھے۔

(۳) تیسری یہ چیز معلوم ہوئی کہ حضرت علیؓ نے فاروق اعظمؓ کے حق میں یہ خیر خواہانہ کلام کیا
ہے جو ان کے باہمی روابط و تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔

(۳)

عنوان سوم

ابن الجوزیؒ نے سیرۃ عمر بن الخطابؓ الباب الخمسون فی ذکر خوفہ من اللہ تعالیٰ میں ایک

واقعہ (جو علیؑ الرضی سے مروی ہے) ذکر کیا ہے۔ پہلے عربی عبارت میں پیش خدمت ہے۔

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ
الْخَطَّابِ عَلَى قَتَبٍ يَعْدُو فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ تَدَهَبُ
فَقَالَ نَدَّ بَعِيدٌ مِنْ إِبِلِ السَّدَاقَةِ أَطْلَبُهُ فَقُلْتُ لَقَدْ أَذَلَّتْ
الْخُلَفَاءُ بَعْدَكَ فَقَالَ يَا أَبَا الْحَسَنِ، لَا تَكْتُمْنِي فَوَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا
بِالْبُيُوتِ لَرَأَى عَنَا قَدْ هَبَّتْ بِشَاطِئِ النَّدَاتِ لِأُخِذَ بِهَا عَمْرُ يَوْمَ
الْيَوْمِ ۖ

» حاسل یہ ہے کہ (خلافت فاروقی کے دوران) حضرت علیؑ نے حضرت
عمرؓ کو دیکھا کہ سواری پر سوار ہو کر دوڑاتے جا رہے ہیں دریافت کرنے لگے
اے امیر المؤمنین کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ
(بیت المال کے اموال میں سے) صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے
اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں (یہ سن کر) حضرت علیؑ نے فرماتے لگے ”آپ نے
اپنے بعد کے خلفاء اور قائم مقام لوگوں کو مذمت اور مشقت میں ڈال دیا۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن (یہ چیز) قابل ملامت نہیں ہے، اس
ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و نبوت عطا
کی۔ اگر کبریٰ کا ایک تپہ بھی ذرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو قیامت کے
روز اس کی بھی عمرؓ سے باز پرس ہوگی۔“

(۱) سیرة عمر بن الخطاب ابن جوزی، ص ۱۴۰۔ طبع مصر۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۳۶۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

— حضرت علیؑ کی طرف سے تصدیق و توثیق ہو رہی ہے کہ بیت المال کے اموال

صدقات کے مویشیوں تک کی نگرانی بعض دفعہ حضرت عمرؓ خود کیا کرتے تھے اور اس میں کڑیابھی نہیں ہونے دیتے تھے۔

— حضرت عمرؓ کی کمال دیانتداری کو قوم کے سامنے حضرت علیؓ نے نشر کیا ہے۔

— اور یہ بھی بیان کیا کہ قیامت کے معاملات کے متعلق حضرت عمرؓ کس قدر خائف رہتے تھے۔

— یہ بابھی دوستانہ کلام اور خیر خواہانہ گفتگو ایک دوسرے کے ساتھ روالبط پر دلالت کرتی ہے۔

(۴)

عنوان چہارم

عنوانِ پندرہم میں ذکر ہوگا کہ خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کہ دار اور ان کی خلافت کے امور انتظامیہ سب کے سب حضرت علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک درست تھے۔ حضرت عمرؓ کی کارکردگی حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح تھی۔ خلافتِ فاروقی کی کارگزاریاں من وعن ٹھیک تھیں۔

یہ مضمون اسلامی روایات، فقہ اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ ہم ناظرین کرام کے سامنے چند ایک حوالہ جات اس مضمون پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

سیرت مرقومہ سیرتِ فاروقی کے موافق تھی

امت کے اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انتظامی کاروبار حضرت فاروق اعظم کی خلافت کی طرح جاری تھا اور ان دونوں بزرگوں کی سیرت ایک دوسرے کے مشابہ تھی۔ یحییٰ بن آدم القرشی المتوفی ۳۷۰ھ نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ

” قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ تَنَا شَرِيكَ سَوْ زُبَيْدٍ كَانَ عَلِيًّا يَشْبَهُ

يَعْمَرَ لِيَعْنِي فِي السِّيَرَةِ“

”یعنی شریک نے زبید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت سے مشابہ تھی (ان کی خلافت کا کاروبار فاروقی خلافت کے انتظام کے مطابق چلتا تھا)۔

کتاب الخراج یحییٰ بن آدم، ص ۲۴ - طبع مصر
 مرید برآں اس سلسلہ میں یہ چیز بھی حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؑ کو فد میں تشریف لاتے ہیں اس وقت فرمایا کہ جن چیزوں کو حضرت عمرؓ نے سر بستہ کر دیا ہے میں ان کی کٹائش نہیں کروں گا۔
 چنانچہ شعبیؒ نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے۔

”..... ثنا ابو معاویة عن حجاج عن ابن ابي عمير عن الشعبي قال قال علي بن ابي طالب ما كنت لأجمل عقدة شداها عمر“
 مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ جب کو فد میں تشریف لاتے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگا دی ہیں اس کو نہیں کھولوں گا (یعنی جو کام عمرؓ نے سرانجام دیے ہیں ان میں میں تبدیلی نہیں کروں گا)۔

(۱) کتاب الخراج یحییٰ بن آدم، ص ۲۴ - طبع مصر
 (۲) کتاب الاموال لابن عبید قاسم بن سلام المتوفی ۲۳۲ھ ص ۲۳۲ - روایت ۸۴۸ - طبع مصر۔

(۳) (المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱۲ کتاب الفضائل طبع کراچی)

حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علیؑ کے نزدیک رشید الام تھے یعنی صحیح الراہی تھے

گزشتہ مندرجات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں کی انتظامی کارکردگی ایک دوسرے کے موافق تھی۔ حضرت شہر خدائے اپنی عملی زندگی میں حضرت فاروق اعظمؓ کے خلاف بالکل نہیں

کیا۔ یہ چیز ان کے باہمی متحد العمل ہونے کی بڑی عمدہ تصدیق و توثیق ہے۔

اب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو (معاملاتِ خلافت میں منگلی اور امور انتظامیہ میں درستگی کے پیش نظر) رشید الامر کا خطاب دیا ہے۔ جیسا کہ حوالہ جاتا ذیل میں مندرج ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں اور یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں اس کو ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمادیں۔

..... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ إِنَّ عُمَرَ كَانَ مُوقِفًا رَشِيدًا
فِي الْأُمُورِ وَاللَّهِ لَا أُعَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهُ عُمَرُ

(۱) تاریخ کبیر بخاری ج ۲ ق ۲، ص ۱۴۵ طبع دکن۔

(۲) کتاب الخراج یحییٰ ابن آدم، ص ۲۳ طبع مصر

یعنی عبدالخیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ عمرؓ بن الخطاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں درست فیصلہ کرنے والے اور صحیح معاملہ فہم تھے اللہ کی قسم جو کام عمرؓ نے کر دیے ہیں ان کو میں تبدیل نہیں کروں گا۔

چنانچہ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہوا (جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جا رہی ہے) اس وقت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو رشید الامر (یعنی ٹھیک معاملہ کرنے والا) اور صحیح الرائے کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

عن الاعمش عن صالح بن ابی الجعد قال قال كان اهل نجدان
يلغوا امر بعيين الفا وكان هؤمرا فاجتمعوا ان يميلوا على المسلمين
فتحاسدوا بينهم فالتوا عمر قالوا اتا قد تحاسدنا بيننا فاجلنا
وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كتب لهم كتابا ان
لا يجلدوا فاعتتمها عمر فاجلاهم فندموا فاتوه فقتلوا اقلنا فابى

إِنْ يُقْبِلِهِمْ فَلَمَّا رَأَىٰ عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَتَقَالُوا إِنَّا نَسْتَلِدُّ بِحِطِّ بَيْتِنَا وَ
 شَعْنَا عِنَّاكَ عِنْدَ نَبِيِّكَ إِلَّا أَقْلَتْنَا فَأَبَىٰ وَقَالَ وَحَيْكُمَا أَنْ عُمَرَ كَانَ
 رَشِيدَ الْأُمْرِ فَلَا أُعْطِي شَيْئًا صَنَعَهُ عُمَرُ قَالَ سَالِمٌ فَكَأَنَّهُ يَدُونَ
 أَنَّ عَلِيًّا لَوْ كَانَ طَاعِنًا عَلَىٰ عُمَرَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ طَعَنَ فِي أَهْلِ
 بَجْرَانَ ۝

حاصل واقعہ ہذا یہ ہے کہ

» بجزان کے عیسائی لوگ قریباً چالیس ہزار افراد تھے۔ ان کا آپس میں
 تحاسد و تعاند و مخالفت پیدا ہو گیا تھا۔ عمر بن الخطاب کی خدمت میں پہنچ کر
 انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا اس علاقہ سے اجلاء (یعنی انتقال وطن) کر
 دیا جائے۔ حضرت عمر کو مسلمانوں کے حق میں ان لوگوں سے خطرہ و خوف
 لاحق تھا (انہوں نے بہت کچھ اسلحہ اور گھوڑے جمع کر لیے تھے) امیر المؤمنین
 عمر نے اس منزعہ کو غنیمت سمجھ کر فوراً ترک وطن کا حکم دے دیا (یعنی بجزان میں
 سے ان کو بجزان عراق کی طرف منتقلی کا آرڈر کر دیا)۔

اس کے بعد ان کو اس چیز پر (از خود) ندامت ہوئی۔ پھر حضرت عمر
 کو اس حکم کی منسوخی کے لیے (دوبارہ عرض کیا) حضرت عمر نے انکار کر دیا (اس
 میں تبدیلی نہیں ہو سکتی) پھر حضرت علی المرتضیٰ (عجلتہ) نے غیب فیئفہ وقت ہوئے ہیں اس
 وقت یہ بجزان کے عیسائی حکم سابق کی منسوخی کے لیے حضرت علی کی خدمت میں
 حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ ہم آپ کو قسم دے کر کہتے ہیں کہ یہ وثیقہ (اور
 تحریر) آپ کے ہاتھوں (حنور علیہ السلام کے دور میں لکھی گئی تھی) اور آپ کی
 سفارش (ساتھ تھی) جب اس کو ہاتھ سے ازالہ کر دیا جائے (یعنی واپس لے
 لیا جائے)۔

”حضرت علیؑ نے جواباً فرمایا کہ عمر بن الخطابؓ رشتہ دار نہیں تھے (یعنی معاملہ فہم اور صحیح فیصلہ کنندہ اور درست راستے رکھنے والے تھے) میں ان کے خلاف کرنا ناپسند کرتا ہوں ان کے جاری کردہ حکم کو میں بالکل تبدیل نہیں کروں گا۔ (ناقل واقعہ ہذا) سالم بن ابی جعد کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی سیرت کے کسی معاملہ کے متعلق اگر حضرت علیؑ شاطعن و تشنیع کرنا چاہتے تو یہ اہل نجران کا مسئلہ نقد و اعتراض کے لیے بہترین موقع تھا۔ (مگر حضرت علیؑ کی طرف سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا بلکہ تائید و تصدیق ہی کی ہے۔“

یہ واقعہ حضرت علیؑ کے دور خلافت جمادی الاخریٰ ۳۷ھ میں پیش آیا تھا۔

(۱) کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ، المتوفی ۱۸۲ھ ص ۴۴، طبع مصر

(۲) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۳ھ

ص ۹۸ - روایت ۲۷۳ - طبع مصر

(۳) فتوح البلدان بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر بغدادی المتوفی ۲۴۹ھ

ص ۷۳-۷۴ - باب صلح نجران - طبع مصر -

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۱، ص ۱۲۰ - کتاب آداب النہی

باب من اجتہد من الحکام ثم تغیر اجتہاده -

(۵) کنز العمال ج ۲، ص ۳۰۳ - طبع اول دائرۃ المعارف، دکن

کتاب الجہاد من قسم الافعال فصل فی احکام المنفقہ (خراج ایہی)

(۶) الکامل لابن اثیر الجزیری، ج ۲، ص ۲۰۱، طبع مصری - باب

۱۷ نصاریٰ نجران کا یہ واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ بالا کتب میں مذکور و مزیور ہے۔ ہم نے یہاں صرف کنز العمال کے الفاظ متن میں نقل کیے ہیں۔ اہل علم کے لیے وضاحت کر دی ہے۔ دمن،

ذکر وفد نجران مع العاقب والسید۔

(۷) المصنف لابن ابی شیبہ۔ کتاب الغزوات۔
کتاب الفضائل ص ۳۲ جلد ۱۲ طبع کراچی۔

حضرت علیؑ کی کوفہ میں تشریف آوری

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؑ کی کوفہ میں تشریف آوری کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا

ہے جو صاحب اخبار الطوال (دینوری شیعی) نے اپنی کتاب ہذا میں درج کیا ہے۔

”... تَأْتُوا وَكَانَ مَقْدَمُهُ الْكُوْفَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ

كَيْدَةً خَلَّتْ مِنْ رَجَبِ سَنَةِ (س۳) وَنَبِيْلٌ لَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اَنْتَزَلَ الْقَصْرَ؟ قَالَ لِحَاجَةِ بِي فِي نُدُوْلِهِ لِاَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَبْغِضُهُ وَلَكِنِّي نَاذِلُ الرَّحِيْمَةَ، ثُمَّ اَقْبَلَ

حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْاَعْظَمَ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَ الرَّحِيْمَةَ؛

یعنی حضرت علیؑ ۱۲ رجب ۳۳ھ میں کوفہ تشریف لائے تو لوگوں نے

عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین آپ محل (یعنی قصر شامی) میں قیام فرمائیں

گے؟ فرمایا کہ مجھے وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عمر بن الخطاب

(ایسے) محلات میں قیام رکھنے کو ناپسند کرتے تھے، لیکن میں ایک عام

چبوترہ پر اتروں گا۔ پھر آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو

رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔

(الانبار الطوال لابی حنیفہ احمد بن داؤد دینوری

المتوفی ۲۸۲ھ تحت وقعہ الجبل ص ۵۲ طبع جدید)

مندرجاتِ بالا کے فوائد

۱۔ حضرت علیؑ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت کے موافق تھی۔ دونوں بزرگ باعتماد

کردار کے متحد و متفق تھے۔

۲۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کا جاری کردہ دستور العمل جاری و ساری رکھا۔ اسی کو قابل

عمل سمجھا اس میں کوئی تغیر و تبدل روا نہیں رکھا۔

۳۔ حضرت علیؑ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو اپنی خلافت کے دوران رشید الامر کے الفاظ سے

یاد فرمایا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور صحیح الرئے تھے۔ کسی کام میں بھٹکنے والے نہیں تھے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ فاروقی خلافت کا کاروبار و کارکردگی حضرت علیؑ کے نزدیک بالکل صحیح اور

قابل عمل و الاتی تقلید تھی۔ یہ ان کی شانِ انوٰت کا نمایاں و درخشاں پہلو ہے جو ہر دور میں ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔

ایک اشتباہ

مخالفین کی جانب سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ تینا عمرؓ کی شہادت کے بعد جب خلافت کا مشورہ اہل الشوریٰ کے درمیان ہونے لگا ہے اس وقت حضرت علیؑ المرتضیٰ نے عبدالرحمن بن عوف کو جواب دیتے ہوئے حضرات شیخینؓ (ابوبکر و عمرؓ) کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے نزدیک ابوبکر و عمرؓ کی سیرت قابل اعتماد نہیں اور ان کی خلافت کی کارگزاری الاتی عمل نہیں۔

الجواب

(۱)

اولاً یہ عرض ہے کہ جہاں حضرت علیؑ المرتضیٰ سے سیرتہ شیخین پر عمل کرنے سے انکار

منقول ہو ہے، وہاں اس نوع کی اور چیزیں بھی درج ہیں۔ مثلاً حضرت علی کا عبد الرحمن بن عوف سے کہنا کہ آپ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے“ وغیرہ۔ ان چیزوں کو باسناد نقل کرنے والوں میں سب سے بلند ماخذ تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری ہے۔ اس موقع پر مناقشہ نیز اور کدورت انجیز مواد طبری وغیرہ بزرگوں نے درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۳۸-۴۰، باب قصۃ شورنی۔ تحت آخر سنۃ ۲۳ھ

طبری میں یہاں بڑی طویل و عرضی روایت ذکر کی گئی ہے جس سے یہ مذکورہ مطاعن تجویز کیے جاتے ہیں۔ اس مقام کے اسناد مندرجہ کی طرف (تحقیق کے لیے) رجوع کیا گیا ہے۔ بعض رواۃ (مثلاً مسلم بن بنیہ وغیرہ) تو بحمد اللہ شعبی، کتاب، دروغ گو بزرگ پاتے گئے ہیں اور بعض دیگر (مثلاً سالم بن جنادہ و سلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت وغیرہ) مجہول الذات و مجہول الصفات نظر آئے ہیں۔ متداول رجال کی کتابوں میں باوجود کوشش کے دستیاب نہیں ہو سکے۔

اب اہل النصاب خود غور فرمائیں کہ ایسی روایات جن کے ناقلین اس قسم کے لوگ ہوں ان سے تیار کردہ مطاعن کو صحیح تسلیم کر لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ ایسی روایات سے مجوزہ اعتراضات کو درست مان لینا تو سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کے امتیاز کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ اس موقع کی روایات کے متعلق حافظ ابن کثیر کی تحقیق لائق توجہ ہے اس سے ہماری گذارشات کی انشاء اللہ تائید ہو سکے گی۔ حافظ ابن کثیر البدایہ میں تحت سنۃ ۲۳ھ اس موقع کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”... وَ مَا يَذْكُرُهُ كَثِيرٌ مِنَ الْمَوْرُخِينَ كَابْنِ جَبْرِ الْقَدِیِّ“

وَعَيْرُهُ عَنْ رَجَالٍ لَا يَعْرِفُونَ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْتٍ
 حَدَّثْتَنِي الزُّمَرِيُّ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمَخْلُفَةِ لِمَا
 ثَبَتَ فِي الصَّحَاحِ فَمَعَى مَدُّو دُكَّةً عَلَى قَائِلِيهَا وَنَاقِلِيهَا - وَالْمَطْنُونَ
 بِالصَّحَابَةِ خِلَافَ مَا يَتَوَهَّمُ كَثِيرٌ مِنَ الرَّافِضَةِ وَأَعْبِيَاءِ
 الْفُضَّاصِ الَّذِينَ لَا تَمَيُّزَ عِنْدَهُمْ بَيْنَ صَحِيحِ الْأَخْبَارِ وَضَعِيفِهَا وَ
 مُسْتَقْبِهَا وَسَقِيمِهَا وَمَبَادِهَا وَتَوْبِئِهَا وَاللَّهُ الْمَوْثِقُ لِلصَّوَابِ“

رحاصل کلام یہ ہے کہ اور وہ جنہیں جو بیشتر مؤرخین (طبری وغیرہ) نے
 ایسے راویوں سے نقل کی ہیں جن کا دستب رجال میں کچھ پتہ نہیں چلتا مثلاً
 حضرت علیؑ نے عبد الرحمن بن عوف کو کہا کہ تو نے مجھے دھوکہ میں رکھا ہے“
 وغیرہ۔ اس قسم کی جو خبریں بھی صحیح روایات کے خلاف پائی جاتی ہیں وہ نام
 کی تمام ان کے نقل کرنے والوں پر رد کر دینے کے قابل ہیں اور مردود
 ہیں (یعنی غیر مقبول ہیں)۔ اور صحابہ کرام کے ساتھ ہمارے (حسن ظن)
 کا تقاضا ان اور ہام و تحملات کے خلاف ہے جو ہریت سے رافضیوں نے اور
 قصہ گوئی لوگوں نے نقل کر دیے ہیں جن کو صحیح و غلط، قوی و ضعیف،
 درست و سقیم کی کوئی تمیز نہیں“ (البدایہ لابن کثیر، ص ۱۴۷، ج ۲ تحت سنہ ۲۳ھ)

(۳)

ثالثاً عرض ہے کہ تاریخ ابن جریر طبری میں اسی مقدمہ پر حضرت علیؑ الرضیٰ کی وہ روایت
 بھی مذکور ہے جس میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی ہریت و طریقہ کار پر عمل درآمد کرنے کی حضرت
 علیؑ نے آمادگی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ الفاظ روایت اس طرح ہیں:

..... دَعَا عَلِيًّا فَتَعَالَ عَلِيَّكَ عَمَدَ اللَّهِ وَمِيثَاقَهُ
 لَتَعْمَلَنَّ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّتِهِ سَأُؤَلِّهُ وَسِيْرَةَ الْخُلَيْفَتَيْنِ مِنْ

بَعْدِهِ قَالَ أَمْ جُوَانُ أَفْعَلٌ وَ أَعْمَلٌ بِسَبِيلِ عَلِيٍّ وَ طَاقَتِي “
 ” یعنی عبد الرحمن بن عوف نے علیؑ کو بلایا اور کہا کہ آپ کو قسم
 دے کر کہنا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت نبویؐ اور ابو بکرؓ و عمرؓ ہر دو
 خلفاء کی سیرت پر ضرور عمل کریں گے۔ اس وقت حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ
 میں اپنے وصیتِ علم کے مطابق حتی المقدور ان پر عمل کروں گا “
 تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۳، تحت سنہ ۳۳ھ
 حالات و وفات فاروق اعظم و قصہ شوریٰ طبع مصری،

(۴)

راہاً یہ چیز ہے کہ حضرت علیؑ کے شاگرد عبد خیر سے روایت ہے جس میں حضرت علیؑ کی
 جانب سے اقرار پایا گیا ہے کہ ان دونوں خلفاء حضرات کا طرز عمل اور سیرت زندگی
 سنت نبویؐ کے عین مطابق تھی۔ چنانچہ ذیل میں روایت درج کی جاتی ہے۔

” عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمُنْبُوقِ ذَكَرَ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْتَلِفَ
 الْيَدِ بِكَ فَعَمِلَ بِعَمَلِهِ وَسَارَ لِسَبِيئَتِهِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ عَمَّ اسْتِخْلَافَ
 عُمَرَ فَعَمِلَ بِعَمَلِهَا وَسَارَ لِسَبِيئَتَيْهِمَا حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ “
 (۱) مسند احمد جلد اول، منہات مرقیوی ج ۱ ص ۱۲۸
 طبع مصر معہ منتخب کتب العمال۔

(۲) کتاب مجمع الزوائد نور الدین اہلبیتی کتاب الخلفاء
 باب الخلفاء الاربعہ، ص ۱۷۶، جلد ۵۔

” یعنی عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ منبر پر کھڑے ہوئے نبی کریمؐ علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کا ذکر شروع فرما کر کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد ابو بکرؓ

خلیفہ ہوئے پس ابو بکرؓ نے حضور نبی کریمؐ کی سیرت اور کردار کے موافق عمل درآمد کیا۔ حتیٰ کہ ان کی اسی حالت پر وفات ہوئی۔ پھر عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضور علیہ السلام اور ابو بکر الصدیقؓ دونوں کی سیرت کے موافق خلافت کے امور سرانجام دیئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت پر اپنی طرف بلا لیا۔

ظاہر بات ہے کہ جب حضرت علیؓ شیخین کریمین کے کردار اور طرز زندگی کو صفتِ نبوی کے موافق و مطابق تسلیم کرتے ہیں تو انہوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کیسے کیا ہوگا؟

(۵)

خاصاً یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ عنوان چہارم میں جو مرویات درج ہوئی ہیں آپ نے ان کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ خصوصی طور پر حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ کے ایسے رشید الامز کا خطاب تجویز کرنا قوی قرینہ ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلافتِ فاروقی کے تمام انتظامی امور بالکل ٹھیک ٹھیک واقع ہوئے ہیں۔ اندر میں حالات صاف طور پر واضح ہوا کہ حضرت علیؓ نے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے سے ہرگز انکار نہیں کیا تھا۔ یہ اعتراض بالکل بے اصل ہے اور دلیلِ اعتراض سو فیصد بے بنیاد ہے۔ آخر میں گزارش کی جاتی ہے کہ اگر اس اعتراض کے دفع کے لیے مزید شیعی حوالہ جات کے ذریعہ تسلی حاصل کرنا مطلوب ہو تو حصہ صدیقی کے باب چہارم عنوان نمبر ۱ کے تحت بحثِ شیعہ کے حوالہ مذکور ہیں۔ طوالت کے لیے یہاں ان کا اعادہ نہیں کیا گیا۔ وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

(۵)

عنوانِ پنجم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اب یہ منقبت ذکر کی جاتی ہے کہ اللہ

نے حق و صداقت کی حمایت کا جذبہ حضرت عمر کو اکل طریقہ سے عطا فرمایا تھا۔ حق بات کہنا، حق کی تائید کرنا حضرت فاروق کی فطرت میں داخل تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَدِيحَهُ - یعنی اللہ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق بات کو رکھ دیا ہے اور راست چیز کو جاری فرمایا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب عمر سحر اللہ ترمذی و

ابوداؤد، ص ۵۵، الفصل الثانی طبع نور محمدی (پٹی)

ان کلمات کو پیش کرنے کے بعد مضمون سابق کی طرف عود کیا جاتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنی جگہ اس چیز میں کوئی شک محسوس نہیں کرتے تھے کہ عمر بن الخطاب کی زبان پر قدرت کی طرف سے، سکیتہ نازل ہوتی ہے اور ان کے قلب پر رغیب کی طرف سے، تسلی النفا کی جاتی ہے۔

اسی وجہ سے وہ ہر معاملہ میں امر حق کی ہی تائید کرتے تھے اور حق بات کے خلاف کچھ بھی برداشت کرنے کے لیے بالکل آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت علی کا یہ بیان مندرجہ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے ذکر کیا ہے:

۱۔ مَا كُنَّا نَبْعُدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ -

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۲۲۲ -

۲) کتاب الاموال للابی عبید القاسم بن سلام ص ۴۳ - طبع مسر

۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل تحت ما ذکر فی فضل عمر بن خطابؓ -

۲ - عَنْ عُمَرَ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ

قَالَ إِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُونَ فَحَيَّ هَلَّا بَعَثَ مَا كُنَّا نُنْكِرُ وَنَحْنُ أَصْحَابُ

رَسُولِ اللَّهِ مُتَوَّضِعُونَ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ -

(حلیۃ الاولیاء للابی نعیم اصفہانی، جلد ۴ ص ۱۵۲ - تذکرہ عمر بن مایمون الاودی)

(۳) . . . عن زهير عن اسماعيل بن ابي عبد الله عن شعيب بن علي بن ابي طالب كرم الله وجهه قال ما كنا نشك الا ان الشكينة تنطق على لسان عمر بن الله تعالى عنهما رثاء الثوري دابن عيينة وشريك وهريم واسباط و ابن السماك وسعيد بن الصلت في اخذ بن اسماعيل منكاه

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم استفہانی ج ۳ ص ۳۲۸ - ذکرہ عامر اشقی)

(۵) عن علي قال ان ذكرا الصالحون فتحى هلا بعمر ما كنا نبعده اصحاب محمد ان الشكينة تنطق على لسان عمر

(۱) مجمع الزوائد البيهقي رواه الطبراني في الاوسط واسناده حسن

باب فضائل عمر بن الخطاب، جلد ۶، ص ۶۷ - طبع مصر

(۲) مشکوة المصابيح - باب مناقب عمر بن الخطاب الفصل الثاني

بحواله رواه البيهقي في دلائل النبوة - ص ۵۵۷

(۶) - اخرج ابن مبيح في مسنده عن علي قال كنا اصحاب محمد رسول الله عليه السلام لا نشك ان الشكينة تنطق على لسان عمر

(۱) تاريخ الخلفاء، جلال الدين السيوطي سنة ۸۳۰ طبع ويلي فصل في

الاحاديث الواردة في فضله غير ما تقدم في الصيرفي

(۲) رياض النضره في مناقب العشرة المحب الطبري، ج ۱ ص ۲۱

باب فضائل ومناقب عمر بن

(۳) كنز العمال بحواله الطبراني في طس جلد ۶ - ص ۳۲۰

بحواله ابن عساکر، ج ۶ ص ۲۳۷ و ۳۷۰ طبع اول جريد بادكن

(۷) - عن زهير السوائي قال خطب علي الناس فقال من خير هذه الامم بعد نبيها قالوا انت يا امير المؤمنين قال لا بل ابو بكر ثم عمر انما كنا

تَلَقَّتْ أَنَّ السَّكِينَةَ لَتَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ“

دکنز العمال بحوالہ ابن عساکر، جلد ۶ ص ۲۳۰

طبع قدیم اول - حیدرآباد دکن

— مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہے:

کہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ جب نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو عمر بن الخطاب بطریق اولیٰ ذکر خیر کے قابل ہیں۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس بات میں کچھ شک نہیں کیا کرتے تھے کہ عمر بن الخطاب کی زبان پر سکینتہ جاری ہوتی ہے (یعنی ایسی چیز جاری ہوتی ہے جس سے نفسوں کو تسکین اور قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور قدرت کی طرف سے) حق بات کا ان کی زبان پر انقار ہوتا ہے“

— اس مسئلہ کی تائید حضرت علی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت

امیر عمرؓ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا حَمَّ اللَّهُ عُنَّكَ يَقُولُ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مَدًّا تَوَكَّلْهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ مِنْ صَدِيقٍ“ یعنی عمر پر اللہ رحم فرمائے کہ حق بات ہی کہتے ہیں اگرچہ (لوگوں کے) بیخ مٹے معلوم ہو۔ اس حق گوئی نے ان کو اس حالت میں کر دیا ہے کہ ان کا (دنیاوی) کوئی دوست نہیں رہا“

(أسد الغاب لابن اثیر خبری، ج ۲ ص ۶۵۔ تذکرہ عمر بن الخطاب)

مذکورہ مرویات کے فوائد

- ۱۔ حضرت عمرؓ کی صداقت و حقانیت کی گواہی زبان نبوت اور زبان امامت نے دی ہے۔
- ۲۔ مزید یہ واضح ہوا کہ حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی حق گوئی اور صدق بیانی کے قابل تھے اور اس کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔

- ۳ - حضرت علیؑ کے بیانات سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروقؓ کے قلب مبارک پر قدرت کی جانب سے القا ہوتا تھا اس کو سکینۃ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔
- ۴ - مندرجات ہذا سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ ایک دوسرے کے قدردان، عزت شناس اور باہمی احترام و اکرام ملحوظ رکھنے والے تھے۔

عنوانِ ششم

عنوانِ ہذا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے نزدیک حضرت فاروقؓ اعظمؓ دربارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد دوسرے نمبر پر ان کا مقام ہے اور نبی و صدیق کے بعد تمام امت سے بہترین عمر فاروقؓ ہیں۔ اس مقصود کی وضاحت کی خاطر اگرچہ ”حجاء بینہم“ حصہ اول صدیقی، باب چہارم کے فروع یازدہم و دو ازہم میں تقریباً کیا وٹن عدد روایات (ستائیس افراد سے) بیشتر حوالہ جات کے ساتھ درج کر چکے ہیں۔ تاہم یہاں ”حصہ فاروقی“ کے باب اول فصل ثانی میں تحت فروع ششم حضرت علیؑ کے گذشتہ فرمودات میں سے ۱۲ عدد یہاں ہم دوبارہ نقل کرتے ہیں تاکہ جس شخص کی نظر سے حصہ صدیقی نہیں گزرا وہ فرمودات منضوی سے محروم نہ رہ جائے اور پوری طرح مستفید ہو سکے۔ یہ ایک ضرورت کی بنا پر تکرار واقع ہو رہا ہے امید ہے ناظرین کرام ناپسند نہیں فرمائیں گے۔

روایت اول

حضرت علی الرضی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا کہ:-

”أَجِبِ النَّاسَ خَيْرَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ“

قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ عُمَرُ! وَحَشِيَّتُ أَنْ يَقُولَ عُمَانُ - قُلْتُ ثُمَّ
أَنْتَ؟ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ “

(۱) صحیح البخاری، جلد اول ص ۵۱۸۔ باب مناقب ابی بکر طبع دہلی

(۲) البروداؤد جلد ثانی، ص ۲۸۸۔ کتاب السنہ۔ باب التفضیل۔ طبع دہلی

”یعنی محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شراعت علی المرتضیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بہترین ابو بکرؓ ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ ان کے بعد کون شخص بہترین امت ہے تو جواب دیا کہ پھر عمرؓ بن الخطاب سب سے بہتر ہیں مجھے خیال ہوا کہ عمرؓ کے بعد عثمان کا نام لیں گے۔ میں نے از خود کہہ دیا کہ پھر آپ سب سے بہترین ہیں؟ تو (بطور تواضع) فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔“

ایک شبہی روایت

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ محمد بن حنفیہ کی یہ روایت اہل السنۃ کی کتابوں سے پیش کی گئی ہے جس سے حضرت علیؓ کے ہاں حضرت عمرؓ کا خیر امت ہونا ثابت ہے۔ اب اس مضمون کے مناسب ایک شبہی روایت شیعہ کتب سے پیش خدمت کی جاتی ہے۔ اس روایت میں حضرت علیؓ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو فرمان دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو کلمات خیر کے ساتھ یاد کیا کرو، ان کے حق میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو۔

— (شیعہ روایات کے موافق) اس مرتضوی فرمان کا موقعہ اس طرح ہے کہ

صغیر کے مقام میں بروز جہارم کا زار (جنگ) جاری ہے۔ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب محمد بن حنفیہ کے مقابلہ میں نکلا ہے تو ابن حنفیہ عبید اللہ کو اور حضرت عمرؓ کو سخت بُرے الفاظ کہنے لگا۔ ادھر حضرت علیؓ نے یہ سن لیا۔ آپ نے ابن حنفیہ کو خطاب کر کے فرمایا:

« فَقَالَ لَا تَذْكُرُوا آبَاءَ وَلَا تَقُلُّ فِيهِ إِلَّا خَيْرًا رَضِيَ اللَّهُ بِآبَاءِ »

» یعنی اس کے باپ کو بُرائی کے کلمات سے مت یاد کرو وادھر صرف کلمات

خیر ہی اُن کے حق میں کہو۔ اللہ اس کے باپ پر رحمت نازل فرمائے۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ معتزلی روایت

لنصرن مزاحم - ج ۱، ص ۶۲۲ - طبع بیروت -

تحت عنوان فی بعض شتاکمہ وادعیۃ عند الحرب)

حضرت علیؑ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب حضرت علیؑ کے

نزدیک بہتر کلمات اور ترجمہ و تفسیر کے الفاظ کے حقدار ہیں کسی مذمت و بُرائی کے

الفاظ سے یاد کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ قوم کے بہترین بزرگ ہیں۔ دعائیہ الفاظ ہی ان کی

شان کے مناسب ہیں۔

روایت دوم

امام بخاریؒ نے اپنی تصنیف التاریخ الکبیر خزائن فی قسم اول میں رافع کی روایت باسنہ

نقل کی ہے:

«... فَقَالَ لِرَافِعِ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا أَبَا جَعْدٍ بِمَا قَامَ أَمِيرُ

الْمُؤْمِنِينَ يُعْنِي عُنْدِي قَالَ سَمِعْتُهُ إِلَّا أُخْبِرْكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ بَعْدَ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ »

(۱) التاریخ الکبیر لامام بخاریؒ، ج ۲، ص ۲۸۰

طبع دکن - تحت رافع بن سلمہ -

(۲) السنن لابن ماجہ، باب فضائل عمرؓ، ص ۱۱

طبع عظیمی دہلی - از عبد اللہ بن سلمہ -

”حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں نے رافع راہو الجعد سے دریافت کیا کہ علی المرتضیٰ امیر المؤمنین نے کیا خطاب کیا ہے تو رافع نے جواب دیا کہ میں نے سنا امیر المؤمنین نے فرمایا کہ خبردار لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین اُبُو بکر ہیں۔ ان کے بعد عمر بن الخطاب ہیں۔“

روایت سوم

”..... عبد الملك بن سلع عن عبد خير قال سمعت علياً يقول قبض النبي صلى الله عليه وسلم على خير ما قبض عليه نبي من الأنبياء وانشى عليك صلى الله عليه وسلم ثم استخلف أبو بكر فعمل بعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم واستتبه ثم قبض أبو بكر على خير ما قبض عليه أحد كان خير هذه الأمة بعد نبيها ثم استخلف عمر فعمل بعملها واستتبهما ثم قبض على خير ما قبض عليه أحد فكان خير هذه الأمة بعد نبيها ولبعد أبي بكر“

(۱) المصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۴ ص ۸۸۷ - علی بیرونی حیدرآباد

باب ماجاء فی خلافة ابی بکرؓ

(۲) مسند امام احمد، ج ۱ ص ۲۸۸ مسندات علی المرتضیٰ، مع

مختب کتبر طبع مصر -

(۳) کتبر احوال، ج ۶، ص ۳۶۹ بحوالہ ذکرش، باب

فصل الشیخین ابی بکرؓ وعمرؓ طبع قیوم

حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال بہتر و خیر حالت پر ہوا جس طرح ایک نبی کا دل بہترین حالت میں ہوتا ہے پھر ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے پس انہوں نے نبی کے طریقہ اور سنت کے مطابق عمل در آمد کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے۔ وہ اس امت کے نبی کے بعد بہترین شخص تھے۔ پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ عمرؓ نے نبی کریمؐ اور ابو بکرؓ کے طریقہ کار کے موافق عمل کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے اور وہ نبی کریمؐ اور ابو بکرؓ کے بعد تمام امت سے بہتر آدمی تھے۔“

روایت چہارم

مسند امام احمد میں منقول ہے:

”..... عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ قَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرَوُ إِنَّا قَدْ أَحَدْنَا بَعْدَهُمْ أَحَدَانَا يُعْقِنِي اللَّهُ تَعَالَى فِيهَا مَا شَاءَ“

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۱۵۔ مسند ابی علیؑ مع منتخب کنز)

یعنی عبد خیرؓ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے (ایک دفعہ) کھڑے ہو کر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین آدمی ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ان کے بعد ہم سے کئی جدید چیزیں صادر ہوئیں۔ اللہ ان کے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔“

روایت پنجم

مسند احمد میں درج ہے کہ:

”..... عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو حَجِيْقَةَ الَّذِي كَانَ عَلِيًّا

يُسَبِّحُهُ وَهَبَ الْخَيْرَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ يَا أَبَا جَحِيْفَةَ أَلَا أُخْبِرُكَ
بِأَفْضَلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ وَلَمْ أَكُنْ أَعْلَمُ
أَنَّ أَحَدًا أَفْضَلَ مِنْهُ قَالَ أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ
وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ وَبَعْدَهُمَا ثَلَاثٌ لَمْ يُسَمِّهِ ۝

(مسند امام احمد، مسند حضرت علی، ج ۱ ص ۱۰۶۔ طبع مصر)

یعنی وہب الخیر الرحمنیہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے (براہ راست)

ذکر کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد جو شخص افضل امت ہے میں اس کی مجھے خبر نہ دوں؟ میں نے عرض
کیا کہ جی ہاں فرمائیے! اور میرا یہ خیال تھا کہ کوئی شخص امت میں حضرت علی رضی
اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ تو علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ نبی کے بعد اس امت میں سب
افضل ابو بکر ہیں اور ابو بکر کے بعد عمر بن الخطاب افضل ہیں۔ ان کے بعد
تیسرا شخص ہے جس کا نام (اس وقت) نہیں ذکر فرمایا۔

روایت ششم

ابو نعیم اصفہانی نے علیہ الاولیاء جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں ذکر کیا ہے کہ:

«... ثنا شعبۃ عن الحكم عن عبد خير قال قال قام علي
المسیر فقال ألا خير لكم بخير هذه الأمة بعد نبيها؟ قالوا بلى!
قال أبو بكر ثم سكت سكتة ثم قال ألا خير لكم بخير هذه الأمة
بعد أبي بكر؟ ثم سكت»

(علیہ الاولیاء ابوالنعیم اصفہانی المتوفی ۳۳۰ھ)

جلد ۷، ص ۱۹۹۔ تذکرہ شعبہ۔ طبع مصر

”یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو نبی کے بعد تمام امت سے بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ابو بکر ہیں پھر آپ نے قبیل سی خاموشی کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اطلاع نہ دوں کہ ابو بکر کے بعد بہترین امت کون فرد ہیں؟ وہ عمر ہیں“

روایت ہفتم

”... عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ حَدِيثًا عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ فَلَقِيْتَهُ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ“
(۱) حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اسفہانی متوفی ۴۳۰ھ

جلد ۷ ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبان حجاج

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، تذکرہ عمر بن الخطاب

ج ۲، ص ۴۵۶ - معاصم ابن حجر - طبع مصر

خلاصہ یہ ہے کہ عبد خیر نے حضرت علیؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ابو بکر الصدیق ہیں۔ ان کے بعد سب سے بہتر عمر بن الخطاب ہیں۔“

روایت ہشتم

”... عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَحِيْفَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ خَيْرُ هَذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُهُمْ بَعْدَ“

أَبِي بَكْرٍ عُمَرُو كَوَشِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الثَّلَاثَ بِسَمَائِيَّتٍ صَحِيحٌ مَشْهُودٌ
مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ

(علیہ الاولیاء اصنفہانی، ج ۷، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ بن حجاج)

» یعنی شعبہ حکم سے نقل کرتا ہے حکم نے ابو جحیفہ سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبی کے بعد اس امت کے اچھے شخص ابو بکرؓ ہیں اور ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ سے اچھے ہیں۔ اگر میں تیسرے شخص کا نام ذکر کروں تو کر سکتا ہوں «

روایت نہم

تذکرۃ الحفاظ فریبی میں مذکور ہے:

..... ثنا سنیان عن ابی اسحاق عن عبد خیر عن علی قال
خیر ہذا الامۃ بعد نبیہا صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ وعمرؓ

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی تحت تذکرۃ السمان الحافظ الجبیر جلد ۳ ص ۳۱)

طبع دکن - ج ۳ ص ۱۱۲۳، طبع بیروت، مرتبہ رابعہ

مطلب یہ ہے کہ ابواسحاق نے عبد خیر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے بعد اس امت کے بہترین آدمی ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں «

نوٹ: اب ذیل میں حضرت علیؑ کا وہ فرمان نقل کیا جاتا ہے جس میں انہر نے اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے پر وعید شدید کی ہے اور سخت تنبیہ فرمائی ہے۔

روایت دہم

ابن عبد البر نے "استیعاب" (تذکرہ صدیق اکبر) میں باسند روایت حضرت علی سے نقل کی ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔

..... "عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْحَجَلِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ لَا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى ابْنِي
بِكُرٍّ وَعُمَرَ إِلَّا جَدَّدْتُ لَهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي" "

(۱) الاستیعاب جلد ثانی مع اصحابہ، ج ۲ ص ۲۴۴۔ تذکرہ صدیق اکبر
(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۱۔ بحوالہ ابن ابی حاتم وغیرہ فی فضائل
الصحابہ۔ طبع اول دکن۔

یعنی حکم بن حجل کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابو بکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی سزا دوں گا (جو اتنی دُڑے ہوتی ہے)۔

روایت یازدہم

حنفی علماء کے امام ابو یوسف نے اپنے شیخ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی تصنیف کتاب الآثار میں مکمل سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ سے روایت درج کی ہے ملاحظہ فرمادیں:-

مَا قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ رَجُلًا آتَى عَلِيًّا
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا خَيْرًا مِنْكَ فَقَالَ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا قَالَ هَلْ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ؟
قَالَ لَا قَالَ لَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّيْتِ
عُنُقَكَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَأَوْجَعْتُكَ

عُقُوبَةُ

(۱) کتاب آثار الامام (ابی یوسفؒ) ص ۲۰۷۔ نمبر روایت ۹۲۴
 طبع مجلہ انبیا، معارف النعمانیۃ حیدرآباد دکن۔
 ۲۱، فضائل ابی بکر اسدین لدبی طالب العشاری ص ۸، معہ شرح
 تلامذات بخاری۔

۳۱، کنز العمال بحوالہ العشاری ج ۶ ص ۳۷۰، طبع اول دکن
 تحت فضل الشیخین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

» یعنی امام البرزینیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علیؑ کی خدمت میں
 آکر کہنے لگا کہ میں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو حضرت علیؑ نے اس کو
 فرمایا کہ تو نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے ؟ اس نے کہا نہیں
 پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تو نے ابو بکرؓ کو دیکھا ہے ؟ اس نے عرض کیا
 کہ نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو بتلا تا کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا ہے تو
 میں تیری گردن اڑا دیتا اور اگر تو بیان کرتا کہ میں نے ابو بکرؓ کو دیکھا ہے تو
 میں تجھے دروناک سزا دیتا۔

روایت دیوانہ دم

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان، جلد ثالث، عبد اللہ بن سبا کے تذکرہ میں
 نرت علیؑ کی یہ روایت باسناد ذکر کی ہے :-

« . . . عَنْ زَيْدِ بْنِ رَهْبٍ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ عَقْلَةَ دَخَلَ عَلَى عَلِيٍّ

فِي أَمَارَتِهِ فَقَالَ إِنِّي مَرَرْتُ بِبَقْرِيذِ كُرُونَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَدُونَ

أَنَّكَ تَصْبِرُ لَهُمَا مِثْلُ ذَلِكَ مِنْهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَبَا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ

أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ ذَا بَيْتِكَ فَقَالَ عَلِيُّ مَالِي وَلِهَذَا الْحَبِيثُ الْأَسْوَدُ ثُمَّ قَالَ
مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أُضْمِرَ لَكُمْ إِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيلَ ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ سَبَا فَسَيَّرَهُ إِلَى الْمَدَائِنِ وَقَالَ لَا يُبَايِعُنِي فِي بَيْتِي أَبَدًا ثُمَّ نَهَضَ إِلَى
الْمَنْبَرِ حَتَّى اجْتَمَعَ النَّاسُ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فِي ثَنَائِهِ عَلَيْهِمَا بِطَوْلِهِ وَفِي
آخِرِهِ إِلَّا لَا يُبَدِّلُ عَنِّي عَنْ أَحَدٍ يُفَضِّلُنِي عَلَيْهِمَا إِلَّا جَلَدْتُه حَدَّ الْمُفْتَرِي =

” خلاصہ یہ ہے کہ سوزید بن غنم نے حضرت علیؑ کے ہاں ان کی خلافت کے دوران

میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک جماعت کے ہاں میرا گزربٹوا ہے وہ البرکبر و عمر کی
(عیب چینی اور تفتیس) ذکر کر رہے تھے اور وہ لوگ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ آپ
بھی اپنے دل میں ان کے متعلق اسی طرح بدگمانی رکھتے ہیں۔ اس جماعت میں
عبداللہ بن سبا ہے۔

اور ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے شیخین (البرکبر و عمر) کے حق میں
بدگمانی کا اظہار کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرا اور اس سیاہ خبیث
کا کیا تعلق ہے؟ اور اس سے میرا کیا واسطہ ہے؟ پھر فرمایا معاذ اللہ کہ میں
ان دونوں کے متعلق حسن ظنی کے بغیر کسی چیز کو دل میں جگہ دوں پھر ابن سبا کی
طرف آدمی بھیجا کہ اس کو شہر مدائن کی طرف نکال دیا جائے یعنی جلا وطن کر دیا جائے،
اور یہ شخص ہمارے شہر میں مقیم نہ رہے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ منبر پر تشریف لائے۔ سامعین جمع ہو گئے،
آپ نے البرکبر و عمر کے حق میں ثناء جمیل ذکر کی اور ان کی فضیلت میں بڑا طویل بیان
فرمایا۔ اس خطبہ کے آخر میں اعلان کیا کہ جو شخص البرکبر و عمر پر مجھے فضیلت
دے گا اور ان سے مجھے افضل قرار دے گا میں اس شخص پر مفری (اور
کذاب) کی حد جاری کروں گا یعنی اتنی دُورہ لگانے کا حکم صادر کروں گا۔

ایک وضاحت

عبداللہ بن سبا یہودی کے متعلق مذکورہ روایت میں درج ہوا ہے کہ حضرت علیؑ نے اس کو مدائن شہر کی طرف کو فہ سے نکال دیا تھا یعنی شہر بدر کر دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ ابن سبا کی ابتدائی کارستانیوں کا دور ہے جب اس کا گراما نہ پر دو گنڈا زیادہ ہو گیا اور حُبِ اہل بیت کے عنوان کے تحت اس کی تحریکِ ضلالت تیز تر ہو گئی تو حضرت علیؑ نے بھی گرفت شدید کر دی۔ آخر کار اس کو اور اس کے ہمناؤ مجتہدین کو آگ میں جلوا دیا۔ اور ان غالیوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں فرمائی تھی۔ ملاحظہ ہو:

(۱) سان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد سوم تذکرہ عبداللہ بن سبا۔

(۲) رجال کثی تذکرہ عبداللہ بن سبا (ثبیبہ)

(۳) نخفۃ الاحباب شیخ عباس القمی تذکرہ عبداللہ بن سبا (ثبیبہ)

دوازده روایات کے فوائد

(۱)

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بعد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت سے افضل ترین شیخین (ابوبکر الصدیقؓ و عمر فاروقؓ) ہیں۔

(۲)

اور جب شخص اس ارشادِ تصوی کے موافق عقیدہ نہ رکھے گا وہ حضرت علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق مجرم ہے اور قابلِ سزا مجرم ہے۔ سزا مندرجہ روایات میں مذکور ہو چکی ہے اور وہ اتنی دُر سے ہے۔

(۳)

سببہ سنی کتابوں میں علی الاعلان حضرت علیؑ کا فرمان ہو رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و

حضرت عمرؓ صاحبِ خیر ہیں ان کو خیر کے ساتھ ہی یاد کرو۔

(۴)

مندرجہ بالا تمام واقعات اور روایات صاف بتلا رہی ہیں کہ ان بزرگانِ دین دابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرہم کے درمیان باہمی مودت و محبت ہے، دوستی و آشنائی ہے۔ ہم آہنگی و ہم نوائی ہے۔

ایک اہم تشبیہ

قارئینِ کرام کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ تفریقِ بین المسلمین کی تحریک کا اول موجد و بانی عبداللہ بن سبا یہودی النسل ہے۔ اس کا تذکرہ و ترجمہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ دہشتی دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے۔ شیعہ کتابوں مثلاً رجال کشی وغیرہ دو چہارم صدی ہجری کی تصنیف ہے) سے لے کر اس آخری دور (چودھویں صدی) مثلاً صاحبِ تحفۃ الاحباب، شیخ عباس قمی تک تمام شیعہ علماء و مجتہدین نے اس کے احوال درج کیے ہیں۔ اس مسئلہ میں کسی بحث و مناظرہ کی حاجت نہیں ہے۔ ان کی اپنی کتابوں میں ان کے اپنے محقق علماء کی تصانیف میں ابن سبا کے ترجمہ کا مسئلہ درج ہے۔ اہل علم راجوع فرما کر تسلی و تسفی کر سکتے ہیں۔

اب اس دور کے آخر میں پہنچ کر عبداللہ بن سبا مذکور کے حامیوں نے اس پر وارثانہ اعتراضات سے جان بچانے کے لیے یہ سیکم چلاتی ہے کہ عبداللہ بن سبا کا نام بالکل فرضی ہے اس نام کا کوئی آدمی یہودی النسل نہ تھا، نہ وہ مسلمان ہوا نہ اس نے حُب اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر تفریق کی بنیاد قائم کی، وغیرہ۔ اسی کا نام ہے کہ

”نہ رہے بانس نہ بچے بانسری“

— شیعہ کی تراجم کی مشہور کتاب ”رجال کشی“ اب نازہ ترین طبع ہو کر طہران سے آئی ہے

اس میں عبداللہ بن سباء کا جہاں تذکرہ ہے اس مقام کے حواشی میں اس کے فرضی وجود کا مسئلہ درج فرمایا گیا ہے اور جن جن حضرات نے اس جدید تخریق اور نرالی ریسرچ پر خامہ فرسائی فرمائی ہے ان کے اسماء گرامی یہ لکھے ہیں: ایک سید مرتضیٰ العسکری - دوسرے ایٹخ عبداللہ السبئی - تیسرے ڈاکٹر طہ حسین نامینا بزرگ ہیں۔

اب انشاء اللہ انکار شخصیت کی اس تحریک کو بہت جلد فروغ دیا جائے گا۔ دین، قوم، ملت کے خیر خواہ افراد نیز ترطر لقیوں سے نشر و اشاعت فرمائیں گے۔

— اس مسئلہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ کو کھڑا کر کے باقی تین لڑکیوں کی شخصیت کا انکار کر دیا ہے اور یہ مسئلہ بہت تیزی سے قوم میں پھیلا گیا ہے۔ حالانکہ واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ اہل سنت بلکہ تمام اہل تاریخ کے ہاں حضور کی چار صاحبزادیاں ایک مسئلہ حقیقت ہیں، جس میں کسی شبہ و اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور شیعہ کتب میں بھی صحیح ترین قول و راجح قول و قابل قبول چار صاحبزادوں کا ہی ہے۔ ایک صاحبزادی کے قول کو خود ان کے مجتہدین (ملا باقر مجلسی وغیرہ نے) رد کر دیا ہوا ہے اور یہ فیصلہ کب کا طے شدہ ہے (ملاحظہ ہو حیات العلویہ قوم ملا باقر حجت اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)۔

— اب ابن سباء مذکور کے وجود کے انکار کا مسئلہ بھی اسی طرح اٹھایا جا رہا ہے اس صدی سے قبل غالباً کسی فرد نے بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا۔

— اس سلسلہ کے آخر میں اگر ہم اتنی گزارش کریں تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ ان خیر خواہان ملت کو چاہیے کہ جن جن لوگوں کے ذریعہ کسی وجہ سے اعتراض قائم ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے ان کے وجود کا انکار کرتے چلے جاتیں مثلاً محمد بن حنفیہ کا انکار کر دینا چاہیے۔ یہ ابو بکر الصدیق کے دور کی عطا فرمودہ لڑائی سے حضرت علیؑ کا لڑکا تھا۔ اسی طرح عمر بن علی المرتضیٰؑ کا انکار کرنا چاہیے اس لیے کہ ایک نواس کا امام عمرؓ ہے جو خلیفہ ثانی کا ہم نام ہے، دوسرا اس کی ماں

والصالحی حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے دور کی عطا کردہ ہے۔ نیز اسی طرح اتم کلمتوم و حضرت علی المرتضیٰؓ جو حضرت فاطمہؓ سے ہے اور اس کی شادی دنکاح حضرت عمرؓ سے ہوا۔ اس کے وجود کا انکا کر دینا چاہیے اور بر بلا کہہ دیا جائے کہ اتم کلمتوم مذکورہ ایک فرضی وجود ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ علیؓ انذا القیاس یہ سب کے سب وجود فرضی تھے ان کے نام کا کوئی شخص نہ تھا۔ اس قسم کے بہت سے افراد فرضی بنائے جاسکتے ہیں۔

اگر انہی چیزوں کا نام تحقیق و ریسرچ ہے تو ماشاء اللہ مذہب و ملت کے نشانات جلد ختم ہو جائیں گے اور حق و باطل کی تمیز، صدق و کذب کا فرق، راستی و دروغ کا امتیاز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور انصاف اور عدم انصاف کے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان دعائیہ کلمات پر ہم اس تنبیہ کو ختم کرتے ہیں۔

عنوان منقح

عنوان ہذا میں شیخین حضراتؓ کی دو فضیلتیں یہاں درج کی جاتی ہیں جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔ پہلی یہ چیز ہے کہ حضرت ابو بکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ دونوں بزرگ تمام امت سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے مندرجہ روایات ملاحظہ فرمادیں:

(۱) ... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ صَاحِبِ لِيَاءِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ
 إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ
 فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ؟ قَالَ إِي وَالَّذِي
 خَلَقَ الْجَنَّةَ وَبَدَأَ النَّسَمَةَ لِيَدْخُلَانِهَا قَبْلِي - الخ

(۱) کتاب الکئی والاسماء للشیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد

الدولابی، المتوفی ۳۳ھ، ج ۱ ص ۱۲۰ تحت کفیت
 ابی بکر من التابعین ومن بعدهم - طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجزری
انقرشی، المتوفی ۹۷۷ھ۔ باب الحادی والغزوان ص ۲۳ طبع مصر
(۳) انزالہ الخفا عن خلافة الخلفاء از مولانا شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی، المتوفی ۱۱۷۶ھ بحوالہ ابی القاسم، جلد اول
ص ۶۸ و ۳۱۷۔ طبع اول قدیم بریلی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس امت
میں سے اول اول جنت میں داخل ہونے والے ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ایک شخص نے
کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں داخل ہونگے؟
تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا ہے اور
روح کو تخلیق کیا ہے، یقیناً ابو بکرؓ و عمرؓ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

دوسری یہ چیز ہے

کہ یہ دونوں بزرگ (امت کے) پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہونگے۔ یہ مسئلہ حضرت
علیؓ نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مقامات
قابل التفات ہیں، رجوع فرمادیں۔

..... عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ
كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَلَعَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا رِيسُ أَهْلِ
الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَالْمُرْسَلِينَ يَا عَلِيُّ لَا تُخَابِرُ
هُمَا

(۱) ترمذی شریف، جلد ثانی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکرؓ۔
ص ۲۶۶ طبع کتب خانہ

حضرت علیؑ کی یہ روایت مرفوعاً مندرجہ ذیل علماء حدیث نے اپنی اپنی سند کے ساتھ درج کی ہے۔ تطویل و اطناب سے اجتناب کے لیے یہاں صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے، (اہل علم و رجوع فرمائیں گے۔ مزید تفصیل حصہ اول صدیقی باب چہارم میں گزر چکی ہے۔

(۲) مسند امام احمد ص ۹۰ جلد اول، مسند ابی علیؑ (حسن عن علیؑ)

(۳) السنن لابن ماجہ۔ باب فضل ابی بکرؓ (الحارث عن علیؑ)

(۴) کتاب الکنی جلد ثانی (دلدولابی)، باب احسن، ج ۲ ص ۲۰۰ عن زر

عن علیؑ۔

(۵) مسند ابی یعلیٰ۔ مسند ابی علیؑ۔ ج ۱ ص ۵، اعلیٰ نسخہ

درگاہ شریف پیر گوٹھ (سندھ)۔ (عن اشعبی عن علیؑ)

خلاصہ روایات

یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگہاں سامنے سے ابو بکرؓ و عمرؓ تشریف لائے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا تمام نچتر عمر کے جنتیوں کے یہ دو دنوں سردار ہونگے (فی الحال) ان کو اس کی اطلاع نہ کرنا۔

معلوم ہوا کہ

— حضرت علیؑ کے نزدیک بھی شیخینؓ تمام اہل جنت کے (بغیر انبیاء کے) سردار ہوں گے۔

— اور ان کا جنت میں دخول بھی تمام لوگوں سے پہلے ہوگا۔ یہ حضرت علیؑ کے عمر مودات ہیں۔ حق و

انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی قدر دانی کی جائے اور ان کو بدل و جان تسلیم کیا جائے۔

عنوان ہشتم

اب اس عنوان میں حضرت عمرؓ کی فضیلت و منقبت اور ان کی خلافت کی حقیقت

و صداقت جو حضرت علی المرتضیٰؑ کے کلام میں مذکور ہے اور نبیؐ کے خطبات اور اس کی شرویح وغیرہ کی تشریحات نے اس کو بیان کیا ہے کبھی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ذیل میں ایک ترتیب کے ساتھ صرف مرتضوی فرمودات (شیعہ کتابوں) سے منقول ہو کر پیش خدمت ہوتے ہیں، ملاحظہ فرمادیں۔

ان مندرجات سے ہر دو بندہ رگواروں کا ایک دوسرے کے حق میں حُسنِ ظن اور تہنیک رکھنا، ارادت و عقیدت کا اظہار کرنا، صداقت و حقانیت کا اقرار کرنا ثابت ہوتا ہے۔ انصاف شرط ہے۔

(۱)

نبیؐ البلاغہ باب الختار من حکمہ ومواعظہ علیہ السلام کے آخر میں حضرت علیؑ کا فرمان لکھا ہے۔
 ”وَدَلِيهِمْ وَالِ فَا قَامَ وَاسْتَقَامَ حَتَّى ضَرَبَ الدِّينُ بِجِدَارِهِ الْمُنْقُولُ أَنَّ الْوَالِيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمَعْرِبُهُ بِجِدَارِهِ كِنَايَةٌ بِالْوَصْفِ الْمُسْتَعَارِ عَنِ اسْتِقْوَارِهِ وَتَمَكُّنِهِ كَتَمَكُنِ الْبُعَيْرِ الْبَارِكِ مِنَ الْأَرْضِ... الخ

یعنی (عمر بن الخطاب) مسلمانوں کے والی ہوتے۔ پس انہوں نے دین کو قائم کیا اور خود دین پر مستقیم رہے، حتیٰ کہ دین ٹھیک طرح قائم ہو گیا جس طرح کہ شتر زمین پر گردن رکھ کر (استراحت کے لیے) ٹھیک طرح بیٹھ جاتا ہے۔“

(۱) شرح نبیؐ البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم الجرجانی

المتوفی ۶۷۹ھ۔ باب الختار من حکمہ ومواعظہ علیہ السلام

طبع قدیم ایرانی، ج ۴ ص ۶۳۲ و طبع جدید طہرانی، ج ۳ ص ۱۰۱۔

(۲) الدرۃ الجنیۃ (شرح نبیؐ البلاغہ) ص ۹۳ طبع قدیم ایرانی۔

آخرباب الموعظہ والحکم الخ۔ تالیف شیخ ابراہیم بن حاجی

حسین الدنبلی۔ تالیف شرح اہل سلسلہ ۱۲۹ھ

(۲)

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط جو ابوسلم الخولانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کو فرمایا لایا تھا اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کلام پیش کیا جاتا ہے اس میں خلیفہ اول ابوبکر صدیق اور خلیفہ ثانی عمر فاروق کی عظمت و فضیلت کا اقرار و اشکات الفاظ میں کیا گیا ہے پہلے عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ اس کے بعد اس سے فوائد و نتائج خود مرتب فرمادیں۔

..... فَكَانَ أَفْضَلَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَأَنْصَحْتَهُمْ لِلَّهِ
وَلِرَسُولِهِ الْخَلِيفَةُ الصِّدِّيقُ ثُمَّ خَلِيفَةُ الْخَلِيفَةِ الْفَارُوقُ وَلِعَمْرِي
أَنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ كَعَظِيمِ وَأَنَّ الْمَصَابَ بِهِمَا لَجُحُوحٍ فِي الْإِسْلَامِ
شَدِيدٌ فَرَحِمَهُمَا اللَّهُ وَحَبَّذَا هُمَا بِأَحْسَنِ مَا عَمِلَا ۝

حاصل یہ ہے کہ اے معاویہ جیسا کہ تم نے بیان کیا بلاشک اسلام میں سب سے افضل اور اللہ و رسول کے ساتھ خلوص رکھنے میں سب سے بڑھ کر خلیفہ صدیق تھے پھر خلیفہ کے خلیفہ فاروق تھے مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ اسلام میں ان دونوں کا مرتبہ عظیم ہے اور ان کی فورتیگی کی وجہ سے اسلام کو سخت زخم پہنچا ہے۔ اللہ کریم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کو ان کے اعمال کا عمدہ بدلہ نصیب فرمائے۔

(۱) شرح بیج البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی

المتوفی ۶۹۹ھ فی کتاب کتبہ علیہ السلام الی معاویہ

بن ابی سفیان - طبع قدیم ایرانی، ج ۳، ص ۴۸۶، طبع

جدید طہرانی، ج ۴، ص ۲۶۲ تحت خطبہ ۱

(۲) کتاب تاریخ التواریخ از مرزا محمد تقی سنان الملک سپہر کا شانی۔

المتوفی ۱۲۹۴ھ، جلد سوم از کتاب دوم المعروف بہ کتاب صفین

از کتب امیر المؤمنین علیہ السلام - ص ۱۶۱ -

(۳)

یہ حضرت علیؑ کا کلام نبیؐ البلاغہ میں مذکور ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے عشرت فضائل و کمالات حضرت علیؑ نے بیان فرمائے ہیں۔ بڑا قیمتی خطبہ ہے۔ اس کو بار بار ملاحظہ فرمادیں اور ایمان تازہ کریں :-

... بِاللهِ يَلَادُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْأَوْدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَخَلَعَ الْعَيْتَةَ
وَأَقَامَ السَّنَةَ ذَهَبَ نَعْيِ التَّوْبِ قَلِيلِ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَ
سَبَقَتْ سَرَّهَا آدَى إِلَى اللَّهِ طَاعَتَهُ وَالْتِقَاءَ بِحَقِّهِ الخ :-

نبیؐ البلاغہ طبع مصری ج ۱ ص ۴۵۴ طبع دیگر ج ۲ ص ۲۲۹ خطبہ ۲۲۳

ابن ابی الحدید شیعہ معتزلی نے اس کلام کے تحت لکھا ہے کہ :

هَذِهِ الصِّفَاتُ إِذَا تَأَمَّنَّا الْمُنْصِيفُ وَإِمَا طَعَنَ نَفْسِهِ الْهُوَلَى
عَلِمَ أَنَّ أَمِيرًا لِمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَكَ يَنْبَغُ بِهَا الْأَعْمُورُ :-

شرح نبیؐ البلاغہ لابن الحدید، المتوفى ۶۵۶ھ

طبع قدیم ایرانی، ج ۱۲ ص ۴۹ طبع برتی، ج ۳ ص ۱۳۵

ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح نبیؐ البلاغہ میں تشریح کی ہے کہ الْمُنْقُولُ أَنَّ الْمُدَاكَ
بِفُلَانٍ عَمَّرُ الخ :- اسی طرح دوسرے جغیہ میں لکھا ہے کہ فُلَانٌ سَعَى مُرَادٌ عَمَّرُ ہے، یہی منقول چلا
آتا ہے۔ اگرچہ شیعہ علماء و شیعہ شراح نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ بھی اس فُلَانٌ سے مراد لیا ہے۔
اب مذکورہ مندرجہ کلام مضموری کی تشریح پہلے فارسی میں شیعہ شراح سے نقل کر کے
درج کی جاتی ہے پھر اردو میں حاصل ترجمہ ذکر کیا جاتے گا شیعہ مجتہد فیض الاسلام سید علی نقی
اپنی فارسی شرح میں اس کا مطلب بالفاظ ذیل لکھتے ہیں :-

«خدا شہر ہاتے فُلَان (عمر بن الخطاب)، رابرت دہد و نگاہدارد کہ کجی

را راست نمود و بیاری را صلحہ کرد و سنت را برپا داشت (احکام پیغمبر را

اجرا نمود) و تباہ کاری را پشت سر انداخت (در زمان اُدفتنہ رُوندای پاک
جامہ و کم عیب از دنیا رفت نیکوئی خلافت را دریافت و از شر آں پستی
گرفت، طاعتِ خدا را بجا آورده از نافرمانی او پرہیز کردہ حقش را ادا نمود“
ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغہ از سید علی نقی فیض الاسلام

طبع طهران، جلد ۴، ص ۷۱۲)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں فلاں شخص (یعنی عمر بن الخطابؓ)
کے شہرول میں خدا برکت دے اور ان کو محفوظ رکھے جس نے کجی کو درست کیا اور
بیماری کا علاج کیا اور سنت طریقہ کو جاری کیا اور فتنے کے اُمور کو پس پشت
ڈال دیا۔ اس عالم سے پاک و امن ہو کر گیا، کم عیوب کے ساتھ خست ہوا۔
اس نے خلافت کی تخریبوں کو پایا اور اس کے شرور اور بُرائیوں سے پہلے چلا گیا۔
اور اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو بجالایا اور اس کے حق کو ادا کیا؟

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن ابی حدیدہ شیعہ و معتزلی،
المتوفی ۶۵۶ھ، ج ۱۲، ص ۲۹ طبع قدیم ایرانی
ج ۳، ص ۱۳۲ - طبع بیروت -

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن مثنیٰ بحرانی اشعہ المتوفی
۶۶۹ھ، ج ۲۶، ص ۴۱۳ طبع قدیم ایرانی - طبع جدید
طهرانی، ص ۹۶-۹۷، جلد چہارم خطبہ ۲۱۹ -

(۳) الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ شیخ ابراہیم بن حاجی
حسین اشعہ ص ۲۵۷ - طبع قدیم ایران -

(۴) شرح نہج البلاغہ فارسی از فیض الاسلام علی نقی،
ج ۳، ص ۷۱۲ - طبع ایران -

حضرت علیؑ کے مندرجہ بالا خطبات و کلمات کے فوائد و ثمرات ذیل برآمد ہوتے ہیں
یہ دس عدد ہیں :-

- ۱ - حضرت عمرو بن کے معاملے میں صاحبِ انتقامت تھے ان کے کام میں کبھی نہ تھی۔
 - ۲ - امراضِ نفسانیہ کا انہوں نے علاج اور مداوا کیا تھا۔
 - ۳ - سُنّتِ طریقیہ کو اپنے لوازمات کے ساتھ جاری رکھا (جوان کے تقویٰ و دیانتداری کی گواہی ہے)۔
 - ۴ - حُسنِ تدبیر کی بنا پر فسادات و فتن میں نہیں پڑے ان سے قبل ہی خصمت ہو گئے۔
 - ۵ - مذمتوں کی سیل سے ان کا دامن صاف رہا۔ (جوان کی صداقت و حقانیت کی نشانی ہے)۔
 - ۶ - اور عیوب و نقائص میں بہت کم ملوث ہوئے۔
 - ۷ - انہوں نے خلافت کی خیر یعنی عدل و انصاف کو حاصل کیا اور اس کے شر اور فتنوں سے سبقت کی۔
 - ۸ - اللہ تعالیٰ کی مکتفہ اطاعت کی۔
 - ۹ - خدا کی گرفت سے پوری طرح خوف کیا۔
 - ۱۰ - انہوں نے سفرِ آخرت اُس وقت اختیار کیا جب لوگ مختلف حالات میں مبتلا تھے۔
- ناظرینِ کرام کو حق و صداقت کا واسطہ دے کر دعوتِ غور و فکر دی جاتی ہے۔ ان بیانات کو بار بار ملاحظہ فرمادیں اور مقصد کتابِ انہا کی تائید و تصویب فرمادیں۔

عنوانِ نہم

باب اول میں دو فصل تھے، پھر فصلِ ثانی میں متعدد عنوانات کی شکل میں مختلف

فضائل و مکارمِ فاروقی بزبانِ مرتضوی ذکر ہو رہے تھے۔ اب ان عنوانات میں سے آخری عنوان درج کیا جاتا ہے۔ اس میں حضرت عمر ادا بن عمرؓ کی زبانی حضرت علیؓ کے گونا گونے ملاحظہ و مراتب ذکر کیے جاتے ہیں (جیسا کہ عنوانِ مذکور میں حضرت علیؓ کی زبانی فاروقی درجات و مقامات نقل ہو چکے ہیں)۔

عنوانِ ہذا کے تحت ساٹھ عدد مرتضوی فضیلتیں درج کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر ان کے اندراج کے بعد فوائد و نتائج ذکر کر کے یہ عنوانات ختم کر دیتے جائیں گے۔ ناظرین البتہ اتنی چیز سے باخبر رہیں کہ عنوانِ ہذا (یعنی عنوان ۹) میں شیعہ و سنی دونوں حضرات کی کتابوں سے مریات کو مخلوطاً نقل کیا گیا ہے۔ احتیاطاً ہذا پر تہنیت رہیں۔

(۱)

حضرت عمرؓ کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس اگر ایک شخص کا حضرت علیؓ کے حق میں تحقیر آمیز الفاظ کہنا، پھر اس موقع پر ابن عمرؓ کا جواب میں عظمتِ مرتضوی بیان کرنا یہ واقعہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد چہارم، باب فضائلِ علیؓ میں موجود ہے۔ عبارت مع حاصل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

« حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ جَالِسًا إِذْ جَاءَهُ نَافِعُ بْنُ أَرْزَقٍ فَقَامَ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ إِنِّي وَاللَّهِ لَا بَغِضَ عَلَيَّ قَالَ فَرَفَعَ إِلَيْهِ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهُ فَقَالَ الْبَغْضُ لِلَّهِ تُبْغِضُ رَجُلًا سَابَقَهُ مِنْ سَوَابِقِهِ خَيْرٌ مِنَ السُّنْيَا وَ مَا فِيهَا »

یعنی عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک دفعہ نافع بن آرزق اگر کہنے لگا کہ میں علی بن ابی طالب کو مبغوض و ناپسند جانتا ہوں۔ یہ سنکر ابن عمرؓ اس کو خطاب کر کے فرمائیے گئے اللہ تجھے ناپسند کرے اور مبغوض رکھے تو ایسے شخص کے

ساتھ بغض رکھتا ہے جس کی ایک نیکی جو ابتداء اسلام میں صادر ہوئی تھی وہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے :-

(المصنّف لابن ابی شیبہ، جلد رابع، ص ۲۰۳ قلمی تحت
باب فضائل الامام علی بن ابی طالب (پیرِ جنبہ اسدہم)

(۲)

« وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَلِيٌّ قَالَ ذَاكَ هِمْزٌ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
إِنَّ اللَّهَ يَا مُرَّكَ أَنْ تَدْرِيحَ فَأَطَمَّتْ أُنْبُتَكَ مِنْ عَيْتِي، أَخْرَجَهُ
ابْنُ السَّمَّانِ »

» یعنی حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کا ذکر ہوا تو اس وقت حضرت عمرؓ
کہنے لگے کہ علی المرتضیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ہیں جبریل اللہ
کی طرف سے نبی کریمؐ کے ہاں حکم لاتے تھے کہ اپنی لٹکی فاطمہؑ کو ان سے نکاح
کر دیں :-

دریاض النضرہ فی مناقب العشرہ بحوالہ ابن اسحاق فی المواقفۃ

ج ۲ ص ۲۴۲ - باب ذکر قدم اختصاصہ بتزویج فاطمہؑ

(۳)

» امامی شیخ ابی جعفر الطوسی اشعری میں ہے کہ :-

« عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ عُمَرُ
بِئْسَ الْخَطَّابِ عِبَادَةُ بَنِي هَاشِمٍ سَنَةٌ وَزِيَارَتُهُمْ نَافِلَةٌ »

» مطلب یہ ہے کہ امام زین العابدین اپنے والد سے ذکر کرتے ہیں انہوں
نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ کہتے تھے کہ بنی ہاشم کی عبادت یعنی سجاوٹ پرستی کرنا سُنّت

ہے اور ان کی ملاقات کرنا کارخیر ہے۔“

دامالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائف الطوسی اشعری

ج ۱۲ ص ۲۲۵، جلد اول طبع نجف اشرف عراق،

(۴)

”دامالی“ شیخ صدوق (ابی جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی) میں حضرت علی کی تعریف کا وہ
حضرت عمرؓ سے مروی ہے:-

”... لَمَّا أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ
أَبِي طَالِبٍ وَقَالَ أَلَسْتُ أَقْلِي بِالْمُؤْمِنِينَ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً نَعَلِي مَوْلَاً فَقَالَ لَهُ عُمَرُ مَخِجْ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ
أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلَا كُلِّ مُسْلِمٍ“

حضرت علیؓ پر وارد شدہ الزامات کی تردید کرتے ہوئے جب حضور علیہ
السلام نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر اعلانِ موت کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا
مومنین کے متعلق میں زیادہ حق دار نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بلاشک
ہیں! تو پھر فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں علیؓ کے بھی اس کے دوست
ہیں۔ یہ فرمانِ نبوتؐ سن کر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے کہنے لگے شاد باش خوش
رہیے! آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے محبوب ٹھہریے... الخ۔

دامالی شیخ الصدوق اشعری طبع قدیم ایران، ص ۳-

(المجلس الاقول فی الحدیث الاول)

مطلب یہ ہے کہ الزامات کے جواب میں فضیلت کا اثبات مقصد ہے۔ مثلاً
خلافت اور خلافت بھی بلا فصل کے ساتھ اس روایت کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور اس میں
بے شک فضیلت مرفوضوی کا ثبوت ہے اور یاد رہے کہ یہ مضمون مذکور ہماری روایت میں

منقول ہے مثلاً مشکوٰۃ شریف، باب مناقب علیؑ، الفصل الثالث میں بحوالہ احمد درج کیا ہے
صرف الفاظ کا تفاوت ہے۔

(۵)

حضرت علیؑ کے احترام کا واقعہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے،
اہل سنت اور شیعہ دونوں حضرات کی کتابوں میں سے نقل کر کے درج کیا جاتا ہے:-

”..... أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ فِي عُلِيِّ سِمٍ حَصِيرٍ مِنْ عُمَرَ فَقَالَ تَعْرِفُ

صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

عَبْدُ الْمُطَّلِبِ لَا تَذْكُرْ عَلِيًّا إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّكَ إِنْ أَدَيْتَهُ أَذَيْتَ

هَذَا فِي قَبْرِهِ“

حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی موجودگی میں حضرت علیؑ کے
حق میں ایک شخص کم و بیش کہنے لگا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو صاحب
قبر یعنی نبی کریم بن عبد اللہ بن عبد المطلب کو جانتا ہے؟ علی بن ابی طالب بھی
عبد المطلب کے پوتے ہیں۔ پس علی بن ابی طالب کو کلمات خیر کے بغیر مت
یا کرنا۔ اگر تو نے علیؑ کو اذیت و تکلیف پہنچائی تو گویا تو نے حضور علیہ السلام
کو قبر مبارک میں ایذا پہنچائی“

(۱) کنز العمال علی متقی الہندی، جلد ۶ بحوالہ ابن عساکر

ص ۵، ۳۹۔ روایت ۶۰۳۱، طبع قدیم، طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) امالی شیخ صدوق الشیبی المتوفی ۳۸۱ھ، ص ۲۳۴۔

المجلس الحادی والستون، طبع قدیم ایران۔

(۳) امالی شیخ ابی جعفر شیخ الطائفہ الطوسی، الشیبی المتوفی

۴۶۰ھ۔ جلد ۲، ص ۴۶۔

(۶)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مقام و منزلت بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تصریح ذکر کی ہے۔
مناقب ابن شہر آشوب (شعبہ) میں "خصائص النطنزی" کے حوالہ سے لکھا ہے:

«..... قَالَ ابْنُ عَمْرٍو سَأَلَ رَجُلًا عَمْرٍو بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ
هَذَا مَنْزِلٌ دَسَّوَلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَهَذَا مَنْزِلٌ عَلِيٍّ بْنِ
أَبِي طَالِبٍ وَهَذَا الْمَنْزِلُ فِيهِ صَاحِبُهُ»

عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ کے مقام و منزلت کے متعلق دریافت کیا تو عمرؓ نے الخطابؓ نے فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کا (بارت) گھر ہے۔ یہ ساتھ حضرت علیؓ کا گھر ہے اور یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی (یعنی ابوبکرؓ) کا گھر ہے۔ یعنی قرب مکانی سے قرب مقام و مرتبہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔
مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۵۴ طبع ہند
فصل فی اختصاص امیر المؤمنین برسول اللہ صلعم

(۷)

اس آخری عنوان ہفتم میں حضرت علی المرتضیٰ کی وہ فضیلت ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں جو دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے اور دونوں فریق کے ہاں تسلیم شدہ ہے مختلف الفاظ و عبارات متبوعہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی تعبیرات ملاحظہ فرمائیے۔ اس کے بعد خلاصہ مضمون پیش ہوگا۔
(۱) - "كَانَ عُمَرُ يُتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنْ مُعْصَدَةِ كَيْسٍ فِيهَا أَبُو الْحَسَنِ"

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۲-۲، ص ۱۰۳، تذکرہ علیؓ من کان

یفتی بالمدينة ویتعدی بہ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے عنوان کے تحت یہ عبارت ہے۔

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۳۹ مع اصحابہ، تذکرہ علیؓ

(۲) - كَوْلًا عَلِيًّا لَهْلَكَ عُمَرُ - بعض کتب تحریرہ و بعض کتب فضائل و رجال، مثلاً الاستیعاب، ج ۳ ص ۳۹ معہ اصابت، تذکرہ علیؑ

(۳) قَالَ عُمَرُ لَأَعِشْتُ فِي أُمَّتِهِ كَسَبْتُ فِيهَا يَا أَبَا الْحَسَنِ -

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیبی، ج ۲ ص ۹۲ -

طبع جدید، عراق) -

(۴) إِنَّ عُمَرَ قَالَ لَا أَبْقَانِي اللَّهُ بَعْدَكَ يَا عَلِيُّ -

(مناقب ابن شہر آشوب شیعہ، ج ۳ ص ۷ - باب

تفضایا علیؑ، طبع ہندوستان) -

حضرت عمرؓ بن الخطاب فاروق اعظم خلیفہ ثانیؓ کے یہ اقوال ہیں جو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؑ کے حق میں عمدہ فیصلہ جات کرنے کے سلسلہ میں بہت افزائی اور قدر دانی کے طور پر موقعہ بموقعہ فرمائے۔ اسی طرح ایک موقع پر معاذ بن جبلؓ کے حق میں بھی حضرت عمرؓ نے ان کی قدر دانی و عزت افزائی فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ عَجَزَتِ السَّاءُ أَنْ تَلِدَ مِثْلَ مُعَاذٍ كَوَلَا مَعَاذَ هَلَاكَ عُمَرُ - (اصابت، تذکرہ معاذ بن جبلؓ)

ان کا حاصل یہ ہے :-

۱ - ایسے مشکل معاملہ میں جہاں علی المرتضیٰؑ موجود نہ ہوں عمرؓ بن الخطاب اللہ کی طرف پناہ چاہتے ہیں -

۲ - (بعض اوقات فرمایا کہ) اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا -

۳ - عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا جس قوم میں ابراہیمؑ (علی المرتضیٰؑ) موجود نہ ہوں، میں اس میں زندہ نہ رہوں -

۴ - عمرؓ نے فرمایا کہ اے علیؑ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے باقی نہ رکھے -

فوائد و نتائج

— حضرت عمرؓ اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے بیانات کی روشنی میں تفسیری بہ ترتیب ذیل واضح ہو رہے ہیں :-

(۱)

— حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایک ایک نیکی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

(۲)

— حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترویج آسمانی حکم کے تحت عمل میں لائی گئی۔

(۳)

— سچی ہاشم کی میادست و زیارت کا بہت بڑا ثواب ہے۔

(۴)

— تمام مسلمانوں کے محبوب اور دوست علی المرتضیٰؓ ہیں۔

(۵)

— حضرت علیؓ کی تنقیص اور عیب جوئی حضور علیہ السلام کی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔

(۶)

— علی المرتضیٰؓ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاناً قریب ہیں اسی طرح مرتبہ کے اعتبار سے بھی نزدیک ہیں۔

(۷)

— یہ دونوں (حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ) ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی اور قدر دانی ملحوظ رکھتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ :-

یہ تمام چیزیں ان کے آپس کے وفاق و اتفاق، باہمی دوستی و یگانگت کے نشانات میں سے ہیں۔ چشم بصیرت و کارہے جو ان واقعات کی قدر کر سکے۔

ۛ

تم ہو آپس میں غضب ناک وہ آپس میں رحیم
 تم خطا کار و خطا میں وہ خطا پرکشش و کریم
 — فصل ثانی میں چند عنوانات قائم کیے تھے وہ یہاں آکر تمام ہوئے۔ ان پر توفیق
 تعالیٰ باب اول یہاں ختم ہوا۔ اب باب دوم شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب دوم

اب مجد اللہ باب دوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل قائم کرنے کا قصد ہے۔
فصل اول میں عہدہ قضا و افتاء کا ذکر ہوگا۔ فصل دوم میں مسائل شرعیہ میں مشورہ کرنا فصل سوم
میں انتظامی امور میں مشورہ جات و رفاقت کے واقعات کا بیان ہوگا۔ اور فصل چہارم
میں مالی حقوق کی رعایت کرنا اور تقسیم خاتم میں شریک ہونا اور ان کے وصول اور عطیات کے
حصول میں شامل ہونا مندرج ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فصل اول

عہدہ قضا و افتاء کے متعلقات

انتظام سلطنت کے لیے تقسیم کار ضروری امر ہوتا ہے اور حکومت کے بے شمار انتظامی
شعبے ہوتے ہیں مثلاً شعبہ تعلیم، شعبہ افتاء و قضا، شعبہ دفاع، شعبہ مال وغیرہ۔
خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور مقدس میں بھی اسی طرح تقسیم عہدہ جات
کی شکل میں کاربائے خلافت جاری رہتے تھے تقسیم کار کا یہ مسئلہ کئی روایات میں مذکور
ہے۔

(۱) انس بن سعید بن منصور اور سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت امیر عمرؓ کا ایک خطبہ نقل کیا گیا
ہے جو بابیہ کے مقام پر انہوں نے بیان فرمایا تھا۔ اس میں مذکور ہے :-

«حَطَبَ النَّاسِ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ فِي حُطْبَتِهِ مَنْ جَاءَ كَيْسَأُلْ عَنِ

الْقُرْآنِ فَلَيَاتِ أَبِي بِن كَعْبٍ وَمَنْ جَاءَ يُسْئَلُ عَنِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
 فَلَيَاتِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَمَنْ جَاءَ يُسْئَلُ عَنِ الْفَرَائِعِ فَلَيَاتِ زَيْدَ
 بْنَ ثَابِتٍ وَمَنْ جَاءَ يُسْئَلُ عَنِ الْمَالِ فَلَيَاتِنِي فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي
 حَاذِرًا قَاتِيًّا يَأْتِي بَأَنْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُعْطِيهِمْ ثُمَّ
 بِالْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ ثُمَّ
 بِالْأَنْصَارِ... الخ

”یعنی امیر المؤمنین عمر نے شام کے ملک میں جا بیر کے مقام پر لوگوں
 کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص قرأت قرآنی کے متعلق دریافت کرنا
 چاہتا ہے وہ ابی بن کعبؓ کے پاس آکر دریافت کرے اور جو آدمی حلال
 و حرام کے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبلؓ سے پوچھ لے۔ اور
 جس کو میراث کا مسئلہ طلب کرنا مقصود ہے وہ زید بن ثابتؓ سے دریا
 کرے۔ اور جس کو مال کی ضرورت ہو وہ میرے پاس آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے
 مجھے اموال کے لیے نزاہتی بنایا ہے پس پہلے میں ازواجِ مطہرات کو ادا
 کروں گا پھر اس کے بعد (سب مرتبہ میں جہاجرین کو دوں گا جن کو اپنے
 گھروں اور مال سے نکالا گیا، پھر انصار کو... الخ

(۱) السنن لسعید بن منصور، جلد ثانی، ص ۱۳۲-۱۳۳۔ مطبوعہ

مجلس علمی ڈابھیل وکراچی۔

(۲) کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۳-۲۲۴،

باب فرض الاعطیہ من الفقی۔

(۳) السنن الکبریٰ بیہقی، جلد ۶، ص ۲۱۰۔ باب کتاب انراض

(۴) کنز العمال، جلد ثانی طبع اول قدیم دکن۔ روایت ۶۴۸۷

ص ۳۱۴۔ کتاب الجہاد و بخت الارزاق و الاعطایا۔

مذکورہ روایت میں شعبۂ تعلیم کی تقسیم کار کا ایک نقشہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی شعبۂ مال کی تحویل کا براہ راست خلیفہ وقت کے تحت ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اب طبقات ابن سعد کی روایت پیش کی جاتی ہے جس میں شعبۂ اقطاع و قضاء کا ایک خاکہ مذکور ہے۔ اور یہ روایت ذرا تفصیل کے ساتھ قبل انہیں ہم حصہ صدیقی میں بیان کر چکے ہیں۔ اسی روایت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ :-

محمد فاروقی میں مفتی وقاضی

”..... ثُمَّ وَلى عُمَرَ كَانَ يَدْعُوهُ لِوَالِدِهِ النَّصْرَ... الخ

یعنی ابوبکر الصديق کے بعد عمر بن الخطاب خلیفہ اور والی حکومت ہوئے۔ وہ اقطاع و فتویٰ کے لیے ان حضرات عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، کو بلا تے تھے :-

(طبقات ابن سعد، باب اهل العلم والفتوى من اصحاب

النبي، ص ۱۰۹، ج ۲ - القسم الثاني طبع لیبلی، قدیم طبع)

مطلب یہ ہے کہ بعض مہاجرین حضرات مفتی وقاضی تھے اور ساتھ ہی بعض انصار بزرگ بھی مفتی وقاضی تھے۔ دونوں طبقوں میں فرق نہ تھا۔ نہ کوئی ترجیح قائم تھی۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ یہ معاملات جاری تھے۔

(۳) حضرت سیدنا امیر عمر فاروق اعظم نے اپنے دور خلافت میں اس مسئلہ کے بیان کے لیے بعض تصریحات فرمائی ہیں۔ ناظرین کے اطمینان کے لیے ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ انہیں جہاں مسئلہ اقطاع و قضاء واضح ہوتا ہے وہاں ساتھ ساتھ ان حضرات کے حسن تعلقات اور اور باہمی روابط کی پختگی پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

سر دست اس مضمون کے چھ حوالہ جات اپنی اپنی عبارت میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱)۔۔۔ طبقات ابن سعد میں باسند مذکور ہے :-

رَدَّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُ فَقَالَ عَلِيُّ

أَقْضَانَا وَأَبِي أَقْضَانَا»

(۱) طبقات ابن سعد جلد ثانی۔ القسم الثانی، ص ۱۰۲۔ تحت علی التفسی
(۲) بخاری شریف جلد ثانی، ج ۲ ص ۴۴۴۔ کتاب التفسیر آیه ما
نَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ...

(۳) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی لشیعی، ص ۲۵۶۔ جلد اول،

طبع جدید، نجف اشرف۔

» ابن عباس کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے خطبہ دے کر فرمایا کہ علی التفسی

ہمارے بہترین قاضی ہیں اور ابی بن کعب ہمارے بہترین فارسی ہیں۔

(۲) — عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمِزٍ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلِيُّ أَقْضَانَا»

طبقات ابن سعد، باب علی، طبع قدیم سید، ص ۱۰۲

جلد ثانی، قسم ثانی)

(۳) — ... عَنْ أَبِي سَلِيكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ عُمَرَ قَالَ أَقْضَانَا

عَلِيٌّ وَأَخْرَانَا أَبِي»

(الاستیعاب ص ۴۱ مع اصا بہ جلد ثالث تذکرہ علی التفسی ص ۴)

(۴) عَنْ عَطَاءٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ عَلِيُّ أَقْضَانَا لِلْقَضَاءِ وَأَبِي أَقْضَانَا

لِلْفُرْقَانِ» (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۰۲۔ طبع قدیم)

ان سب روایات کا ما حاصل ایک ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ علیؓ قوم کے
بہترین قاضی ہیں اور ابیؓ بہترین فارسی ہیں۔

(۵) — عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ النَّخَعِيِّ قَالَ لَمَّا وَكَلِيَ عُمَرُ قَالَ

بِعَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِقْضَى بَيْنَ النَّاسِ وَتَجَرَّدَ لِلْحَرْبِ»

”یعنی جب عمر فاروق خلیفہ ہوئے ہیں اس وقت انہوں نے علی المرتضیٰ سے کہا کہ آپ لوگوں میں تنازعات کے فیصلہ کیجیے اور جنگی امور سے آپ علیحدگی اختیار کریں۔“

(سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی تحت باب ۳۳ ص ۳۱ طبع)

(۶)۔ البدایہ لابن کثیر جلد ہفتم سن تیرہ ہجری کے حالات میں لکھا ہے کہ:-
 وَمِمَّا عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمَ التَّنَائُلِ لِشِمَانِ بْنِ بَغِيْنٍ مِنْ جُمَادَى الْأَخْيَرَةِ مِنْهَا فَوَلَّى قَضَاءَ الْمَدِيْنَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَاسْتَنَابَ عَلَى الشَّامِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْجَدْرَجِ الْقَهْطَرِيُّ الْحِمْيَرِيُّ

حاصل یہ ہے کہ سلاطین جمادی الاخریٰ میں سے آٹھ یوم باقی تھے منگل کے دن حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قاضی انہوں نے علی المرتضیٰ کو مستغین فرمایا اور ملک شام کے لیے اپنا نائب مناب ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر فرمایا۔ (البدایہ لابن کثیر ج ۳، ص ۳۱، تحت سلاطین)

خلاصہ المرام

(۱)

جس طرح فاروقی حکومت میں دیگر قاضی و مفتی کام کر رہے تھے وہاں حضرت فاروق اعظم کے نزدیک علی المرتضیٰ بہترین قاضی تھے اور عہدہ قضاء و افتاء میں ان کا خاص مقام تھا۔ اور شعبہ قرأت و تجوید میں ابی بن کعبؓ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خاص شعبہ قضاء و افتاء

کے ساتھ ایک مناسبت قائم تھی۔ وہ یہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں کھلاست
 دعائیہ فرماتے تھے۔ یمن کے علاقہ کی طرف روانہ کرتے وقت ان کے لیے فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ
 ثَبِّتْ لِسَانَهُ وَاَهْدِ قَلْبَهُ (البدایہ لابن کثیر بحوالہ منہج ص ۱۰۷) یعنی اے اللہ ان کی زبان
 کو ثابت رکھنا اور ان کے دل کو ہدایت دینا (ج ۵ ص ۱۰۷)

(۳)

تیسری یہ چیز واضح صورت میں عیاں ہو گئی ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ
 عنہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان کوئی عداوت، بغض، عناد، تضاد، فساد وغیرہ ہرگز نہ تھا، نہ
 فاروقی خلافت سے قبل تھا نہ بعد میں تھا۔ ورنہ جن لوگوں کے طبائع میں پوشیدہ عداوت
 کا فرما ہوتی ہے اور ان کے سینے کینے سے پُر ہوتے ہیں وہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ
 نہیں سکتے۔ ایک دوسرے کے قریب رہنا پسند نہیں کرتے۔ باہم مل کر بیٹھنا ان کے ایسے دشوار
 ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی ترقی اور خوشحالی ان کو ناگوار گزرتی ہے۔ یہاں معاملات ہی دوسرے
 ہیں جو کچھ ہمیں شیعہ احنباب اور دشمنان صحابہ کرام مخالفیت کے حالات اور تنازع کے واقعات
 سناتے ہیں وہ سب ان چیزوں کے سراسر خلاف ہیں۔

ناظرین کرام اور بانصاف طبائع کی خدمت میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ ان مندرجات بالا
 کو پڑھ کر غور و فکر کریں۔ حق وانصاف کو سامنے رکھیں۔ جو بات حق نظر آئے اُس کی تائید
 فرمادیں۔ امید ہے صحیح چیز مخفی نہ رہے گی۔

فاروقی عدالت میں مقدمات کی مرافعت

قبل ازیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ فاروقی حکومت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کے
 مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور ان کی طرف پبلک کے تنازعات کی مرافعت ہوتی تھی گویا حضرت
 علی رضی اللہ عنہ چیف جج کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

ناظرین کرام کی خدمت میں اب یہ ذکر کیا جاتا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ کو خود کسی تنازعہ کا فیصلہ کرانے کی ضرورت پیش آتی تو وہ امیر المؤمنین عمر فاروق کی خدمت میں مراجعت کرتے (یعنی مقدمہ لے جاتے) اور ان سے فیصلہ طلب کرتے تھے۔

پنابچہ اس سلسلہ میں کئی ایک واقعات حدیث و روایات کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

مرافعہ کا ایک واقعہ

صحابہ کرام کی کتابوں میں منقول ہے (اس کو اجمالاً کھا جاتا ہے) کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علی دونوں نے اموال بنی نضیر و اموال فہ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں اپنا تنازعہ پیش کیا (اور یہ تو لیت و نگرانی و تصرف کے متعلق تنازعہ تھا)۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے فرمایا کہ اس جائیداد وغیرہ کو آپ لوگوں میں مالکانہ حقوق دے کر تقسیم نہیں کیا جاتے گا۔ البتہ اس کی آمدنی و منافع آپ حضرات کے درمیان دو بہ نبوی کے دستور کے موافق تقسیم ہوتے رہیں گے اور باقاعدہ جاری رہیں گے۔ اگر تیار سے درمیان ان اموال کی نگرانی بھی قابل نزاع ہو رہی ہے تو یہ مجھے واپس کریں۔ میں خود نگرانی کا انتظام کروں گا اور اس کی آمدنی آپ لوگوں کو باقاعدہ حاصل ہوتی ہے گی۔

(۱) بخاری، ج ۱ ص ۲۲۵ ۲۲۶ باب فرض خمس (۲) بخاری، ج ۲ ص ۸۰۶-۸۰۷

باب جس الرجل قوت سنتہ علی اہلہ (۳) مسلم شریف، ج ۲ ص ۸۱-باب حکم النبی

اس نوعیت کا ایک دوسرا واقعہ

کتاب الآثار امام ابو یوسف اور کتاب الآثار امام محمد میں یہ مراجعت کا واقعہ مذکور ہے۔

عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَزِيفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ
أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا اخْتَصَمَا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

فِي مَوْلَى لَصْفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا عَصْبَةٌ
عَمَّتِي وَأَنَا أَعْقِلُ عَنْ مَوْلَاهَا وَأَرِثُهُ ثُمَّ قَالَ الزُّبَيْرُ أُمِّي وَأَنَا أَمْرَاتُ
مَوْلَاهَا فَقَضَى عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيرَاثِ وَقَضَى بِالْعَقْلِ
عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ۚ

(۱) کتاب الآثار لامام ابی یوسف باب الفرائض ،

روایت ۷۷۵ - طبع حیدرآباد دکن - ۱۷۱

(۲) کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۲۰ - باب میراث الموالی

طبع انوار محمدی - کھنور

مصنف عبدالرزاق اسنن سعید بن منصور میں یہ واقعہ ذیل عبارت میں پایا گیا ہے۔

”..... سَعِيدٌ قَالَ نَا أَبُو عَوَايَةَ قَالَ نَا عُبَيْدَةَ الصَّيْتِيُّ عَثُ

إِبْرَاهِيمَ قَالَ اخْتَصَمَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ إِلَى عُمَرَ فِي مَوْلَى صَفِيَّةَ فَقَالَ

عَلِيٌّ مَوْلَى عَمَّتِي وَأَنَا أَعْقِلُ عَنْهُ وَقَالَ الزُّبَيْرُ مَوْلَى أُمِّي وَأَنَا أَرِثُهُ

فَقَضَى عُمَرُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيرَاثِ وَقَضَى عَلِيٌّ بِالْمِيرَاثِ ۚ

(۱) المصنف لعبدالرزاق ص ۳۵ - ۴۵ - باب

ميراث المرأة الخ . جلد تاسع -

(۲) کتاب السنن سعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی

۲۲۷ھ - القسم الاول من الجلد الثالث باب الرجل -

باعتق فیموت و یرک و ذرۃ ص ۷۴ - حدیث ۲۷۴

مجلس علمی کراچی - ڈابھیل -

(۳) کنز العمال جلد ششم ص ۷ کتاب الفرائض من

قسم الافعال

حوالہ جات بالا کا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمدہ محترمہ (پھوپھی) صفیہ بنت عبدالمطلب کا ایک خادم و غلام فوت ہو گیا (اس کے متروکہ مال و اموال) کے متعلق حضرت علیؑ اور زبیرؓ بن عوام کے درمیان تنازعہ ہو گیا۔ اس مقدمہ کو حضرت فاروق اعظمؓ کی عدالت میں لے گئے۔ حضرت علیؑ کہتے تھے کہ یہ میری پھوپھی کا خادم اور غلام تھا میں اپنی پھوپھی کے حق میں غصہ ہوں ان کی دیت و ضمانت ادا کرنا میرے ذمہ ہے لہذا میں زیادہ حقدار ہوں۔ اور زبیرؓ کہتے تھے کہ صفیہ میری ماں تھی۔ یہ میری ماں کا خادم تھا تو اس غلام کا میں بائزوارث ہوں۔ (دونوں فریقوں کے ان بیانات کے بعد) حضرت فاروقؓ نے اس تنازعہ کا فیصلہ یہ فرمایا کہ صفیہ کا بیٹا زبیرؓ اس مال کا حقدار ہے علیؑ الترضیٰ اس کے حقدار نہیں ہیں دیہاں سے یہ مسئلہ چلتا ہے کہ قریب وارث کو بہ نسبت بعید وارث کے مقدم رکھا جاتا ہے۔

مندرجات کے فوائد

(۱)

— لوگوں کے لیے حضرت علیؑ الترضیٰ قاضی و منقحی ہوتے تھے اور ان کے اپنے تنازعات کے لیے عمر فاروقؓ قاضی تھے، بلکہ قاضی القضاة تھے یعنی فاروق اعظمؓ عام پبلک کے مسائل کے فیصلے حضرت علیؑ کے سپرد کر دیتے تھے اور منضوی تنازعات کے فیصلے خود کرتے تھے۔ اس طریقہ سے بڑا عمدہ نظم قائم کیے ہوئے تھے۔

— نیز ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ کی عدالت بالکل برحق تھی تب ہی تو عند الضرورة حضرت علیؑ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ورنہ علیؑ الترضیٰ (کتاب و سنت پر عامل ہونے کی وجہ سے) باطل عدالت کی طرف نہیں جاسکتے تھے اور نہ ہی ظالم و جائز حاکموں سے

نیساہ طلب کر سکتے تھے (جیسا کہ فروغ کافی جلد سوم کتاب القضاء والا حکام باب کراہتہ الارتفاع الی قضاء الجروج ص ۲۷۵، طبع کھنڈر پورہ ہے)۔

(۳)

جب عدالتِ فاروقی صحیح ہے تو خلافتِ فاروقی کی حقانیت میں کوئی شبہ نہ رہا۔ اور فاروقی خلافت کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

(۴)

اور یہ تمام واقعات بابتگاہِ دل بتلا رہے ہیں کہ فاروقِ اعظمؓ اور علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہما کی آپس میں محبت تھی، عداوت نہ تھی، شفقت تھی، نفرت نہ تھی، دوستی تھی، دشمنی نہ تھی، ان کے باہمی تعلقات بہترین قائم تھے کشیدہ خاطر بالکل نہ تھے۔ باہمی تنازعات و منافقات کی روایات کی حقیقت دروغِ بے فروغ سے زیادہ کچھ نہیں۔ ناظرین کرام یاد رکھیں۔

تسلیم

فصل ہذا کے آخر میں حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کا اپنا طرزِ عمل ذکر کیا جاتا ہے۔ اس پر فصلِ اول کا اختتام ہوگا۔ ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ اُمّ المؤمنین وہ لوڈی جس سے مالک کی اولاد (ہم) کی بیع اور فروخت کو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ دونوں ناجائز کہتے تھے۔ بعد میں حضرت علیؓ کی اس بارے میں یہ رائے ٹھہری کہ یہ فروخت جائز ہے۔ پھر جب حضرت علیؓ کی اپنی خلافت کا دور آیا ہے اس وقت حضرت علیؓ کے ایک قاضی مجیدۃ المسلمانی نے عند الضرورة آپ سے دریافت کیا کہ اُمّ ولد کی بیع کے سلسلے میں اب ہم کیا صورت اختیار کریں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان صادر فرمایا۔ یہ بخاری شریف میں باسناد مذکور ہے۔

..... عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سَيْرِينَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ السَّلْمَانِيِّ عَنْ
عَلِيٍّ قَالَ إِفْضَعُوا لِمَا تَقْتَضُونَ فَإِنَّ أَكْرَهَ الْإِخْتِلَافِ حَتَّى يَكُونَ النَّاسُ
جَمَاعَةً أَوْ أَمَوْتَ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِي ۝

دو یعنی عبیدہ سلمانی حضرت علیؑ سے تعلق کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے
قضاة و مثال کو حکم دیا کہ جیسے تم سپہ فیصلے کیا کرتے تھے اسی طرح تم اب بھی
فیصلے کیا کرو۔ میں دگنشتہ احباب و اصحاب کے ساتھ، اختلاف کرنے کو
نا پسند کرتا ہوں تاکہ لوگ اجتماعی شکل میں رہیں، یہاں تک کہ میری وفات
ہو جائے، جیسا کہ میرے احباب و اصحاب (غیر اختلاف کے اس عالم سے)
رحلت کر گئے ہیں ۝ (بخاری شریف، جلد اول باب مناقب علی، ص ۵۲۶)
قارئین کرام کو معلوم رہے کہ مصنف عبدالرزاق، جلد یازدہم، ص ۲۲۹ میں بھی حضرت
علیؑ کا یہ قول باسناد منقول ہے۔

فوائد

- یہ فرضوی کلام اتم الولد کی بیع کے متعلق ہے کسی دوسرے مسئلہ کے متعلق نہیں ہے جیسا
کہ شیعہ احباب اس کو کھینچ کر کہیں دوسری طرف لے جاتے ہیں۔
- یہ فرضوی فرمان تقیہ شریفیہ کے طور پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنی حکومت اور اپنا راج ہے
اپنے فاضی و حج ہیں۔
- یہ حضرات باہم صالح قلب، نیک دل، پاک طینت تھے۔ ضد تعصب، برٹ
دھرم سے مبرا تھے۔
- حضرت علیؑ کے لیے کسی مسئلہ میں رجوع کر لینا اور اپنی راستے کو واپس لے لینا عار
نہیں تھا اور نہ ہی اس کو مستقیم جانتے تھے۔
- ہر مرحلہ پر ان حضرات کو حتی المقدور جماعتی اتحاد و اتفاق ملحوظ رہتا تھا۔ انشا پر اپنا

اور اس کو ہوا دینا ان لوگوں کو ناپسند تھا۔

— کَمَا مَاتَ اصْحَابِي (یعنی جس طرح میرے احباب ابو بکر و عمر و عثمان فوت ہوئے) کے الفاظ سے اصل مضمون کی بڑی عمدہ تائید پائی جاتی ہے کہ یہ بزرگانِ دین ایک سرے کے فیصلہ جات کی قدر کرتے تھے اور رعایت فرماتے تھے۔ خلافت فیصلہ صادر کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ باہم حبیب و رفیق تھے۔ ایک دوسرے کے معاند و مخالف نہ تھے۔

— پھر ان واقعات حقیقیہ کے ہوتے ہوتے دستوں کا یہ کہنا کہ لڑائی اور فساد کے خطرہ کے پیش نظر حضرت علیؑ اس طرح کا جواب اپنے ساتین کو دے دیتے تھے صحیح نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کا ظاہر اور باطن دو طرح کا نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؑ کی زبان اور دل ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہو سکتے۔ مصلحت ہیں، ابن الوقت، دفع الوقتی کرنے والے اور لوگ ہوا کرتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ شہرِ خدا کی شانِ شجاعت، شانِ صداقت، شانِ دیانت کے یہ چیزیں بر خلاف ہیں۔ حضرت مرتضیٰؑ کے اقوال و اعمال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں۔ دُرُخِ رُوشِ اَوْدُغِی پالیسی پر ہرگز محمول نہیں ہیں۔

فصل ثانی

مسائل شرعیہ میں مشورے اور باہمی تعلقین

فصل ثانی میں یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان علمی مذاکرات جاری رہتے تھے۔ ایک دوسرے سے دینی مسائل کی دریافت ہوتی تھی۔

حضرت علیؓ خلافت میں چونکہ قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اس بنا پر کسی مسائل فیصلہ کے لیے ان کے حوالہ کیے جاتے تھے۔ اور مزید برآں حضرت فاروق اعظمؓ پیش آمدہ نئی جدید مسائل میں اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورے لیتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ کے مشورہ کو بہت دفعہ مسبب اور درست قرار دے کر اس پر عمل درآمد کا فیصلہ دے دیتے تھے۔

چنانچہ اس موقع پر ہم حدیث و روایات کی کتابوں سے چند ایک مسائل کو نقل کرتے ہیں۔

ان ہر دو بزرگوں کے درمیان علمی تعلقات کا استیعاب و استقصا پیش نظر نہیں ہے۔ صرف چند علمی روابط ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان مندرجات سے بسہولت اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بزرگان دین آپس میں ٹیڑھ و شکر تھے۔ ان کے باہمی مراسم کس درجہ کے تھے؟ دینی معاملات میں متحد و متنق ہو کر کیسے نظام خلافت چلاتے تھے؟ ان ہر دو بہتیروں کے مابین کوئی اشتقاق و التقابض ہو سکتا تھا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ دُورِمْنِ بِاِحْمِمْ جَانِیْ جَانِیْ ہوتے ہیں) کا پورا پورا نمونہ تھے۔ وَ اَمْرُهُمْ شُورٰی بَيْنَهُمْ کے صحیح مصداق تھے۔

— آئندہ واقعات سے قبل یہ درن کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمرؓ کے درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔ اس ضمن میں حضرت علیؓ کی طرف سے بعض دفعہ ناصحانہ اور خیر خواہانہ

کلمات بھی حضرت عمرؓ کے حق میں پاتے جاتے ہیں شیعہ علماء نے اس چیز کو نقل کیا ہے۔ یہ بات علمی روابط کے ساتھ ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی پر بھی دلالت کرتی ہے۔
علمی گشتگو

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ ذکر کیا ہے جو حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی میں مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ درج ہے :-

«..... عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ
بُنَ الْمُخَطَّابِ يَعْلىُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَبِّمَا شَهَدْتُ وَعِغْبَا
وَرَبِّمَا عَيْتٌ وَشِهُدَا فَهَلْ عِنْدَكَ عِلْمٌ بِالرَّجُلِ مِجْدَثٌ بِالْحَدِيثِ
إِذَا نَسِيَهُ اسْتَذْكُرَهُ فَقَالَ عَلِيٌّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنَ الْقُلُوبِ قَلْبٌ إِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَمَرِ
بَيْنَمَا الْقَمَرُ مُضِيئِي إِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَأَظْلَمَ إِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَأَضَاءَ
وَبَيْنَمَا الرَّجُلُ مِجْدَثٌ إِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَلَسَى إِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ
فَذَكَرَهُ»

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، ج ۲ ص ۱۹۶)

تذکرہ سالم بن عبداللہ

حاصل یہ ہے کہ سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ
ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت علی المرتضیٰ کو کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم کے عہدِ مقدس میں آنحضرتؐ صلعم کی خدمت میں بعض اوقات آپؐ موجود
رہتے اور ہم غائب اور غیر حاضر ہوتے تھے۔ بعض دفعہ آپؐ غیر حاضر ہوتے اور
ہم خدمت میں موجود ہوتے تھے۔ ایسے شخص کے متعلق تمہارے ہاں کچھ علم ہے
جس کو پہلے بات یا تو تھی اس کو بیان کرنا تھا جب اس کو مقبول کیا ہے تو اب
اس کو یاد کرتا ہے۔

تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
 آپ فرماتے تھے کہ ہر آدمی کے قلب کی ایسی مثال ہے جیسے قمرِ بادل کے
 تحت آجانے سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب وہ
 بادل قمر سے ہٹ جاتا ہے تو قمر روشن ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کے دل
 پر جب گھٹاسی آجاتی ہے تو بھول جاتا ہے جب وہ گھٹا قلب سے الگ ہو
 جاتی ہے تو انسان کو وہ چیز یاد آجاتی ہے۔“

ما صحاح نہ کلمات

شیعی علماء نے ذکر کیا ہے کہ ایک بار حضرت علی نے حضرت عمرؓ کے ساتھ گفتگو فرماتے
 ہوئے ان کو تین نصیحتیں فرمائی تھیں، عبارت ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

« قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ثَلَاثٌ إِنْ حَفِظْتَهُنَّ وَعَمِلْتَ بِهِنَّ
 كَفَتَكَ مَا سِوَاهُنَّ فَإِنْ تَوَكَّهْتُمْ لَمْ يَنْتَعِكْ شَيْءٌ عِوَاهُنَّ
 قَالَ وَمَاهُنَّ يَا أَبَا الْحَسَنِ - قَالَ إِيَّاكُمْ الْمُحَدِّدُ عَلَى الْقُرْبَى وَالْبُعِيدِ
 الْحَكْمُ بِكِتَابِ اللَّهِ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ - وَالْقَسَمُ بِالْعُدْلِ بَيْنَ الْأَسْوَدِ
 وَالْأَحْمَرِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لِعُمَيْرِي لَقَدْ أَوْجَدْتُ وَأَبْدَعْتُ »

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں ہیں اگر ان کو آپ محفوظ کر لیں اور ان
 پر عمل درآمد کریں تو یہ آپ کے لیے دیگر اشیاء سے کفایت کریں گی اور چیزوں
 کی حاجت نہ رہے گی۔ اور اگر آپ ان کو ترک کر دیں گے تو ان کے سوا آپ کو
 کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ اس وقت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ بیان کیجیے وہ کیا
 چیزیں ہیں؟ تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ ایک تو قریب و بعید سب لوگوں پر
 اللہ کے حدود و فرامین جاری کیجیے! دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کے موافق رضامندی

اور ناراضگی دونوں حالتوں میں یکساں حکم نکاتیسے! نیکساریہ کہ سیاہ و سفید ہر قسم کے آدمیوں میں حق و انصاف کے ساتھ تقسیم کیجیے! یہ کلامِ سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ آپ نے مختصر کلام کی مگر ابلاغ و تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔“

(۱) تاریخ یعقوبی شیعہ تحت ایام عمر ج ۲، ص ۲۰۸، طبع جدید برقی۔

(۲) تہذیب الاحکام للشیخ الطوسی الشیعی، ج ۲، ص ۷۱، کتاب القضاء

باب آداب الحکام طبع قدیم ایران۔

(۳) المناقب لابن شہر آشوب الشیعی، ج ۲، ص ۱۲۰، فصل فی

مسابقۃ بالمحرم و ترک المداہنتہ طبع ہندوستان۔

دینی مسائل میں مشاورت

ذیل میں کچھ ایسے مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن میں وقتاً فوقتاً ہر دو حضرات دستینا فاروق اعظمؓ اور ستینا علی المرتضیٰؓ کے درمیان مشورہ ہوا اور ستینا حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہ واقعات ان بزرگوں کی بابی مودت، دوستی، نیک خواہی اور اخلاص پر دلالت کرتے ہیں اور اسل مضمون پر کھلی شہادت پیش کرتے ہیں۔ صرف انصاف سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱)

صدقہ کے بارہ میں مشورہ

مُسْنَدُ اِمَامِ اَحْمَدَ سَانِدُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي اَبْلِ تَامِ كَا اِيَكِ وَاَقْعَهُ دَرَجَ هَيْه :

«عَنْ سُهَيْبَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ قَالَ جَاءَنَا نَاسٌ مِنْ أَهْلِ

الشَّامِ إِلَى عُمَرَ فَقَالُوا إِنَّا قَدْ أَصَبْنَا أَمْوَالًا وَخَيْلًا وَزَيْفًا نَحْبُ أَنْ

يَكُونُ لَنَا نِيْمًا ذِكْوَةٌ وَطَهْرٌ قَالَ مَا فَعَلْتَ صَاحِبَايَ قَبْلِي فَأَفْعَلُهُ وَ
 اسْتَشَارَ اصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
 فَقَالَ عَلِيُّ هُوَ حَسَنٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ جَزِيئَةً رَابِتَةً يُؤَخِّدُونَ بِهَا مِرْت
 بَعْدَكَ ۝ (۱) مُسْنَدُ إِمَامِ أَحْمَدٍ مَعَ مَغْزَبِ كُنُزِ مَسَانِيدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

ج ۱، ص ۱۴ - طبع مصر

(۲) السنن للدارقطني، ج ۱ ص ۲۱۹ - طبع انصاری دہلی

باب الحث علی انخراج الصدقة -

(۳) محمد بن سنان، ج ۳ کتاب الزکوٰۃ باب الخبل

حارث کہتا ہے کہ اہل شام سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے
 کہنے لگے کہ ہمیں بہت سامان اور گھوڑے اور غلام دستیاب ہوئے ہیں ہم
 چاہتے ہیں کہ اس میں سے زکوٰۃ ادا کریں جس سے طہارت مال ہوتی ہے حضرت
 عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ ایسی صورت میں
 جو حکم دیتے تھے اس کے موافق حکم دیا جاتے گا۔ فاروق اعظمؓ نے اس امر
 کے لیے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ علی بن ابی طالبؓ بھی موجود تھے حضرت علیؓ
 نے راستے دی ان اموال سے (یعنی طور پر) صدقہ ادا کر دیں تو اچھا ہے بشرطیکہ
 آپ کے بعد ان پر یہ سالانہ ٹیکس کے طور پر لازم نہ کر دیا جائے“

(۲)

دیت (خول بہا) کے مسئلہ میں مشورہ

کنز العمال میں مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے یہ واقعہ مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

« عَنْ جَبْرِ بْنِ يَعْلَى يُخْبِرُنَا رَجُلًا آتَى يَعْلى فَقَالَ هَذَا قَاتِلٌ أَرِحْنِي

فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَبَدَّعَهُ بِالسَّيْفِ حَتَّى رَأَى أَنَّه قَتَلَهُ وَبِهِ رَمَقٌ فَأَخَذَ
 أَهْلُهُ فَدَاوُوا حَتَّى بَرِيءَ فَمَا رِيَعِلَى فَقَالَ نَاتِلَ أَخِي فَقَالَ أَوْلَيْسَ
 قَدْ دَفَعْتَهُ إِلَيْكَ فَأَخْبَرَهُ خَبْرَهُ فَدَعَا رِيَعِلَى نَادًا هُوَ قَدْ شَكَلَ فَحَسِبَ
 جُرُوحَهُ فَوَجِدَ فِيهِ الرِّيَّةَ فَقَالَ لَهُ يَعْلى إِنْ شِئْتَ فَادْفَعْ إِلَيْهِ
 دِيَّتَهُ وَأَقْتُلْهُ وَإِلَّا فَدَعْهُ فَلَحِقَ بَعْمُرٌ فَأَسْتَعْدَى عَلَى يَعْلى فَكَتَبَ
 عُمَرُ إِلَى يَعْلى أَنْ أَقْدِمْ عَلَيَّ فَتَقْدِمَ عَلَيْكَ فَأَخْبَرَهُ الْخَبْرَ فَاسْتَشَادَ
 عُمَرُ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَأَشَامَرَ عَلَيْهِ بِمَا قَضَى بِهِ يَعْلى فَاتَّفَقَ
 عَلَى وَعُمَرُ عَلَى قَضَائِهِ يَعْلى أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِ الدِّيَّةَ وَيَقْتُلَهُ أَوْ
 يَدَعَهُ فَلَا يَقْتُلُهُ. وَقَالَ عُمَرُ لِيَعْلى إِنَّكَ لَسَاوِي وَرَدَّكَ عَلَى عَمَلِهِ ۚ

(۱) المصنف لعبدالرزاق، ج ۹، ص ۴۳۲۔

(۲) کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۰۔ روایت ۳۴۸۱۔

طبع اول قدیم۔

”ایک شخص (حضرت عمرؓ کے قاضی) یعلیٰ نامی کے پاس آکر کہنے لگا کہ یہ آدمی
 میرے بھائی کا قاتل ہے۔ قاضی یعلیٰ نے اس شخص کو مدعی کے حوالے کر دیا۔ مدعی
 نے اس آدمی کو تلوار سے وار کر کے کاٹ ڈالا اور خیال کیا کہ یہ اب قتل ہو چکا
 ہے۔ اس کے آخری سانس تھے۔ مجرد کو اس کے وارثوں نے اٹھایا۔ علاج
 و معالج کیا وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر مدعی (مذکور) نے قاضی یعلیٰ کے پاس آکر مدعی
 کر دیا) کہا کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے تو قاضی موصوف نے جواب دیا کہ میں
 نے اس کو تیرے حوالہ نہیں کر دیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے وار کیے لیکن یہ
 علاج سے پھر درست ہو گیا ہے) تو قاضی یعلیٰ نے مدعا علیہ کو بلایا۔ اس کے
 بازو شل (اور بیکار) ہو چکے تھے۔ قاضی یعلیٰ نے اس کے زخم شمار کیے (جو اس کو

مدعی کے وار کرنے سے ہوتے تھے، ان پر شرعاً دیت اور تاوان ادا کرنا لازم ہوتا تھا۔ قاضی نے کہا کہ تیرے لیے (دو صورتیں ہیں) یا تو ان زخموں کے عوضانہ میں تو اس مجروح کو تاوان ادا کرے اور قتل کرے، یا پھر اس کو بالکل چھوڑ دے یعنی تو اپنے خیال میں قاتلانہ وار کر کے بدلہ لے چکا ہے لیکن یہ قدرۃً بیچ گیا ہے۔ اس کے بعد اس مدعی نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر واقعہ ہذا بیان کر کے قاضی مذکورہ کی شکایت کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے قاضی مذکورہ کو بلایا وہ حاضر ہوا فیصلہ کی تفصیلات اُس نے دوہراتیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے قاضی لعلی کے فیصلہ کی موافقت کی۔ پھر حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ دونوں بزرگوں نے اس فیصلہ پر اتفاق کرتے ہوئے درست قرار دیا کہ اگر ان زخموں کا تاوان ادا کرے تب تو قاتلانہ وار کر سکتا ہے ورنہ اس کو چھوڑ دے، حضرت عمرؓ نے قاضی لعلی کو اس کے صحیح فیصلہ کی بنا پر بدستور قاضی مقرر رکھا۔

(۳)

مجبور عورت کے حق میں مشورہ

..... عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبَاذَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ قَالَ أُمِّي عَمْرُ بْنُ الْعَطَّابِ بِأَمْرٍ أَوْ جَهْدِهَا الْعَطَشُ ذَمَرْتُ عَلِيَّ دَاعٍ فَاسْتَفْتَيْتُ فَأَبَى أَنْ يَسْتَفِيَهَا إِلَّا أَنْ تَمَكَّنَهُ مِنْ نَفْسِهَا فَفَعَلْتُ فَنَسَا وَرَأَيْتُ فِي رَجْعِهَا فَفَعَلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ هَذِهِ مَضْطَرَةٌ أَرَى أَنْ تُخَلِّيَ سَبِيلَهَا فَفَعَلَ ۝

راسنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۸، ص ۲۳۶۔
 کتاب الحدود۔ باب من نزلت بامرہ مستکترتہا

”یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت کا
 قصہ پیش ہوا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے ایک چرواہا کے پاس گئی پانی
 طلب کیا۔ اس نے پانی دینے سے انکار کیا مگر اس صورت میں کہ وہ عورت
 اس کو بد فعلی کرنے دے (تب پانی ملے گا) عورت نے مجبور ہو کر یہ فعل
 کرنے دیا۔ اس مسئلہ کے لیے حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا
 حضرت علیؓ نے رائے دی کہ یہ عورت مجبور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کو
 چھوڑ دیا جائے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے
 اس کو سزا نہ دی اور چھوڑ دیا۔“

واضح رہے کہ یہ واقعہ کتاب سنن سعید بن منصور، المکتب الخراسانی جلد ثانی صفحہ ۶۲
 میں مذکور ہے۔ اور مصنف عبد الرزاق، جلد چہارم صفحہ ۱۰۸ میں موجود ہے۔

(۴)

بد فعلی کی سزا میں مشاوت

یہ واقعہ شیعہ علماء نے کتاب الحدود۔ باب الحدی اللواط میں درج کیا ہے یہاں
 فرور کافنی کی عبارت پیش کی جاتی ہے :-

”..... قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ وَجَدَ
 رَجُلًا مَعَ رَجُلٍ فِي أَمَارَةٍ عُمَرُ فَهَرَبَ أَحَدُهُمَا وَأَخَذَ الْأُخْرَى
 فَبَجَى بِهِ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَا تَرَوْنَ قَالَ فَقَالَ هَذَا إِصْنَعُ
 كَذَا وَقَالَ هَذَا إِصْنَعُ كَذَا. قَالَ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا الْحَسَنِ!
 قَالَ إِضْرِبْ عُنُقَهُ فَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ ثُمَّ أَرَادَهُ أَنْ يَحْمِلَهُ
 فَقَالَ مَهْ أَنَّهُ قَدْ بَتِيَ مِنْ حُدُودِ شَيْءٍ قَالَ أَيُّ شَيْءٍ بَتِيَ؟“

قَالَ أَدْعُ بِحَطَبٍ فَإِنَّ قَدَّعًا عَسَرَ بِحَطَبٍ فَأَمَرِيهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَحْرَقَهُ بِهِ ۚ

(۱) الفروع من الكافي، جلد ثالث ص ۱۰۹ محمد بن
يعقوب كليني رانزي، شيعی۔

کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط۔ طبع کھنور۔

(۲) الاستبصار للشيخ ابى جعفر الطوسي الشيعی۔

کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط ج ۲ ص ۳۰۶۔ طبع کھنور۔

۱۰ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ عمر بن الخطابؓ کی خلافت کے زمانہ میں
ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بد فعلی کی۔ ایک فرار ہو گیا دوسرا گرفتار
ہوا۔ عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں لایا گیا، عمر بن الخطابؓ نے حاضر لوگوں سے
اس کی سزا دریافت کی بعض نے کہا اس طرح کریں، دوسروں نے کہا اس طرح
سزادیں۔ عمر بن الخطابؓ نے علی بن ابی طالبؓ سے دریافت کیا اے ابوالحسن!
آپ کی کیا رائے ہے؟ علیؓ الرضی نے کہا کہ اس کی گردن اڑادیں۔ گردن مار
دی گئی۔ لاش اٹھانے لگے تو علیؓ الرضی نے کہا ٹھیرے ابھی کچھ دنوں، باقی
ہے عمر بن الخطابؓ نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ علیؓ بن ابی طالبؓ نے کہا اس کو
جلانے کے لیے کھڑی منگائیے پھر حکم دیا کہ اس کو جلا دو۔ چنانچہ وہ جلا
دیا گیا۔

(۵)

شراب خوری کی سزا کے متعلق مشورہ

..... عن ابن دبرة قال ارسلني خالد بن الوليد الى عمرؓ

فَأَثَبْتُهُ وَمَعَهُ عَثْمَانُ بْنُ عُفَّانَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ
وَالزُّبَيْرُ وَهَسْرَةُ مَعَهُ مَتَكَلِّفُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ
أَمْرٌ سَلِنِي إِلَيْكَ وَهُوَ يَتَرَأُّ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَسْأَلُ إِنْ النَّاسَ قَدْ أَهْمَكُوا
فِي الْحَمْرِ وَتَعَاقَرُوا الْعُسُوبَةَ فَيُبَدِّ فَقَالَ عَمْرُ هَسْرَةُ هِيَ لَمْ يَعِدْكَ
فَسَلِمُوا فَقَالَ عَلِيُّ نَرَاهُ إِذَا سَلَوْهُ هَذَا وَإِذَا هَدَى إِفْتَرَى وَعَلَى
الْمُسْتَوَى ثَمَانِينَ فَقَالَ أَبِغِ صَاحِبِكَ مَا قَالَ قَالَ فَجَلَدَ خَالِدٌ
ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَجَادَ عَمْرُ ثَمَانِينَ ۝

(۱) السنن للدارقطنی، ج ۲، ص ۳۵۴-۳۵۸ مع التعلیق المغنی،

طبع دہلی۔ تحت مسائل حدود۔

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۳۷۵۔ کتاب الحدود۔

طبع حیدرآباد دکن۔

(۳) مؤطا امام مالک۔ بابا جہ فی الحدی فی التمرص، ۳۵۔ طبع دہلی

(۴) محامدی شرح معانی الآثار ج ۲، ص ۸۸۔ کتاب الحدود۔

(۵) کنز العمال، جلد ۳، ص ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲۔ بحوالہ ابن جریر

بیہقی و عبد الرزاق وغیرہ۔ طبع اول قدیم دائرۃ المعارف

حیدرآباد دکن۔ کتاب الحدود۔ حد النحر۔

(۶) المصنف لعبد الرزاق، ج ۷، ص ۳۷۸۔ طبع بیروت (حد النحر)

ابن دبرہ کہتا ہے کہ مجھے خالد بن ولید نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مینیا

(ایک مسئلہ کی خاطر) روانہ کیا۔ میں حضرت عمرؓ کے ہاں پہنچا تو ان کے پاس عثمانؓ

بن عفان، عبد الرحمن بن عوف، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیرؓ

بن العوام مسجد (نبوی) میں موجود تھے۔ میں نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے خالد

بن ولید نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ لوگ شراب خوری میں مہنگ ہو رہے ہیں (موجودہ مجوزہ) سزا کو معمولی سمجھنے لگے ہیں۔ حضرت فاروقؓ نے (حالات سن کر) فرمایا کہ یہ حضرات (عثمانؓ، عبدالرحمنؓ، علی المرتضیٰؓ وغیرہم) تیرے سامنے موجود ہیں ان سے دریافت کر لے کہ کس طرح کرنا چاہیے، حضرت علیؓ نے کہا کہ جاری راتے یہ ہے کہ انسان جس وقت شراب پی کر بدست ہو جاتا ہے تو کو اس کتاب سے۔ جو اس بکنے کی حالت میں لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہے اور بہتان باندھنے کی سزا اسی درجے لگانا ہے لہذا شراب خور کی سزا بھی اسی درجے مقرر کرنی چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے (شراب خور) کی سزا اسی درجے ٹھہرا دی۔ پھر خالد بن ولید نے یہی سزا دی اور حضرت عمرؓ نے بعد میں شراب خوری کی حد یہی مقرر رکھی۔

(۶)

مقرر کے متعلق مشورہ اور سابق نے تیسری بار سزا کیا جو تو اس کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت علیؓ کی راتے سے اتفاق کیا یعنی سابق کا جس دوام کیا جاتے۔ ملاحظہ ہو:۔ علماء الدین ابن ترکمانی کی البحر المنقی علی سنن ابی یوسف، جلد ۸ ص ۲۷۵۔ عبارت اس طرح ہے: اِنَّ عَمْرًا اسْتَشَارَهُمْ فِي سَارِقٍ فَاَجْمَعُوا عَلٰی مِثْلِ قَوْلِ عَلِيٍّ۔

تنبیہ

یاد رہے کہ شیعہ علماء نے بھی یہ چیز ذکر کی ہے کہ پہلے پہلے شراب کی سزا اور حد قلیل تھی۔ ثُمَّ لَمَّا نَزَلَ النَّاسُ بِزَيْدٍ وَنَحْوِهَا وَقَفَّ عَلَى شَعَائِنِ اَشَارَ بِذَلِكَ عَلٰی عَلِيٍّ فَوَضِعِيْ بِهَا۔ (شراب کی سزا کو) لوگ بڑھاتے رہے حتیٰ کہ ہر سزا اور اسی درجے تک پہنچی۔ اسی درجہ کی سزا کے لیے حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اشارہ کیا تھا، پس انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

کتاب فروع کافی، باب ما یجیب فیہ من الحد من الشراب

ج ۳ ص ۱۱۷ - طبع نول کشور کھنؤ

یہ روایت فروع کافی کے علاوہ دیگر کتب شیعہ میں بھی دستیاب ہوتی ہے۔ ہم نے بطور تائید اتنا ذکر کر دینا کافی خیال کیا ہے۔

فصل ہذا کے فوائد

۱ - حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔

ایک دوسرے کے حق میں ناصحانہ کلمات اور خیر خواہی کے جملے کہتے تھے۔

۲ - حل مسائل کے لیے بعض اوقات آپس میں مشاورت ہوتی تھی۔ پھر طے شدہ تجاویز پر

عمل درآمد ہوتا تھا۔ گویا قرآن مجید میں جو مومنوں کی صفت و اَمْرُوهُم شُورٰی بَيْنِهِمْ

در باہم مشورے سے ان کے معاملات طے ہوتے ہیں، بیان فرمائی گئی ہے، یہ حضرات

پوری طرح اس کے محمل و مصداق تھے۔

یہ نام واقعات اس چیز پر مشابہ ہیں کہ ان بزرگان دین اور اکابرین امت کے درمیان

مواصاة اور محبت و مودۃ موجود تھی۔ کسی قسم کی مخالفت و معاندت اور منافرت بالکل

نہ تھی۔

رفع اشتباہ

بمع اشتباہ

جب حضرت علی المرتضیٰ اور سیدنا عمر فاروق کے باہمی مسائل میں بنا دلہ خیالات

و علمی تذکرے اور دینی مسائل میں مشورے، علمی گفتگو وغیرہ واقعات بیان کیے جاتے

ہیں تو اس وقت مخالفین صحابہ کرام ان تمام چیزوں کو حضرت عمر کی لاعلمی پر محمول کرنے لگتے

ہیں اور ان کی دینی مسائل میں ناواقفی اور نااہلیت کا پروہنگینہ شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت امت کے فلاح ہے اور رسالہ سرگنج فہمی پر مبنی ہے۔

جن لوگوں کو ان کی تصانیف دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس طریق کار سے خوب متعجب ہیں، ان بزرگوں نے فاروقی مطاعن کے لیے مستقل ابواب و فصول مرتب کیے ہوئے ہیں وہاں حضرت مرتضیٰ کا نسبت حضرت فاروق کے علی تفسیق و برتری ثابت کرتے ہوئے یہ بحث شروع کر دیتے ہیں۔

کتاب فلک النجاة، جلد اول باب چہارم۔ ”آئینہ مذہب سنی“ وغیرہ ملاحظہ فرمادیں تو اُمید ہے ان گدازات کی تصدیق ہو جائے گی۔ یہ کتابیں ہمارے ضلع جھنگ کے شیخہ احباب کی تالیفات ہیں۔

مقررہ دو سنتوں کے شبہات کو رفع کرنے اور ان کو اطمینان دلانے کے لیے چند ایک مسائل اور واقعات پیش کیے جاتے ہیں ان میں حضرت علی المرتضیٰ نے بعض مواضع میں توصاف طور پر اپنی علی کا اظہار فرمایا ہے۔

اور بعض مواقع میں حضرت علیؑ کے سوا دیگر صحابہ کا مسئلہ درست تھا اور حضرت علیؑ کا عمل اس مسئلہ میں صحیح نہیں تھا۔ یہ بات حضرت علیؑ کے اقرار کے ذریعہ ثابت ہوتی۔ اور کئی مسائل میں اس طرح ہوا کہ اس مسئلہ میں حضرت علیؑ کی پہلے ساتے ایک طرح تھی اور اس پر عمل درآمد کرنا ٹھیک قرار دیتے تھے لیکن بعد میں ان کی رائے بدل گئی اور اس قول سے رجوع کر لیا۔ یعنی اپنے قول کو متروک فرما کر دوسرے صحابہ کرامؓ کے قول کی موافقت کر لی اور اس کی وجہ سے کوئی انقباض و اعراض نہیں فرمایا۔

اب ان مندرجات پر چند حوالہ جات مختصر اُقتل کیسے جاتے ہیں توجہ کے ساتھ ملاحظہ

(۱)

فرمادیں :-

سب سے پہلے پنج البلاغہ سے حضرت علی المرتضیٰ کا کلام ملاحظہ فرمادیں۔ فرماتے ہیں :-

..... فَلَا تَلْعَنُوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقِّ أَوْ مَشُورَةٍ لِيَعْدِلَ قَائِلُ
كَسْتُ فِي نَفْسِي بِشَوْقٍ أَنْ أُخْطِئَ وَلَا أَمَنْ ذَلِكَ مِنْ فِعْلِي إِلَّا أَنْ
يَلْفِي اللَّهُ مِنْ نَفْسِي مَا هُوَ وَأَمْلِكُ بِهِ مَتِي“

(بیچ البلاغ، ج ۱ صفحہ ۴۳۶ خطبہ علیہ السلام بصغیر)

”یعنی (اے مخالفین) حق بات کہنے اور انصاف کا مشورہ دینے سے
مست رکو، کیونکہ میں اپنی جگہ خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں، اور میں اپنے
فعل میں غلطی سے بے خوف نہیں ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری کفایت کرے
جو مجھ سے زیادہ قدرت والا ہے“

”دکتر العمال میں بحوالہ ابن جریر و ابن عبد البر حضرت علیؑ سے منقول ہے
”عن محمد بن کعب قال سأل رجل علياً عن مسألة فقال
فيها فقال الرجل ليس هكذا ولكن كذا وكذا قال أصبت وأخطأت
وفوق كل ذي علم عليم“

مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے مسئلہ دریافت کیا۔
حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ وہ کہنے لگا کہ اس طرح مسئلہ نہیں بلکہ اس طرح ہے
(جواب منکر) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تو نے مسئلہ ٹھیک کہا ہے اور میں
چوک گیا ہوں۔ ہر علم والے سے دوسرا زیادہ عالم ہو سکتا ہے۔ (دکتر العمال، ج ۱،
حل الباب فی آداب العلم والعلماء، طبع اول۔

(۲)

”عن ربيعة بن دسر الجعفي قال سألت أبا عبد الله عليه السلام عن رجل قال
قلت لعل علياً صلى الله عليه وسلم قال أما علمت أن رسول الله صلى الله عليه
وسلم كان بينها ناعها“

(۱) المصنف لعبد الرزاق، ج ۲، ص ۴۳۰، مجلس علی

(۲) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۷۰ تحت مسند ابی عمر
معہ منتخب کفر۔

حاصل یہ ہے (مکتبہ کے راستہ میں) ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ نے عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھے تو حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آپ کے معلوم نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کے بعد تو نفل پڑھنے سے ہمیں منع فرماتے تھے۔“

« عَنْ عُمَرُو مَةَ أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدَّوْا مِنَ الْإِسْلَامِ فَبَلَغَهُ ذَلِكَ
ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوَكُنْتُ أَنَا لَعَنَلْتُهُمْ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ
لَا حَرِيصٌ لَهُمْ لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوا بَعْدَ ابْنِ
اللَّهِ - فَبَلَغَهُ ذَلِكَ عَلِيًّا فَقَالَ صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ - هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۱- (جامع الترمذی، ابواب الحدود- باب ما جاء فی المرتد، ص ۲۳۰-۲۴۶،
مطبع مجتہبائی دہلی)

۲- مسند حمیدی ص ۲۴۴-۲۴۵ ج اول روایت ۵۳۳-

”یعنی عکرمہ تابعی جو ابن عباسؓ کا شاگرد ہے، کہتا ہے کہ ایک قوم مرتد ہو گئی۔ ان کو حضرت علیؓ نے آگ میں جلوا دیا جب اس چیز کی عبد اللہ بن عباسؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ان کو سزا دیتا تو قتل کر دیتا اس لیے کہ فرمان نبویؐ اس طرح ہے جو شخص اپنا دین اسلام چھوڑ دے اس کو قتل کر دو میں آگ میں نہ جلاتا اس لیے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ کا عذاب نہ دیا کرو جب یہ خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے سچ فرمایا ہے۔“

اور متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت علیؓ نے اپنی رائے ترک کر دی۔ مثلاً:

(۱)۔ اہیات الاولاد (جن نوٹیوں سے انسان کی اولاد ہو چکی ہو) کے فروخت کے مسئلہ میں۔ حضرت عمرؓ اس فروخت کو منع کرتے تھے اور حضرت علیؓ اس کے جواز کے قائل تھے حضرت علیؓ الرضیؓ کے اپنے قاضی عبیدہ سلمانی نے ان سے عرض کیا کہ اس مسئلہ میں آپکی جہاد گانہ رائے سے جماعتی رائے بہین زیادہ پسند (جو عمرؓ الخطاب کی تحقیق ہے)۔

— چنانچہ خلافت رضوی کے دور میں قاضی عبیدہ مذکور فاروق اعظمؓ کے فرمان کے مطابق عمل درآمد کرتے تھے اور حضرت علیؓ اس مسئلہ میں اپنی رائے ترک کر کے قاضی مذکور کو فرمایا کرتے تھے اِقْضُوا لِمَا كُنْتُمْ تَقْضُونَ الخ یعنی اس بارے میں تم اسی طرح فیصلہ کرو جس طرح پہلے کیا کرتے تھے“

(۱) بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۲۶۔ باب مناقب علیؓ

(۲) کتاب المنی للفاضل عبد الجبار المتنبلی، ص ۱۸

(۳) منہاج السنہ لابن تیمیہ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶۔

(۲)۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب، جمع الاخوة (دادا کے ساتھ میت کے بھائی) کی صورت میں دادا کو ٹلٹ (پہینے کے قائل) تھے پھر آپ نے دوسرے صحابہ کرام کے موافق سلس یعنی چھٹا پانچ حصہ دینا اختیار فرمایا اور سابق قول کو ترک فرما دیا۔

(۱) کتاب المنی للفاضل عبد الجبار المتنبلی، ص ۱۸

(۲) منہاج السنہ لابن تیمیہ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶

(۳) ذہب و تہمت میں حضرت قرظیؓ نے دختر ابی جہل کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ جناب رسالتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات پر سخت ناراض ہو گئے تو حضرت علیؓ کو یہ خیال ترک کرنا پڑا۔ (۱) بخاری شریف، ج ۱ ص ۳۸۸۔ کتاب الجہاد، باب ما ذکر من ورع النبی و عصابہ و سیفہ۔ طبع نور محمدی، دہلی۔

(۲) بخاری، ج ۱ ص ۵۲۸۔ کتاب المناقب، باب ذکر اصحاب النبی صلعم طبع نور محمدی دہلی

— اس نوعیت کے کئی مسائل کتب میں منقول ہیں۔ یہ صرف چند ایک واقعات منصف مزاج لوگوں کے غور و فکر کرنے کی خاطر پیش خدمت کر دیے ہیں۔

— ان تمام چیزوں پر منصفانہ نظر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ بعض مسائل میں لاعلمی کا اظہار کرنا، اور واقعات میں خطا کرنا، اپنی تحقیق کو ترک کر کے دوسروں کے قول کو اختیار کرنا وغیرہ کوئی نقص و عیب کی بات نہیں اور قابل تنقید فعل نہیں ہے۔ اگر یہ چیزیں قابل اعتراض ہیں تو دونوں طرف پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی خامی و اعتراض کی چیز نہیں تو دونوں جانب نہ ہونگی۔ تھوڑا سا انصاف سے کام لیا جائے تو یہ مسئلے جلد تر حل ہو سکتے ہیں کسی سوال و جواب کی حاجت نہیں رہتی۔

انتباہ

اس مقام میں یہ چیز قابل وضاحت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت کے مسائل اور واقعات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا اتباع کیا اور اپنی حکومت کے دوران حضرت علیؓ نے کوئی دوسری راہ نہیں اختیار کی اور نہ ہی کوئی الگ قوانین سلطنت مرتب کیے نہ علیحدہ کوئی آئین تجویز کیا نہ دستور میں کوئی تبدیلی کی بلکہ فاروقی دستور اور فیصلوں کی تابعداری کرتے رہے اور انہی کے قواعد کی روشنی میں اپنا تمام انتظام خلافت قائم رکھا۔

اس چیز کو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی تصانیف میں تصریحاً ذکر کیا ہے۔
 علامہ ابن رجب حنبلی اپنی تصنیف جامع العلوم والحکم فی شرح خمسين حدیثاً میں فرماتے ہیں کہ:

”..... وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَتَّبِعُ قَضَايَا مَا وَأَحْكَامَهُ وَ

يَقُولُ إِنَّ عَمْرًا كَانَ رَسُولًا الْأَمْرُ“

(جامع العلوم والحکم، ص ۲۵۰۔ الطبعة الرابعة، لبنان)

زین الدین ابو الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین بن

رجب العنقلی البغدادی من علماء القرن الثامن،

یعنی حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے (فیصلہ شدہ) امور و احکام کی اتباع کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ درست معاملہ کرنے والے اور صحیح فیصلہ کنندہ تھے۔

— نیز چند حوالہ جات قبل ازیں (حصہ فاروقیؓ نبذا) کے باب اول، فصل ثانی تحت عنوان

چہارم، درج کیے جا چکے ہیں۔ جن سے مسئلہ بالاکاکی تائید ہوتی ہے اور مضمون نبذا کی تصدیق ہوتی ہے۔ بطور یاد دہانی کے ان میں سے یہاں مختصراً درج کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ مثلاً شریک زبید سے نقل کرتا ہے اور حضرت زبیدؓ کا بھی یہ قول ہے کہ:

”ان عَلِيًّا كَانَ يُشَبِّهُهُ لِعُمَرَ فِي السِّيَرَةِ“

(۱) کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم، ص ۲۴ طبع مصر

(۲) ریاض النضرة محب الطبری، جلد ثانی، ج ۲، ص ۸۵

فصل فيما رواه عليؑ في فضل عمرؓ۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی سیرۃ (یعنی عملی نظام) حضرت عمرؓ کے (نظام) کے

مشابہ و مطابق تھا:

(۲)۔ اور سیدنا محمد باقرؑ مسئلہ نفس کے بارے میں تصریحاً فرماتے ہیں:

— عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَلَكَ عَلِيٌّ بِالْخُمْسِ طَرِيقًا قَصِيًّا

المُصَنَّفُ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ جُلْدُ خَامِسٍ، ج ۵، ص ۲۴۶

باب ذكر الخمس... الخ

— قَالَ رَابِعُ جَعْفَرٍ سَلَكَ بِهِ وَاللَّهِ سَبِيلَ ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرَ

(شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۲، ص ۱۳۵۔ جلد ثانی۔ باب سہم ذوی القربیٰ طبع دہلی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد یا قفر فرماتے ہیں کہ:

« اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت علی المرتضیٰ نے خمس کے بارے میں ابوبکر الصدیق اور عمر بن الخطاب کا راستہ اختیار کیا (یعنی اپنا کوئی الگ دستور نہیں چلایا) (۳۴)۔ حضرت سیدنا حسن بن علی کا فرمان منقول ہے کہ

— لَا أَعْلَمُ عَدِيًّا خَالَفَ عَمْرًا وَلَا عَمْرًا شَيْئًا مِمَّا صَنَعَ حِينَ قَدِمَ الْكُوفَةَ ۚ

(ریاض النضرہ لمحبت الطبری، ج ۲ ص ۸۵۔ فصل نمیا
رداء علی فی فضل عمرؓ الخ)

یعنی حسن بن علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب سے کوفہ تشریف لائے تو مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے (کسی معاملہ میں) عمر بن الخطاب کی مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تغیر پیدا کر دیا ہو۔
(۳۴) حضرت علیؓ کے معتمدنا گرو عبدخیر سے مروی ہے کہ

« سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ إِنَّ عَمْرًا كَانَ مَوْفِقًا رَشِيدًا فِي الْأُمُورِ وَاللَّهِ لَا أَعْبُو شَيْئًا صَنَعَهُ عَمْرًا ۚ

(۱) تاریخ کبیر امام بخاری، ج ۳ ص ۱۲۵۔

(۲) کتاب الخراج لیمیعی ابن آدم ص ۳۳ طبع مصر)

عبدخیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ عمر بن الخطاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں صحیح و درست فیصلہ کرنے والے تھے اللہ کی قسم جو کام عمر بن الخطاب نے کر دیئے ہیں میں نہیں تبدیل کروں گا۔

(۵) علامہ شعبی کا قول ہے کہ:

قَالَ قَالَ عَلِيٌّ حِينَ قَدِمَ الْكُوفَةَ مَا لَنْتُ لِأَجْلِ عَقْدَةٍ شَدَّهَا عُمَرُ-

(۱) کتاب الخراج بحیی بن آدم ص ۲۴ طبع مصری

(۲) کتاب الاموال لابن عبیدہ ص ۳۲۲ طبع مصر

(۳) - المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱۲ - کتاب

الفضائل - ما ذکر فی فضل عمر بن خطاب (ع)

”یعنی حضرت علی جب کوفہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گروہ عمر نے لگا

دی میں اس کو نہیں کھولوں گا۔“ (جو کام عمر نے سرانجام دیتے ہیں ان میں تبدیلی نہیں کرول گا)۔

خلاصہ المرام

یہ ہے کہ صرف یہ چند ایک مندرجات انصاف پسند طبائع کے غور و فکر کے ایسے پیش کر دیتے ہیں ورنہ اس نوعیت کے کئی عنوانات کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سے یہ مسئلہ بالکل عیاں ہو رہا ہے کہ

(۱) حضرت علی بن طالبؓ اپنے دورِ خلافت میں فاروقی نظامِ خلافت کا اتباع کرتے تھے اور فاروقی فیصلہ شدہ احکامات و قضایا کی تابعداری کا خاص خیال رکھتے تھے۔

(۲) نیز مرقسوی سیرت ”فاروقی سیرت“ کے ساتھ بالکل مشابہ و مطابقی تھی۔ ان سرور حضرت کی سیرت عملی میں کوئی فرق نہ تھا۔

(۳) فاروقی نظامِ خلافت میں جو امور طے ہو گئے تھے ان کو حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے دور میں من و عن قائم و ثابت رکھا گیا ان میں کوئی تبدیلی و تغیر بر گز نہ کیا گیا۔ اس طرفیہ کا کہ در یہ جہاں خلافتِ فاروقی کی حقانیت و صداقت بالبداہت ثابت ہوتی ہے وہاں ان اکابر کے درمیان آپس میں اتحاد و اتفاق و مودت و محبت باہتین عیاں ہوتی ہے۔

فصل ثالث

فصل ابتدا میں وہ واقعات درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان وقتاً فوقتاً انتظامی معاملات میں مشورے ہوئے اور حضرت علیؓ کی رائے کو پسند کیا گیا اور اس پر عمل درآمد ہوا۔ نیز وہ واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد دفعہ اپنا قائم مقام بنایا۔ پھر اس کے بعد مزید چند واقعات رفاقت بیان کیے گئے ہیں۔ اس نوع کے لیے شمار واقعات پائے جاتے ہیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔

ان حالات کے ملاحظہ کرنے کے بعد دونوں حضرات کے تعلقات و روابط کا اندازہ فریضہ انسان کر سکتا ہے۔

انتظامی امور میں مشورے

(۱)

فاروقی وظیفہ کے متعلق مشورہ

جب فاروق اعظمؓ، خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین مقرر ہوئے ہیں تو ان کا سابقہ جانشین شغل ترک ہو گیا۔ ان کے وظیفہ کے لیے صحابہ کرام کے درمیان مشورہ ہوا۔ طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری میں یہ واقعہ عبارت ذیل میں مذکور ہے۔

«عَنْ ابْنِ أَمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ قَالَ وَأُرْسِلَ إِلَى الْأَصْحَابِ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشَارَهُمْ فَقَالَ تَدَّ شَغَلَتْ لِنَفْسِي

فِي هَذَا الْأَمْرِ فَمَا يَسْئَلُ لِي مِنْهُ فَقَالَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ كُلُّ وَأَطَعَهُ قَالَ
قَالَ ذَلِكَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَقَالَ يَعْلَى مَا نَقُولُ أَنْتَ
فِي ذَلِكَ قَالَ عَدُوٌّ وَعَشَاءُ قَالَ فَاتَّخَذَ عُمَرُ بْنُ زَيْدٍ ذَلِكَ .

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۲۱ باب عمر طبع لیدن پر ہے)

وعن ابن سَئْمَرٍ فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ إِسْرَأً تَاجِرًا لِيُعْنِيَ اللَّهُ عِبَّالِي
بِتِجَارَتِي وَقَدْ شَعَلْتُ مَوْتِي بِأَمْرِكُمْ فَمَاذَا تَرَوْنَ أَنَّهُ يَجْعَلُ لِي مِنْ هَذَا الْمَالِ
فَأَكْتَرُ الْقَوْمَ وَعَلَى سَأَلَتْ فَقَالَ مَا نَقُولُ يَا عَلِيُّ فَقَالَ مَا أَصْلَحَكَ وَأَصْلَحَ
عِبَّالِكَ بِالْمَعْرُوفِ لَيْسَ لَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ غَيْرُهُ فَقَالَ الْقَوْمُ الْقَوْلُ
قَوْلَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ :

(۲) تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری، ج ۳ ص ۱۶۴-

تحت سنه الفی مئة عشرة - طبع مسری، قديم .

(۳) سیرة عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۸۹-۹۰ طبع مصری

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی طرف حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجا اور اس مسئلہ
رہنمائی کے لیے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میری گدراں تجارت کے ذریعہ تھی،
تم نے مجھے اس شغل سے روک کر اس خلافت کے کام میں مصروف کر دیا ہے۔
اب بیت المال سے میرے لیے کیا کچھ لینا جائز ہے؟ سیدنا عثمان بن عفان
اور سعید بن زید نے راستے دی کہ آپ اس مال سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور
دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا،
آپ کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ اپنا خرچہ اور بال بچھل کے
مصارف لے سکتے ہیں اور بس حضرت علیؓ کا مشورہ منظور کر لیا گیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بیت المال سے خرچہ خوراک ملتا تھا اور لباس کے لیے

ڈوبوڑے، ایک گرمیوں کے لیے ایک سردیوں کے لیے ملتے تھے، سفری ضرورت کے لیے ایک اونٹنی ان کے لیے مہیا کی جاتی تھی اور ایک خادم ان کو دیا جاتا تھا جس پر کل منفعت تھی جو زینتِ اسلام کو مسلمانوں کی طرف سے حاصل ہوتی تھی۔

۲

اسلامی تاریخ کے متعلق مشورہ

عیسائیوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے سن عیسوی د میلادی چلا آ رہا تھا حضرت فادوق اعظم کے دورِ خلافت میں ہجرت اور دیگر حضرات کے درمیان مشورہ ہوا کہ مسلمانوں کا سال تاریخی کس وقت سے شروع کیا جائے۔ بعض لوگوں نے کچھ مشورہ دیا اور بعض نے کچھ۔ اس واقعہ کو امام بخاری نے تاریخ صغیر اور تاریخ کبیر میں مندرجہ ذیل عبارت کے تحت ذکر کیا ہے:-

«..... عَنْ عَثْمَانَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَتَى نَكْتُبُ التَّأْرِيخَ؟ فَجَمَعَ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَ لِدَعْوَى مَنْ يَوْمَ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَكُنْتُبُ التَّأْرِيخَ»

(۱) التاریخ الصغیر امام بخاری ص ۹ - طبع انوار محمدی

الہ آباد (ہندوستان)

(۲) التاریخ الکبیر، امام بخاری، ج ۱، ص ۹ - طبع حیدرآباد دکن

(۳) المستدرک للحاکم کتاب الهجرة، ج ۳، ص ۱ - طبع حیدرآباد دکن

(۴) سیرة عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱ - طبع مصری

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۴ میں مزید تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ

درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

... قَالَ قَاتِلُونَ أَرْحَاؤَ مِنْ مَوْلِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْخُرُونُ مِنْ مَبْعَثِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَشَارَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْآخُرُونَ أَنْ يُؤَرَّخَ مِنْ هِجْرَتِهِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِظُهُورِهِ لِكُلِّ أَحَدٍ فَإِنَّهُ أَطْلَعَهُمْ مِنَ الْمَوْلِدِ وَالْمَبْعَثِ فَاسْتَخَصَّنَ ذَلِكَ عَمْرُوًا الصَّخَابَةَ فَأَمَرَ عَمْرُوًا أَنْ يُؤَرَّخَ مِنْ هِجْرَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْحَاؤَ مِنْ أَوَّلِ تِلْكَ السَّنَةِ مِنْ مُحَدِّمَيْهَا -

(البدایہ لابن کثیر، ج ۴، طبع مصری)

”مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق نے ہاجرین اور دیگر بزرگوں کو جمع کر کے اسلامی تاریخ چلانے کی غرض سے مشورہ طلب کیا۔ بعض نے راستے دی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت سے تاریخ جاری کی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور بعثت سے تاریخ شروع کی جائے۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے جمع دیگر احباب کے یہ مشورہ دیا کہ ہجرت نبوی کے روز سے (جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر ہوا تھا) یہ تاریخ چلائی جلتے، اس لیے کہ یہ سفر مولدِ نبوی اور بعثتِ نبوی سے زیادہ مشہور ہے اور ہر ایک شخص کو معلوم ہے۔ بس اس آخری مشورہ کو حضرت عمر فاروق نے پسند فرمایا اور اسی سال ہی ابتداء ہجرتِ نبوی سے اسلامی تاریخ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا“

علماء نے لکھا ہے کہ اسلامی تاریخ کا اجراء فاروقی خلافت کے اڑھائی سال گزر جانے کے بعد محرم سے کیا گیا تھا۔ (سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱)

(۳)

سلاطین میں شام کے علاقہ میں ”فتح الجزیرہ“ کے نام سے ایک فتح ہوئی۔ وہاں کے لوگ

مذہباً نصرانی تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص نے ان کے رؤساء کا ایک وفد حضرت فاروقؓ کی خدمت میں بدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ اپنے جزیرہ ٹیکس وغیرہ کے متعلق خلیفہ اسلام سے خود فیصلہ کر لیں۔ وفد کے لوگ حضرت فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات چیت ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ:

” فَخَذُّنَا شَيْئًا وَلَا تَسْمِيَهُ جَزِيَّةً فَقَالَ إِنَّا نَحْنُ فَسْمِيَهُ
جَزِيَّةً وَأَمَّا أَنْتُمْ فَسَمُّوْهُمَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
أَلَمْ يُضْعِفْ عَلَيْهِمْ سَعْدُ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ بَلَىٰ وَأَصْغَىٰ إِلَيْهِ وَرَضِيَ بِهِ
مِنْهُمْ جِزَاءَ جَزِيَّةٍ“

(۱) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۴، ص ۱۹۸۔ تحت فتح الجزیرہ ۳۷ھ

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۷۶۔ بحث فتح الجزیرہ ۳۷ھ

مطلب یہ ہے کہ آپ ہم سے جو چیز وصول کریں اس کا نام جزیرہ یعنی ٹیکس نہ رکھیں۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ ہم تو اس مقرر چیز کا نام جزیرہ ہی رکھیں گے آپ لوگ جو چاہیں اس کو کہہ لیں۔ علی بن ابی طالب (موجود تھے انہوں نے) کہا کہ سعد بن ابی وقاص نے قبل انہیں ان لوگوں پر صدقہ کی مقدار کو گنی نہیں کر دی؟ امیر المؤمنینؓ نے فرمایا کہ ہاں انہوں نے ایسا کر دیا ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کی طرف توجہ کی اور جزیرہ کے عوض اس کو پسند کر لیا۔

(۴)

مفتوحہ زمین عراق کے متعلق ایک مشورہ

جب عراق کا علاقہ اہل اسلام نے فتح کیا اس زمانہ میں علاقہ کے زیر قبضہ قبضات کے کاشت کاروں کے متعلق خاص مشورہ ہوا تھا کہ ان کے متعلق کیا صورت اختیار کرنی چاہیے۔

واقعہ انہذا کو محدثین و فقہاء نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے عبارت ملاحظہ فرمائیے:

..... ” حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِبٍ
عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنََّّهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْسِمَ السَّوَادَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ
فَأَمَرَ بِهِمْ أَنْ يَخْصُوا فَوَجَدَ الرَّجُلَ الْمُسْلِمَ يُصِيبُهُ ثَلَاثَةٌ مِّنَ
الْفَلَاحِيِّنَ يَعْزِي الْعُلُوجَ فَنُشَا وَرَأَصْمَحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ دَعُهُمْ يَكُونُونَ مَادَّةً لِلْمُسْلِمِينَ
فَتَرَكَهُمْ فَبَعَثَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ فَوَضَعَ عَلَيْهِمْ ثَمَانِيَةَ وَارْبَعِينَ
وَأَرْبَعَةَ وَعِشْرِينَ وَاشْتَى عَشْرًا - الخ “

(۱) کتاب الخراج لبعی بن آدم (المتوفی ۲۳۳ھ) طبع مصری

(۲) کتاب الاموال للابی عبدی القاسم بن سلام

(متوفی ۲۲۴ھ) طبع مصری، ص ۵۹

(۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۹، ص ۱۳۴ - کتاب

السیر، باب السواد - طبع دکن -

(۴) کنز العمال، طبع اول، ج ۲، ص ۳۱ - کتاب الجهاد

طبع حیدرآباد دکن (بحوالہ ابن زنجیرہ والخزاطی ق)

کتاب الجهاد من قسم الافعال بحث (الجزیرہ) -

حاصل یہ ہے کہ حارثہ بن مضر کہتا ہے کہ جب عراق کی اراضی منقوح ہوئیں تو حضرت

عمر فاروقؓ نے ان اراضی کو مسلمانوں کے مابین تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ پہلے ایک انمازہ

لگانے کا حکم جاری کیا۔ اس میں یہ مقدار تجویز کی گئی کہ ایک مرد مسلمان کے لیے تین

تین کافر کا شتہ تکاروں کا رقبہ حصے میں آسکتا ہے۔ اس کے بعد فاروقؓ اعظم

رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اہل مشورہ

نے اپنی اپنی راستے پیش کی، حضرت علی المرتضیٰ نے یہ مشورہ دیا کہ اصل زمین کے حصے بخرے نہ کریں بلکہ مسلمانوں کی خاطر مستقل آمدنی کے طور پر اس زمین کو اسی طرح چھوڑ دیں اور آمدنی پر بطور ٹیکس خراج منوط مقرر کریں۔ پس حضرت عمر نے عثمان بن صفیہ کو بھیج کر اسی طرح عمل درآمد کر دیا اور مختلف حیثیت کے ان ٹیکس لگا دیئے الخ“

(۵)

علاقہ نہاوند کے لیے ایک مشورہ

اسلام میں نہاوند کے علاقہ میں اہل فارس کے اجتماعِ جیوش کی خبریں جب مدینہ طیبہ پہنچیں تو امیر المؤمنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کی ایک مجلس مشاورت قائم کی، اس میں مندرجہ ذیل بیانات صحابہ کرام نے دیئے۔ اس کثیر نے البدایہ، جلد سابع میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

”فَقَامَ عُمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي حَالٍ مِنْ أَهْلِ النَّبَايِ فَكَلَّمَهُ كُلُّ مَنْهُمْ بِإِعْرَادِهِ فَأَحْسَنَ وَأَجَادَ وَاتَّفَقَ رَأْيُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَسِيرَ مِنَ الْمَدِينَةِ. وَالْكَتَبُ يَبِيعُ الْبِعُوثَ وَيَحْمَرُّ بِرَأْيِهِ وَدُعَائِهِ وَكَانَ مِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ أَنْ قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرًا وَلَا اخْتِارًا لَكُنْ يَكْتَرُ وَلَا يَنْتَقِلُ هُوَ دِينُهُ الَّذِي أَظْهَرَ وَجْهَهُ الَّذِي أَعْرَاهُ وَأَمَدَّهُ بِالْمَلَأِكَةِ حَتَّى تَلْبَسَ مَا بَلَغَ فَنَحْنُ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنْجِدُ وَعَدَاةٌ وَنَاصِرُ جُنْدَاهُ وَكَانَكَ فِيهِمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَكَانَ السِّتْرِ مِنَ الْحَرْزِ يَجْمَعُهُ وَدَيْمِيكَ فَإِذَا ائْتَلَّ تَفَرَّقَ مَا فِيهِ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْمَعْ بِحَدِّ فَيْدِهِ أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلْبًا فَهَمَّ كَثِيرٌ“

عَزِيذٌ بِالْإِسْلَامِ فَأَقِمْ مَكَانَكَ فَأَعْجَبَ عُمَرُ قَوْلَ عَلِيٍّ وَسَرَّ بِهِ وَ
كَانَ عُمَرُ إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدًا لَا يَبْنِمُ أَمَدًا حَتَّى يُبَيِّنَ وَدَا لِعَبَّاسٍ
فَلَمَّا أَعْجَبَهُ كَلَامُ الصَّحَابَةِ فِي هَذَا الْمَقَامِ عَرَضَهُ عَلَى الْعَبَّاسِ الْخ

(۱) البدایہ، ج ۴، ص ۱۰۷، تحت سنۃ ۲۱ھ

(۲) تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۳۷ تحت فتح نہاوند ۲۱ھ

نوٹ۔ مشورہ اپنا مندرجہ ذیل مقامات میں بھی درج ہے۔ عبارت کا کچھ فرق

ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۳) کتاب الاموال لابن ابی عبید، ص ۲۵۲۔

(۴) تاریخ خلیفہ ابن خلیط، ج ۱، ص ۱۲۰۔

ابن کثیر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان، ^{طیغہ} ^{میرٹھ} اور عبدالرحمن بن عوف اس مجلس میں کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا مشورہ پیش کیا اور عمدہ طریقے سے اظہارِ مافی الضمیر کیا اور اس چیز پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ امیر المؤمنین ^ع فاروق مدینہ طیبہ سے باہر تشریف نہ لے جائیں (یہیں مقیم رہ کر) اسلامی افواج کو (احکام دے کر) روانہ کرتے رہیں اور یہ فوجیں خلیفہ وقت کی رائے اور فرمان کی پابند رہیں۔ حضرت علی ^ع نے اس موقع پر یہ بیان دیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ پر واضح ہے کہ اس دین و اسلام کی فتح و نصرت اور ذلت کا مدار (لوگوں کی) کثرت و قلت پر نہیں ہے۔ یہ وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غالب کر دیا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود عزت دی ہے اور فرشتوں کے ذریعے اس کی امداد کی ہے حتیٰ کہ یہ پہنچا جہاں تک پہنچا۔ پس ہم لوگ اللہ کے وعدہ برحق پر یقین کیسے ہوتے ہیں۔ اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے

لشکر کی خود امداد کرنے والا ہے۔

اے امیر المؤمنین! مسلمانوں کے لیے، آپ کا مقام ایسا ہے جیسے ہار کے دانوں کے لیے ہار کے ٹانگے کا ہونا ہے تاکہ ہار کے دانوں کو جمع کیے ہوئے اور روکے رکھتا ہے۔ جب وہ ٹانگہ ٹوٹ جاتا اور کھل جاتا ہے تو اس کے تمام جمع شدہ دانے متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں، پھر اس طرح وہ مجتمع نہیں ہو سکتے۔ عرب اگرچہ آجکل قلیل ہیں، لیکن، اسلام کی طاقت کے ذریعہ یہ کثیر اور غالب ہیں۔

اے امیر المؤمنین! آپ اپنے مقام پر تشریف رکھیے!

پس حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت علیؓ کا یہ کلام بہت پسند آیا اور اس پر خوش ہوئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو جب قابل مشورہ چیز پیش آتی تو کوئی فیصلہ کرنے سے قبل حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ الخ

چنانچہ اس دفعہ بھی جب صحابہ کرام مذکور اور حضرت علیؓ کی تجاویز حضرت عمر فاروقؓ کو پسند آئیں تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے سامنے یہ چیز پیش کی اور ان کی تائید حاصل کی پھر اس کے موافق عمل درآمد کیا گیا۔

مذکورہ مشورہ کا مضمون شیعہ کتب سے

فتح بہاؤند کے موقع پر جو مشورہ ان حضرات کے درمیان ہوا اس کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر تصانیف پنج البلاغہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ پنج البلاغہ میں حضرت علیؓ کا ایک مستقل خطبہ مذکور ہے جس میں غزوہ فارس کے موقع پر حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کا فاروق اعظمؓ کو خیر خواہانہ و مخلصانہ مشورہ دینا مفصل درج ہے۔ اکثر و بیشتر اس کا مضمون وہی ہے جو اوپر البدایہ لابن کثیر سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ گویا اس واقعہ کو سنی و شیعہ دونوں مؤرخین نے نقل کیا ہے اور حضرت عمرؓ

حق میں حضرت علیؑ کی غیر خواہی و اخلاص اور دوستی کھول کر بیان کی ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں،
 رَمِنَ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي السُّخُوصِ
 لِقِتَالِ الْفَرَسِ بِنَفْسِهِ

إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَنْ تَصْرُفًا وَلَا اخْتِلاَفًا وَلَا قِلَّةً وَهُوَ
 دِينُ اللَّهِ الَّذِي أَطَهَّرَهُ وَجَدَّدَهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ
 وَطَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ وَنَحْنُ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنْجِزُ وَعْدِهِ وَ
 نَأْمُرُ بِجَدِّدِهِ وَهَكَذَا الْقِيَمُ بِالْأَمْرِ مَكَانَ النَّظَامِ مِنَ الْخُرُوجِ يَجْمَعُونَ
 يَضْمَةً فَإِنِ انْقَطَعَ النَّظَامُ تَفَرَّقَ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِجَدِّدِ خَيْرِهِ
 أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِن كَانُوا قَلِيلًا فَهَيْمٌ كَثِيرُونَ بِالإِسْلَامِ وَ
 عَزِيزُونَ بِالْإِحْتِمَاعِ فَكُنْ قَطْبًا وَاسْتَدِرَّ الرَّجْحُ بِالْعَرَبِ وَاصْلِمٌ وَوَنُكْ
 نَارَ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ إِن تَخَصَّصْتَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ اسْتَفْضَيْتَ عَلَيْكَ
 الْعَرَبَ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا وَالْمَنِيَّةُ

حاصل کلام یہ ہے کہ (قتالِ فارس کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ حضرت
 فاروق کو غلصانہ مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دینِ اسلام کی فتح و نصرت
 اور فزولت کا مدار (لوگوں کی) کثرت اور قلت پر نہیں ہے، یہ اللہ کا دین ہے جس کو
 اس نے غالب کر دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے جس کو اس نے تیار کیا اور
 اس کی امداد کی ہے حتیٰ کہ پہنچا جہاں پہنچا اور ظاہر ہوا جہاں یہ ظاہر ہوا۔ اور ہم
 لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ برحق پر یقین کیسے ہوئے ہیں۔ اللہ اپنے وعدہ کو پورا
 کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی امداد کرنے والا ہے اور دین کے نگرانِ ظلیفہ
 کا درجہ وہی ہوتا ہے جو ہمارے دانوں میں تاکہ کی حیثیت ہوتی ہے وہ دانوں
 کو منسلم و مجتمع کیسے ہوتے ہوتا ہے اگر تاکہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے (اور منکے)

منتشر و متفرق ہو جائیں گے پھر بالکل کبھی جمع نہ ہو سکیں گے۔ اور عرب لوگ اگرچہ آج دنیا پر تسلیم ہیں (لیکن) اسلامی طاقت کے ذریعہ سے کثیر ہیں۔ (اور اجتماعی طاقت کی بنا پر غالب ہیں) پس (اے خلیفۃ المؤمنین) آپ قلب بن ہاشمیؑ اور عرب کی چکی کو اپنے گرد گھمائیے۔ اور دوسرے لوگوں کو جنگ کی آتش میں داخل کیجیے خود نہ جاتیے۔ (بالفرض) اگر آپ خود اس مقام و مرکز سے باہر نکل پڑے تو لوگ اطاعت جو انب سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے۔“

(۱) کتاب پنج البلاغہ طبع مصری ص ۲۶۴۔ جلد اول
خطبہ علیؑ، مقال قرآن کے متعلق۔

(۲) کتاب اخبار الطوال دینوری، ص ۱۳۴۔ طبع جدید مصری۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کے فوائد

- (۱) حضرت عمر فاروقؓ اہم مشوروں میں حضرت علیؑ کو شریک بنا رکھتے تھے۔ یہ باہمی اخلاص و اعتماد کی روشن دلیل ہے۔
- (۲) خلافت کا خدائی وعدہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت علیؑ نے اس کا صادق پورا عہد فاروقی میں بیان فرمایا ہے اور اپنی ذات کو حضرت عمرؓ کی جماعت میں داخل کر کے ظاہر فرمایا ہے۔ یہ ان کی یگانگت و اتحاد کا نمونہ ہے۔
- (۳) حضرت علیؑ نے حضرت عمر فاروقؓ کو تمام اہل اسلام کا قیمہ بالا مقرر دیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کے نگران اور محافظ ہیں۔ نیز حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو اللہ کا لشکر قرار دیا ہے۔ یہ چیز خلافت فاروقی کے برحق ہونے کی شہادت و گواہی ہے۔
- (۴) حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کو نبی کے ناکہ کے ساتھ تشبیہ دے کر واضح کر دیا ہے کہ

مسلمانوں کے نظم و ضبط کا مدار حضرت فاروق کے وجود مسعود کے ساتھ وابستہ ہے۔
 (۵) حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت فاروق اعظم کو اسلام کی سچی کانٹھ کا قطب مدار قرار دیتے ہوئے
 مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ آپ یہاں مرکز (مدینہ طیبہ) میں مقیم رہیں۔ یہاں سے باہر
 تشریف نہ لے جائیں۔ آپ کا (مرکز سے) باہر چلا جانا اہل اسلام کے لیے خطرہ ہے۔
 — ناظرین کرام پر بالکل عیاں ہو گیا کہ مندرجات بالا ان دونوں حضرات کی باہمی عقیدت و
 مودت کو خوب واضح کر رہے ہیں۔ کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے اور ان دونوں
 بزرگوں کے متعلق اختلاف و افتراق کے جو قصے لوگ بیان کیا کرتے ہیں وہ سب غلط
 اور بے اصل بے بنیاد ہیں۔ خداوند قدوس کا قرآن سچا ہے اور یہ واقعات گواہ ہیں
 کہ عداوت و بغاوت کی داستانیں از خود تراشیدہ ہیں۔

(۶)

غزوة روم کے متعلق مشورہ

شیعہ علماء نے اپنی معتبر تالیفات پنج البلاغہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر
 فاروق نے غزوة روم کے لیے تیاری کی ہے تو اس وقت حضرت علیؑ نے حضرت عمر کو اپنی
 رائے اور مشورہ پیش کیا۔ وہ پنج البلاغہ میں مذکور ہے اور اس کے شارحین شیعہ اکابرین ابن
 ابی الحدید و ابن میثم بحرانی صاحب درۃ الخفییہ وغیرہم نے اس مشاورتی کلام کے تحت اس
 کی متعلقہ تفصیلات نقل کی ہیں۔ کسی صاحب نے اس پر کوئی نقد نہیں کیا جو ان کے نزدیک صحت
 کلام کی دلیل ہے۔ عبارت مذکورہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱ من کلام له عليه السلام قد شاوره عمدين الخطاب

في الخروج الى غزوة الروم بنفسه)

... إِنَّكَ مَتَى تَسِيرُ إِلَى الْعَدُوِّ يَفْسِدُ فَتَلْقَهُمْ فَتَسْلُبُ لَأَنَّكَ

لِلْمُسْلِمِينَ كَأَنَّكَ حُونَ أَقْصَى بِلَادِهِمْ وَلَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يُوجِبُونَ
إِلَيْهِ فَأَيُّكُمْ رَجُلًا مُجْرَبًا وَإِحْضَرُ مَعَهُ أَهْلَ الْبِلَاحِ وَالنَّيْصَةِ قَانَ
أَهْمَرَهُ اللَّهُ فَذَلِكَ مَا مَحَبَّتٌ وَإِنْ تَكُنُ الْأُخْرَى كُنْتَ رِدًّا لِلنَّاسِ وَمَشَايَةَ
لِلْمُسْلِمِينَ ۝

(۱) نبج البلاغہ جلد اول طبع مصری معہ عاشی شیخ عبدہ، ج ۱ ص ۲۵۳ خطبہ مذکورہ

اس خطبہ کے تحت ابن ابی الحدید شیعہ معتزلی لکھتے ہیں کہ:

..... وَاعْلَمَنَّ أَن هَذِهِ الْغَزَاةُ هِيَ غَزَاةُ فَلَسْطِينَ الَّتِي قُتِمَ فِيهَا
بَيْتُ الْمُقَدَّسِ وَقَدْ ذَكَرَهَا أَبُو جَعْفَرٍ الطَّبْرِيُّ (محمد بن جریر) فِي السَّارْمِجِ
وَقَالَ إِنَّ عَبِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ كَانَ الْمُسْتَخْلَفُ عَلَى الْمَدِينَةِ لَمَّا شَخَّصَ
عُمَرُ إِلَى السَّامِ وَإِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهُ لَا تُخْرِجْ بِنَفْسِكَ إِنْكَ
تُرِيدُ عَدَاوًا كَلْبًا - الخ

(۲) شرح نبج البلاغہ لابن ابی الحدید المعتزلی الشیعہ، ج ۲ -

ص ۵۸۴ - ۵۸۵ - طبع بیروت - بحث و خطبہ مذکورہ -

(۳) شرح نبج البلاغہ لابن میثم البحرانی المتوفی ۶۶۹ھ، جلد

ص ۱۶۱ - ۱۶۲ - طبع طهران جدید - و کلام قدسارہ عمر فی الفوج

الی اغزو الروم بنفسهم -

(۴) شرح نبج البلاغہ درۃ تحقیقہ از شیخ ابراہیم بن حاج حسین

بن علی الفخاری الدبلی، تالیف شدہ ۱۲۹۱ھ، طبع ایران،

(۵) شرح نبج البلاغہ جز دوم ص ۴۰۶ - ۴۰۷ - از سید علی نقی،

فیض الاسلام، مطبوعہ تہران، فارسی شرح -

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کو کہتے ہیں کہ آپ جب

دشمنِ دُرومی کی طرف جائیں گے اور بذاتِ خود اس سے مقابلہ و مقاتلہ کریں گے (خدا نخواستہ) اگر آپ پر مصیبت آجائے (یعنی موت آجائے) تو پھر مسلمانوں کو اپنے آخری شہر و ملک تک کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی (اس وجہ سے کہ) آپ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی طرف مسلمان رجوع کریں فلہذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں اور اس کے ساتھ پختہ عمل، آزمودہ کار اور لوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجیے ان کو اللہ تعالیٰ غلبہ دے گا یہی آپ کا مقصد و مطلوب ہے اور اگر کوئی دوسری صورت (یعنی شکست وغیرہ) پیش آگئی تو آپ مسلمانوں کے لیے جائے پناہ اور جائے رجوع موجود ہیں (کچھ فکر نہ ہو گا)۔“

اور ابن ابی الحدید کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ مذکورہ غزوہ فلسطین کا ہے جس میں فتح بیت المقدس ہوئی تھی۔ دوسرا طبری کے حوالے سے یہ ذکر کیا کہ جب عمر بن الخطاب غزوہ شام کی طرف گئے تھے تو مدینہ طیبہ پر اپنا قائم مقام حضرت علی المرتضیٰ کو بنایا تھا۔ الخ :-

مذکورہ حوالہ کے ثمرات

- (۱) حضرت علیؑ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو مسلمانوں کا مرجع اور جائے بازگشت فرمایا۔
- (۲) حضرت مرتضیٰؑ نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کی جلتے پناہ قرار دیا۔
- (۳) فاروق اعظمؓ کو حضرت علیؑ کا یہ بااخلاص مشورہ دینا ان کے حق میں بہتری اور خیر خواہی کی دلیل ہے۔

(۴) نیز یہ کلام فاروقی خلافت کی حقانیت اور صداقت کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔ اگر یہ خلافت ظالمانہ اور غاصبانہ ہوتی (جیسا کہ بعض کا خیال ہے) تو حضرت علیؑ افضل

شیرِ خدا ان کے ساتھ ہر جگہ ہر مقام میں اخلاص و محبت کے ساتھ کیسے پیش آسکتے تھے؟ اور خیر خواہانہ مشورے کیسے دے سکتے تھے؟

اور اگر ان کے ساتھ معارضہ کی قدرت نہ تھی اور ان سے مقابلہ کرنا خلافِ مصلحت تھا تو ان غلطیوں کے ساتھ اختلاط و ارتباط نہ رکھتے بلکہ ان سے انقباض و اجتناب فرماتے۔ اور فرمانِ خداوی وَلَا تَوَكَّلُوا إِلَى الَّذِينَ نَلَّفُمُوهُمُ الْأَنْفُسَ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يَزَالُونَ
کی طرف میلان مست کر دینے نہیں آگ چھوڑے گی، پر عمل درآمد کرتے۔ اہل فہم و انصاف ان معاملات پر غور و فکر فرما کر صحیح نتائج خود اخذ کر سکتے ہیں۔

(۷)

تقسیم مال کے متعلق مشورہ

حضرت امیر المومنین عمرؓ کی خدمت میں فتوحات کے سلسلہ میں مال پہنچا ہے۔ اس کی تقسیم کے بعد بقایا مال کے متعلق اس وقت مشورہ ہوا۔ یہ چیز حانظ نور الدین اہلبیتی نے مجمع الزوائد میں محدث البزار کے حوالہ سے بیان کی ہے وہاں علی المرتضیٰ کی جانب سے اس مسئلہ میں رائے دینا مذکور ہے۔

«عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أُنِيَ عُمَرُ بِمَالٍ فَكَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَفَضَلَتْ مِنْهُ فَضْلَةٌ فَأَسْتَشَارَ فِيهَا فَقَالُوا لَوْ تَوَكَّلْتُمْ لَنَا بَيْتٌ إِنْ كَانَتْ قَالَ وَعَلَى سَأَلْتُ لَا يَنْتَكِلُهُمْ فَقَالَ مَالِكٌ يَا أَبَا الْحَسَنِ لَا تَنْتَكِلُهُمْ قَالَ فَدَاخِبُوا الْقَوْمَ فَقَالَ عُمَرُ لَنْتَكِلَنِي فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ ذَرَعَ مِنْ قِسْمَتِهِ هَذَا الْمَالِ وَذَكَرَ مَالِ الْبَجَرِيِّنَ حِينَ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَالَ بَيْتُهُ وَبَيْنَ أَنْ يَفْسِمَهُ اللَّيْلُ فَصَلَّى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ ذَلِكَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى فَرَغَ مِنْهُ فَقَالَ لَأَجِدَنَّ لِنَفْسِي مِنْهُ قَسْمَةً
عَلَيَّ فَأَصَابَنِي مِنْهُ ثَمَانُ مِائَةٍ دِرْهَمٍ

(۱) مجمع الزوائد لنور العین البیہقی علی بن ابی بکر السنونی

ج ۱، ص ۲۳۸۔ جلد العاشر، باب فی الانفاق و

الامساك۔ طبع مصری۔

(۲) اصول فخر الاسلام البزوی علی بن محمد المغنی المتونی

۴۸۲ھ۔ ص ۲۲۰۔ ۲۲۹۔ طبع جدید نور محمدی کراچی

معہ تخریج القاسم بن قطلوبغا حنفی۔

(۳) کشف الأسرار، شرح اصول بزوی للبجاری، جلد ۱

ص ۹۴۹۔ طبع قدیم۔

حاصل مفہوم یہ ہے کہ طلحہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمرؓ کے ہاں مال پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اہل اسلام میں تقسیم کیا۔ اس مال سے کچھ بچ گیا۔ اس بقیہ مال کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا گیا۔ بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ وقتی ضرورت پیش آجاتی ہے، اس کے لیے آپ اس بقایا مال کو محفوظ کر دیں (تقسیم نہ کریں تو اچھا ہوگا)۔ نا حال حضرت علی المرتضیٰؓ خاموش تھے۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کیوں خاموش ہیں؟ بیان فرمائیے! حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ چیز دوسرے حضرات نے بیان کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلی چیز تو یہ ہے، کہ ان اموال کے مصارف کو اللہ نے بیان فرمادیا ہے (دوسری یہ چیز ہے، کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں علاقہ بحرین کا مال آیا تھا پھر رات سامنے آگئی (جلد تقسیم نہ ہو سکا) تو اس

تائخر کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں درپیشانی کے آثار نمودار تھے جب تک تقسیم مال سے فارغ نہیں ہوئے (چین و آرام نہیں کیا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ (پی) اس مال کو ضرور تقسیم کر دیں پھر یہ مال حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہوا۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس سے آٹھ سو درہم حصہ میں ملے تھے۔“

(۸)

فاروق اعظمؓ کے ہاں ایک مشورہ

فخر الاسلام علی بن محمد البرزوی الحنفی نے اپنے ’اصول‘ میں مختصر عبارت کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

”... وَشَاوَرَهُمُ (الصَّعَابَةَ) فِي إِمْلَاصِ الْمَوَاخِ فَاشَارُوا
بِأَنَّ لَا عَزْمَ عَلَيْهِ وَعَلَى سَاكِنٍ فَلَمَّا سَأَلَهُ قَالَ أَرَى عَلَيْكَ الْعَزْمَةَ“

مقصود یہ ہے کہ ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر فاروقؓ نے (اس کی ایک شکایت کے سلسلہ میں) بلا بھیجا (رُعب و سہیت کی وجہ سے راستہ میں) اس کا حل ساقط ہو گیا (اور مر گیا) اس چیز کے متعلق حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا کہ آیا اس بچہ کا تاوان اور ضمان مجھ پر لازم ہے یا نہیں؟ صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ پر کوئی ضمان وغیرہ نہیں ہے حضرت علیؓ خاموش تھے جب ان سے حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔ آپ کا مشورہ اور رائے کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ پر اس بچہ کا تاوان و ضمان ادا کرنا لازم ہے۔“

(۱) اصول فخر الاسلام برزوی، ص ۲۳۹۔ باب الاجماع

طبع جدید نور محمدی کراچی۔ مع تخریج ابن قطلوبغا۔

- (۲) اصول النسخی (ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الاترہ المتوفی ۸۳۰ھ، ج ۱ ص ۳۰۴ طبع حیدرآباد دکن
- (۳) کشف الاسرار شرح اصول بزدوی، شیخ عبدالعزیز البخاری ج ۳ ص ۹۲۹، باب الاجماع - طبع قدیم مصری -
- (۴) کتبخانہ عمالیہ علی متقی ہندی، جلد ۷ ص ۳۰۰ - روایت ۲۳۸۵ - بحوالہ عبدالرزاق وسہیقی - طبع اول قدیم -
- (۵) المصنف لعبدالرزاق، جلد ۹ ص ۲۵۸ - طبع بیروت باب من افترعه السلطان -

مراضوی نیابت کا مسئلہ

قبل ازیں چند ایک مشورے کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ اب تعلقات کے سلسلہ میں ایک دوسری چیز ذکر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو جب مدینہ منورہ سے باہر جانے کی ضرورت پیش آتی تو متعدد بار حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا قائم مقام مدینہ طیبہ میں مقرر و متعین فرمایا۔ اس کے متعلق کئی واقعات تاریخ میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ہم بھی یہاں چند واقعات اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کو رام ان چیزوں کو ملاحظہ فرما کر ان دونوں حضرات کے درمیان اتحاد و اتحاد کا اندازہ لگا سکیں گے۔ یہ حالات روز روشن کی طرح اس امر کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ ان اکابرین کے درمیان کسی قسم کا بغض و عناد و تضاد نہ تھا۔ ورنہ ایک دوسرے کو اپنا قائم مقام اور نائب مناسب تجویز کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ جہاں عداوت و دشمنی ہوتی ہے وہاں ایک دوسرے کو دیکھنا ہی گوارا نہیں ہوتا۔ کسی کلیدی منصب کا عطاء کرنا اور اپنا خلیفہ بنانا تو دُور کی بات ہے۔ اب تاریخ سے

چند واقعاتِ نیتِ ملاحظہ فرمائیے۔

چشمہ صرار پر اجتماع اور مشورہ (۱)

تاریخ ابن جریر بطبری اور تاریخ ابن کثیر دونوں میں سن ہجری ۱۱۱ھ کے تحت مندرجہ ذیل واقعہ درج ہے :-

وَرَكِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ مُحَرَّمٍ هَذِهِ السَّنَةِ (سنة ۱۱۱ھ)
فِي الْجَبُوشِ مِنَ الْمَدِينَةِ فَنَزَلَ عَلَى مَا يُقَالُ لَهُ صَدْرًا فَعَسَكَ بِهِ عَارِضًا
عَلَى عَزْوِ الْعِدَاقِ بِنَفْسِهِ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَاسْتَفْعَبَ
مَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَسَادَاتِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ عَقَدَ مَجْلِسًا لِاسْتِشَارَةِ الصَّحَابَةِ
فِيمَا عَدَمَ عَلَيْهِ وَتُوْدِي إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَى عَلِيٍّ بِهَا
فَقَدِمَ مِنَ الْمَدِينَةِ ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَكَلَّمَهُمْ وَافَقُوا عَلَى الذِّدَابِ إِلَى
الْعِدَاقِ إِلَّا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ الْهَـ

حاصل یہ ہے کہ

۱۱۱ھ پہلی محرم کو حضرت عمر مدینہ طیبہ سے باہر ایک پانی کے چشمہ پر دجن کو صرار کہتے تھے، تشریف لائے۔ یہ تمام لشکر کے کرب نفس نفس غزوہ عراق کی طوت جانے کا عزم کیا اور مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام علی المرتضیٰ کو مقرر کیا اور حضرت عثمان بن عفان اور دیگر صحابہ کرام کو ساتھ لیا۔ اس کے بعد ان تمام صحابہ کی ایک مجلس مشورہ اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ لینے کے لیے قائم کی۔ نماز قائم کرنے کا اہتمام کرنے لگے اور حضرت علی کو مدینہ طیبہ سے اس مجلس مشاورت کے لیے بلوا بھیجا۔ نماز کے بعد حضرت علی کے آنے پر مشورہ ہوا۔ عبدالرحمن بن عوف کے بغیر سب حضرات نے عراق کی طرف حضرت عمر کے خود تشریف لے جانے کو صحیح قرار دیا۔ ایک عبدالرحمن نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر بالفرض آپ کو گزند اور تکلیف

پہنچ گئی تو زمین کے تمام اطراف کے مسلمانوں میں ضعف اور کمزوری واقع ہونے کا اندیشہ ہے آپ اپنی جگہ کسی اور صاحب کو ارسال کر دیں اور خود مدینہ منورہ میں واپس چلیں چنانچہ یہ مشورہ منظور ہو گیا۔ فاروق اعظم واپس تشریف لاتے اور ان کی جگہ سعد بن مالک (یعنی سعد بن ابی وقاص) کو روانہ کیا۔ (۱) تاریخ ابن جریر طبری تحت سنۃ ۳۵ھ، ج ۴ ص ۸۳۔

طبع مصری قہمی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر تحت ۳۵ھ، ج ۷ ص ۳۵ طبع مہری۔

(۲)

دوسرا واقعہ ۳۵ھ میں فتح بیت المقدس کے موقعہ پر پیش آیا ہے۔ ابن کثیر کی عبارت ملاحظہ فرمادیں :-

ثُمَّ حَاصِرَ (ابو عبیدہ) بَيْتَ الْمُقَدِّسِ وَصَبَّحَ عَلَيْهِمْ حَتَّى أَجَابُوا إِلَى السَّلْمِ بِشَرْطِ أَنْ يُقَدِّمَ إِلَيْهِمْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ۖ فَكَلَّمَ إِلَيْهِ أَبُو عَبِيدَةَ بِذَلِكَ فَاسْتَشَارَ عُمَرُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ فَاشَارَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ بِأَنْ لَا يُرَكَّبَ إِلَيْهِمْ لِيَكُونَ أَحَقَرَّ لَهُمْ وَأَرْحَمَ لَا تَوْفِيهِمْ وَأَشَارَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِالْمَسِيرِ إِلَيْهِمْ لِيَكُونَ أَحْفَظَ طَأْرَةً عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي حِصَارِهِمْ بَيْنَهُمْ فَهَوَى مَا قَالَ عَلِيُّ وَلَمْ يَهُوَ مَا قَالَ عُمَانُ وَسَارَ بِالْجُيُوشِ حَوْضَهُمْ فَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَسَارَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى مَقْدَمَتِهِ ۖ

(البدایہ لابن کثیر ج ۷ ص ۵۵ تحت سنۃ ۳۵ھ)

یعنی ابو عبیدہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر کے ان کو تنگ کر دیا حتیٰ کہ وہ صلح کے لیے تیار ہو گئے اس شرط پر کہ خلیفہ المسلمین عمر بن خطاب کی طرف بیت المقدس

پہنچیں۔ یہ شرط ابو عبیدہ نے لکھ کر حضرت عمرؓ کو ارسال کر دی حضرت عمرؓ نے اس معاملہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنی رائے یہ دی کہ آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں (اس میں) ان کی حقارت ہوگی اور شرم سے ان کی ناک خاک آلود ہوگی اور حضرت علیؓ نے ان کی طرف چلے جانے کی رائے پیش کی تاکہ اس محاصرہ کی حالت میں آپ کا تشریف لے جانا مسلمانوں کے معاملہ کے ہلکا اور خفیف ہونے کا سبب بنے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کی طرف میلان کیا اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ کی طرف دھیان نہ دیا اور لشکر لے کر ان کی طرف چل دیئے اور مدینہ علیہ پر حضرت علیؓ الرضیٰ کو اپنا نائب مقرر و متعین فرمایا اور حضرت عباسؓ اس کا رواں کے مقدمتہ الجیش کے طور پر آگے چل رہے تھے

ناظرین حضرات پر واضح ہو کہ واقعہ مذکورہ کو ابن جریر طبری نے بھی اپنی مشہور کتاب تاریخ الأمم والملوک میں ۱۷۱ھ کے حالات میں باب ذکر فتح القدس کے تحت درج کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ بْنِ سَهْلٍ قَالَ كَمَا اسْتَمَدَا أَهْلُ الشَّامِ عُمَرَ عَلَى أَهْلِ
فَلَسْطِينَ اسْتَخْلَفَ عَدِيًّا وَخَرَجَ مُسَيِّدًا الْقَهْرَانِ

(۳)

ایک اور واقعہ استملاط طبری نے ۱۷۱ھ کے واقعات میں مقام ایلد کی طرف خروج کے تحت لکھا ہے کہ:

..... خَرَجَ عُمَرُو وَخَلَفَ عَدِيًّا عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ مَعَهُ بِالْفَخَّالَةِ
وَاعْدُوا السَّبْرُوا تَتَخَذُ آيَةً طَرِيقًا حَتَّى دَنَا مِنْهَا تَحَّى عَنِ الطَّرِيقِ الْخِ
تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۳، ۱۷۱ھ

حاصل یہ ہے کہ ۱۷۱ھ میں حضرت عمرؓ سفر پر تشریف لے گئے اور

حضرت علیؑ کو مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام اور نائب چھوڑا حضرت عمرؓ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ کرام بھی نکلے۔ اور زبیری سے ایملہ کے راستہ چلے جب ایملہ مقام کے قریب پہنچے تو راستہ کو چھوڑ کر چلنے لگے۔

کنز العمال میں امام ابن سیرین سے ایک واقعہ منقول ہے جس میں حضرت علیؑ کو حضرت عمرؓ کی طرف سے نجران کا حاکم اور والی بنا کر روانہ کیا گیا۔

عَنْ ابْنِ سَيْرِينَ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَهْلِ نَجْرَانَ إِنِّي قَدْ اسْتُوصِيْتُ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بِمَنْ أَسَلَمَ مِنْكُمْ خَيْرًا وَأَمْرًا أَنَّهُ يُعْطِيهِ نِصْفَ مَا عَمِلَ مِنَ الْأَرْضِ وَلَسْتُ أُرِيدُ إِخْرَاجَكُمْ مِنْهَا مَا أَصْلَحْتُمْ وَرَضِيَتْ عَمَّا كُمْ

کنز العمال، بحوالہ ذهب، طبع امل، ج ۲ ص ۳۱۳
 طبع قدیم۔ کتاب الجہاد من قسم الافعال، بحث
 الخراج (

یعنی ابن سیرین کہتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ نے اہل نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علیؑ بن ابی طالبؑ کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کرتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اسلام لائے اس کے ساتھ بہتر و خوشتر معاملہ کیا جائے اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت و کارکردگی کی صورت میں اس کی آمد کا نصف دیا کریں۔ اور اس زمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو اور تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے۔

— مندرجہ روایات اور واقعات بتلا رہے ہیں کہ :-

(۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین عمرؓ کے ساتھ انتظامی معاملات

اور اہم مشورہ میں شامل رہتے تھے۔

(۲)۔ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے حق میں خیر خواہی کے کلمات کہتے اور مصلحانہ و مستفانہ رائے پیش کرتے تھے۔

(۳)۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد مواقع میں اپنا قائم مقام اور اپنا نائب مناب بنایا ہے اور بعض قبائل و علاقوں کی طرف حاکم اور رولٹی بنا کر بھی روانہ کیا ہے۔

یہ تمام چیزیں ان ہر دو اکابر کے درمیان حسن سلوک باہمی اخلاص اور مروت کی شہادت دے رہی ہیں۔

رفاقت کے چند واقعات

قبل ازیں فصل نہد میں باہمی مشورہ بات کا بیان ہوا ہے پھر اس کے بعد نیابت اور قائم مقامی کا ذکر ہوا ہے۔ اب اسلامی روایات سے چند فرید واقعات نقل کیے جاتے ہیں جن میں ان دونوں حضرات سیدنا عمر فاروقؓ و سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان بے تکلفی اور رفاقت و صداقت ثابت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے معاملات کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ یہ چیزیں ان کے باہمی حسن سلوک، خوش عقیدگی اور فطرت محبت پر دلالت کرتی ہیں۔

بے تکلفی کا واقعہ

ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قیس بن عبادہ مدینہ میں حصول علم و اخلاق کے لیے پہنچے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ دو چادروں میں بیٹوس بیٹے۔ سر پر زلفیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ علی بن ابی طالب ہیں! عبارت ذیل

میں یہ واقعہ مذکور ہے :-

”... عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَادَةَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَدِينَةَ النَّيْسَ الْعِلْمِ وَالشَّرَفِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ بُرْدَانٌ لَهُ صَفِيوَتَانِ قَا صِنْعًا يَدَا عَلِيٍّ عَائِنِ عُمَرَ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا ؟ فَقَالُوا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِإِذْنِ اللَّهِ عَنْهُ“

ترجمہ: المدینہ النبیہ، ج ۱ ص ۱۲۔ ذکر علی بن ابی

طالب۔ طبع حیدرآباد دکن

تنبیہ مساجد پر حضرت علی کا دُعا دینا

علماء نے لکھا ہے کہ سن چوڑھ ہجری میں حضرت سیدنا امیر عمرؓ نے رمضان شریف میں تراویح کو ایک جماعت کے ساتھ پڑھنا تجویز کیا تھا، جیسا کہ تاریخ خلیفہ ابن خیاط نے مسئلہ کے تحت درج کیا ہے :-

”وَفِيهَا (مسئلہ) أَمْرٌ عُمَرُؤُا الْمَخَطَّابُ بِاجْتِمَاعِ النَّاسِ فِي الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ“

(۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱ ص ۹۸۔

(۲) تہذیب المنہج، شیخ عباس قمی شیعہ، ص ۱۱۱۔

خلافت عمرؓ بن الخطاب، طبع تہران۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے انتقال کے بعد حضرت سیدنا عثمان بن عفان کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ حضرت علیؓ عشا کے وقت مسجد پہنچے، دیکھا کہ روشنی کا انتظام ہے، لوگ مجتمع ہو کر تراویح میں مشغول ہیں (قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہے۔ اس عجیب منظر کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ:

”تَوَدَّ اللَّهُ عَلَى عُمَرَ قَبْرًا كَمَا تَوَدَّ عَلَيْنَا مَا جَدْنَا“

یعنی اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو روشن و منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری

مساجد کو (قرآن کی رونق سے) روشن فرما دیا:

(۱) کتاب قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر، للشیخ

ابی عبداللہ محمد بن نصر المرقزی، ص ۱۵۶۔

(۲) سیرت عمر بن الخطاب ص ۵۵-۵۶ لابن الجوزی طبع مصر

(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ لمحبت الطبری جلد اول ص ۲۱

(۴) تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۹ بحوالہ ابن عساکر طبع مجتہابی

دہلی (فصل اولیات عمر)

(۵) کنز العمال، ج ۶، ص ۲۳۲۔ بحوالہ ابن عساکر و رواہ خط

فی امالیہ روایت ص ۵۲۲، کتاب الفضائل (فضائل عمر فاروق)

(۶) کنز العمال، ج ۴ بحوالہ ابن شاہین، ص ۲۸۴ طبع اول قیوم

(۷) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ، ج ۱۲ ص ۹۸

طبع قدیم ایرانی۔ (و طبع بیروتی، ج ۳، ص ۲۶۶۔

..... فاروقی طعن عائشہ کے تحت)

_____ ناظرین! بلکہیں کو معلوم ہونا چاہیے کہ تراویح کی جماعت باقاعدگی سے

مسئلہ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر تمام اہل دین اور اہل اسلام نے اس کو ہمیشہ ہر سال جاری

رکھا ہے۔ فاروقی اور عثمانی خلافت میں بھی یہ جماعت جاری رہی اور حضرت علیؓ کی خلافت میں

بھی تراویح کی یہ جماعت جاری رہی ہے اور حضرت علیؓ نے اس چیز کو پسند فرما کر جاری رکھا

ہے، بند نہیں فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو

دین کا کام دوا کرنا جاری فرمایا تھا وہ دین تھا برعت نہیں تھا، وہ درست و صحیح تھا غلط نہیں

تھا، تب ہی تو حضرت علیؓ شیر خدائے اس کو پسند فرمایا۔ اس کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا

اظہار فرماتے ہوئے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کی۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ دین کے

اس کا رخیر کو اپنے زمانہ اقتدار میں، اپنے دورِ حکومت میں، اپنی سلطنت میں جاری و ساری رکھا۔ ایسے کام جو خلفاء ثلاثہ (حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ) کے دور میں متنقلاً و مجتہداً ہوتے رہے ہوں ان کو بدعت کہنا اور خلافِ دین کہنا خود دین کے خلاف ہونا ہے اور حضرت علیؓ سمیت ان بزرگوں پر بدعات کے ارتکاب کی تہمت لگانا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے غلط نظریات سے محفوظ فرمائے اور ان تمام بزرگوں کے ساتھ صحیح عقیدت اور اطاعت نصیب فرمائے۔ اور انہی کی طرح باہمی متفق و متحد رہنے کی توفیق بخشے۔

(۲)

واقعہ ساریہ الجبل

مندرجہ ذیل تفہامات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں حضرت فاروق اعظمؓ خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ کے دوران (یکایک) فرمانے لگے:

”يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ الْجَبَلِ مَنِ اسْتَرْعَى الذِّئْبَ ظَلَمَ“

یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جا پہاڑ کی طرف، جس نے بھڑیئے

کی رعایت کی اس نے ظلم کیا۔“

لوگ کہنے لگے کہ آپ ساریہ کا یہاں ذکر کرنے لگے ہیں وہ تو غزوہٴ عراق میں گیا ہوا ہے؟ اس وقت حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ عمر بن الخطابؓ کو رہنے دوران پر اعتراض نہ کرو۔ انہیں ایسی کوئی بات پیش آئے تو ان کے نزدیک اس کا کوئی مخرج ضرور ہوتا ہے (بلاوجہ) ایسا نہیں کرتے) چنانچہ کچھ ایام گزرنے کے بعد فتحِ عراق کی خوشخبری آئی، ساریہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ پہنچے، انہوں نے کہا کہ ہم کو اس موقع پر امیر المؤمنین عمرؓ کی آواز سنائی دی پس ہم اسی وقت پہاڑ کی طرف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَطَبَ عُمَرُ يَوْمًا بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ يَا

يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ مَنِ اسْتَرْعَى الذِّئْبَ ظَلَمَ قَالَ فَقِيلَ لَهُ تَذَكَّرْ
 سَارِيَةَ وَ سَارِيَةَ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ النَّاسُ لِعَلِيٍّ أَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ
 عُمَرَ يَقُولُ يَا سَارِيَةَ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ وَيَحْكُمُ دَعْوَا
 عُمَرَ فَإِنَّهُ مَا دَخَلَ فِي شَيْءٍ إِلَّا خَرَجَ مِنْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا
 حَتَّى قَدِمَ سَارِيَةَ فَقَالَ سَمِعْتُ صَوْتَ عُمَرَ فَصَعُدْتُ
 الْجَبَلَ -

- (۱) سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۱۵۰ طبع مصر
 (۲) أسد الغابہ لابن اثیر الجوزی، ج ۴ ص ۶۵ - تذکرہ عمر فاروق
 (۳) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۳۳ - بحوالہ المسلمی فی الربیع و
 ابن مردودیه، طبع قدیم کتاب الفضائل (فضائل الفاروق)
 (۴)

اویس قرنی کی ملاقات کے لیے رفتیانہ سفر

ابولعیم اصغہانی نے حلیۃ الاولیاء، جلد ثانی تذکرہ اویس قرنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت
 سیدنا امیر المؤمنین عمر کا جب آخری سال تھا جس میں ان کا انتقال ہوا ہے، ایام حج میں
 حضرت عمر اور حضرت علیؓ دونوں حضرت اویس قرنیؓ کی تلاش میں عرفات کی طرف سوار ہو کر
 تشریف لائے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑے ہو کر درخت کو رخ کیے ہوئے نماز پڑھ
 رہا ہے اور اونٹ اس کے گرداگرد چہر رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنی سواری تیز
 کر کے اس کی طرف پہنچے اور الت سلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ اویس نے نماز میں تخفیف کی،
 سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کون بزرگ ہیں؟ جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے
 اونٹوں کا چرواہا اور خادم ہوں۔ . . . اور کہا کہ آپ کیسے آئے کیا کام ہے؟

ان دونوں نے کہا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اوسین نامی کے چند اوصاف بیان کیے تھے وہ آپ میں معلوم ہونے میں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وہی اوسین ہیں آپ ہمارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے۔ یغفر الله لك پھر اوسین نے کہا کہ آپ دونوں صاحبان کون ہیں؟

قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَا هَذَا فَعَمْرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ أَمَا أَنَا فَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَاسْتَوَى أَوْسَيْنِ قَائِلًا وَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَأَنْتَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ نَحْنُ كَمَا اللَّهُ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ خَيْرًا ۝

یعنی حضرت علیؑ نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ہیں اور میں علی بن ابی طالب ہوں۔ پس یہ سن کر اوسین اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔ اے علیؑ آپ پر بھی سلام ہونے میں دونوں کو اس اُمت کی جانب سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماتے ۝

رحلیۃ الاولیاء و ابی نعیم اصفہانی، تذکرہ اوسین قرنی
ج ۲، ص ۸۱-۸۲۔ طبع مصر۔

اختتام فصل ثالث

فصل اہد میں مندرجہ ذیل اشیاء مذکور ہوئی ہیں۔ ایک تو حضرت عمرؓ اور علیؓ کے درمیان انتظامی معاملات میں مشاورت۔ دوسری حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ المرتضیٰ کو متعدد دفعہ اپنا نائب مناب اور قائم مقام متعین فرمانا۔ تیسرا ایسے واقعات درج ہوئے ہیں جن میں ان کی رفاقت اور حسن سلوک مانا جاتا ہے۔ ان چیزوں میں غور و فکر کرنے کے بعد ایک منصف مزاج

غیر جانبدار ذہن کا آدمی یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ ان دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات بہترین تھے۔ ان دونوں اکابر کے مابین پورا پورا اعتماد و اعتقاد تھا۔ ایک دوسرے کے حق میں اخلاص و نیک نیتی رکھتے تھے۔ محبت و مودت کے ساتھ ان کے درمیان معاملات جاری تھے۔ بالخصوص اگر ان کے تعلقات کا یہ نقشہ نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے یعنی ان کے درمیان دشمنی ہے مخالفت ہے عداوت ہے بغاوت ہے، سوڑھنی ہے، بدگمانی ہے (جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل قرآن مجید کے موافق کیسے رہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے کہ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (سورہ مائدہ۔ رکوع اول) یعنی نیکی اور تقویٰ کی بات میں باہم تعاون کرو اور گناہ و زیادتیاں کی بات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۛ

حضرات! کلام خداوندی سراسر سچ ہے اور حضرت علی المرتضیٰ قرآن مجید کے عامل اور خدا کے فرماں بردار ہیں تو ان کا کردار اور عملی زندگی مالک کریم کے فرمان کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی کی جس قدر کارکردگی اور کارگزاری فاروق اعظم کے ساتھ معاملات و واقعات کی شکل میں ہم پیش کر رہے ہیں وہ سب صحیح اور درست ہے۔ قرآن کریم پر عمل درآمد کا پورا پورا نمونہ ہے۔ حضرت علی جیسے عامل قرآن تھے ویسے ہی عامل قرآن تھے۔ دوزخی پالیسی ان میں نہ تھی۔ (وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ)

فصل رابع

باب دوم کا آخری فصل چہارم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں سیدنا فاروق اعظمؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کے وہ روابط ذکر کیے جاتے ہیں جن میں ایک دوسرے کے "مالی حقوق" کی رعایت نہ ہو۔ حضرت علیؓ کا "اموال غنائم" سے حصہ وصول کرنا اور "علیات" کا حاصل کرنا وغیرہ پایا جاتا ہے۔ ان واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد ان ہر دو حضرات کے "سُن تعلقات اور باہمی حقوق کے ادا کرنے کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔

(۱)

یہاں پہلے یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں اور اہل بیتِ نبوت کی عزت و احترام اور ان کے حقوق کا لحاظ فاروق اعظمؓ کے دل میں اس قدر تھا کہ جب فاروقی خلافت میں فتوحات کثیرہ مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں تو سیدنا فاروقؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ مفتوحہ اموال کو مسلمانوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے؟ بعض حضرات نے یہ رائے دی کہ جو مال جس سن و سال میں دستیاب ہو اس مال کو اسی سال میں تقسیم کر کے ختم کر دیا جائے بعض احباب نے کچھ دوسرا مشورہ دیا پھر ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ ملک شام کی سلطنت میں یہ طریقہ رائج ہے کہ حکومت نے جن لوگوں کے حق میں مشاہرے اور وظائف جاری کرنے منظور کیے ہوں ان کے لیے ایک مستقل دفتر مرتب کرتے ہیں۔ اس دفتر میں سب قابلِ وظیفہ افراد و اشخاص کے اسما مدون کیے جلتے ہیں۔ پھر ان میں سے اگر ضرورت پیش آئے تو لشکر و فوج کے لیے بعض افراد کا تعین و تفہیم آسانی سے ہو سکتا ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دفتر کی تجویز کو پسند کرتے ہوئے حکم دیا کہ قابلِ وظیفہ لوگوں کے اسماء کو حسب مراتب ترتیب دے کر درج کریں یعنی جن لوگوں کی اسلام میں زیادہ خدمات ہوں ان کو پہلے رکھیں اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت داروں اور رشتہ داروں کو اس مسئلہ میں سب سے مقدم رکھیں۔ اپنی تفصیل کے ساتھ یہ اتعہ مندرجہ ذیل حوالہ جات میں مذکور ہے۔

یہاں طبقات ابن سعد، جلد ثالث، قسم اول، تذکرہ حضرت عمرؓ، ص ۲۱۲-۲۱۳، طبع اول لندن۔ اور طبری سے یہ مضمون پیش خدمت ہے۔

« إِذَا عُمِّرَ بِنُحَيْلٍ الْحَطَّابِ اسْتَشَارَ الْمُسْلِمِينَ فِي تَدْوِينِ الدَّبْعَانِ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ تَشْتَمُ كُلَّ سَنَةٍ مَا اجْتَمَعَتْ إِلَيْكَ مِنْ مَالٍ وَلَا تَمْسِكُ مِنْهُ شَيْئًا وَقَالَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانٍ إِنِّي مَا لَأَكْثِيرًا يَسْمَعُ النَّاسُ وَإِنَّمَا يَحْضُرُوا حَتَّى تَعْرِفَ مَنْ أَحَدٌ مِمَّنْ لَمْ يَأْخُذْ حَسَنِيَّةً أَوْ يَتَشَوَّرَ الْأَمْرَ فَقَالَ لَهُ الْوَيْلُ يَا مَعْزُومُ يَا مَعْزُومُ يَا مَعْزُومُ قَدْ جِئْتُ الشَّامَ فَوَالْبُيُوتِ مَلُوكَهَا قَدْ دَخَلُوا دِيَارَنَا وَجِئْنَا وَاجْتَمَعُوا قَدْ دَخَلُوا دِيَارَنَا وَجِئْنَا فَاحْذَرُوا قَوْلًا قَدْ نَدَانَا حَقِيلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَحَزَمَةُ بْنُ ثَوْبَانَ وَجَبْرِ بْنُ مَطْعَمٍ وَكَانُوا مِنْ نَسَابِ قُرَيْشٍ وَقَالَ الْكُتُبِيُّ النَّاسُ عَلَى مَنَازِلِهِمْ لَكِنَّ ابْنَهُ وَبَنَاتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ حَتَّى تَضَعُوا عَمْرًا حَيْثُ وَضَعَهُ اللَّهُ »

(۱) طبقات ابن سعد ص ۲۱۲-۲۱۳، جلد ثالث، قسم اول

باب عمرؓ - طبع اول قدیم۔

(۲) تاریخ ابن جریر طبری جلد پنجم ص ۲۲-۲۳ تحت سلسلہ بحث تدوین الرواویں۔

(۳) کتاب الاموال لابن عبد القاسم بن سلام باب
فرض الاعطیۃ من الفعی -

(۴) کنز العمال، ج ۲، ص ۳۱۶ - روایت ۶۵۰۴ -

(۵) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۳۶۴ -

خلاصہ یہ ہے کہ:

”اجراتے وظائف کی تدوین کے سلسلہ میں حضرت فاروق اعظمؓ نے اکابرین اہل اسلام سے مشورہ کیا۔ علی المرتضیٰ کی راتے یہ تھی کہ جس سال میں جو مال درآمد ہو اس کو اسی سال کے اندر تقسیم کر کے ختم کر دیا جائے۔ اور حضرت عثمان غنیؓ نے یہ کہا کہ مال مفتوحہ بے شمار ہے۔ لوگوں کی تعداد شمار نہ بھی کی جاتے تو بھی ان پر لوہرا ہو جائے گا۔ جس کو حصہ نہ مل سکا وہ بھی معلوم ہو جائے گا، بات کو پھیلایا نہ جائے۔ اور ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ کہا کہ شام کی سلطنت کا یہ قاعدہ ہے کہ انہوں نے وظیفہ خواروں کے لیے رجسٹر قائم کیے ہوئے ہیں اور فوجی لوگوں کے لیے بھی دفتر قائم ہوئے ہیں (جن میں سے عند الضرورت ان کی تعداد آسانی سے دریافت ہو سکتی ہے)۔ پس حضرت عمر فاروقؓ نے ولید مذکور کی تجویز کو پسند کیا اور قابل تشریح کے اسباب کے ماہرین عقیل بن ابی طالب - مخزوم بن نوفل - جیسر بن مطلق کو بلا کر حکم دیا کہ قریشی قبائل کے تفصیل وار نام حسب مراتب رجسٹر میں درج کرائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اندراج اسماء کے وقت عبدالرحمن بن عوف صغیر نے کہا کہ پہلے آپ کا نام آپ کے قبیلہ کا نام درج ہونا چاہیے) تو اس وقت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نہیں بلکہ سب سے پہلے سرورِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کے نام درج کریں **الاقرب فالاقرب** پر عمل کریں

یعنی پہلے قریب ترین پھر اس کے بعد تھوڑے قریبی، اس طرح درجہ بدرجہ تحریر کریں
 اور عمر بن الخطاب کو اندراج ہذا میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ ملے
 رکھی ہے۔“

— نیز طبقات ابن سعد اور کتاب الخراج لامام ابی یوسف میں مذکور ہے کہ :-

« وَفَرَضَ لِأَيُّوبَ الْبَدْرِيِّ الْعَيْنَ الْفَيْنَ الْأَحْسَنَ وَحَسْبًا فَإِنَّهُ
 الْحَقُّمَا بِفَرِيضَةٍ أَسِيَمًا لِقَرَأَتِهِمَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَفَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ الْأَبْ دَرَاهِمٍ وَفَرَضَ لِعَبَّاسِ بْنِ
 عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَمْسَةَ الْأَبْ دَرَاهِمٍ لِقَرَأَتِهِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِي رِوَايَةٍ فَفَرَضَ لِلدَّيَّانِ ثُمَّ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.
 وَفَرَضَ لِبِسَاءِ الْمُهَاجِرَاتِ فَفَرَضَ لِبَصْفِيَّةَ
 بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سِتَّةَ الْأَبْ دَرَاهِمٍ وَلَا سَمَاءَ بِنْتِ عَمْبِيسِ الْفَتْ
 دَرَاهِمٍ الْخ -

(۱) طبقات ابن سعد، ص ۲۱۳-۲۱۴، جلد ثالث، قسم اول،

باب تذکرہ عمرؓ

(۲) کتاب الخراج لامام ابی یوسف، تحت فصل کیف کان فرض

عمرؓ لاصحاب الرسول صلعم تحت عنوان توزيع المال علی

الصحابیة - ص ۴۳-۴۴ - طبع مصری -

(۳) فتوح البلدان لاحمد بن یحییٰ بن جابر بغدادی الشہیر بلاذری

ص ۴۵-۴۶ باب ذکر العطاء فی خلافة عمر بن الخطاب طبع مصری -

(۴) کتاب الاموال لابن عبد القاسم بن سلام ص ۲۲۴ و ۲۲۶ -

باب فرض الاعطیة -

ماحصل یہ ہے کہ:

دوبدوی صحابہ کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا تھا اور بدوی حضرات کے فرزندوں کے لیے دو دو ہزار درہم مقرر کیا مگر سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ کے لیے ان کے والد شریف کے وظیفہ کے موافق پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ منعیق فرمائے۔ اس لیے کہ یہ عزیزان نبی کریم صلعم ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ اسی طرح حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ منعیق فرمایا اس لیے کہ نبی کریم صلعم کے چچا شریف ہیں بعض روایات میں ہے کہ پہلے حضرت عباسؓ کے لیے وظیفہ مقرر کیا پھر حضرت علیؓ کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کیا۔

..... دیگر مہاجر و انصار کے لیے وظیفہ مقرر کیا تو سرور و عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ شریفہ (حیو بھی صاحبہ) صنیعہ بنت عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ منعیق فرمایا۔ اور آسمان بنت عمیس کے لیے (جو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کی بیوی تھی) ایک ہزار درہم مقرر فرمایا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ تمام وظائف بیت المال سے حضرت عمرؓ کی طرف سے جاری تھے، اور ہاشمی حضرات ان کو وصول کرتے تھے۔

اہل علم کی اطلاع کے لیے بکھا جاتا ہے کہ شارح نوح البلاغہ ابن ابی الحدید شیعہ مستنری اور صاحب تاریخ یعقوبی الشیعہ دونوں نے بھی تقریر وظائف کے واقعات کو مختلف اخباری و مؤرخ لوگوں سے نقل کر کے عبارت ذیل درج کیا ہے۔ گویا یہ واقعات فرضی قصے نہیں ہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے مسئلہ حالات ہیں۔

..... فَأَخَذَ بِقَوْلِ وَلِيِّ بْنِ هِشَامٍ فَدَا عَائِشَةَ بِنَ ابْنِ طَالِبٍ
وَمَحْمَدَةَ بِنَ دَوْدَ بْنِ مَطْعَمٍ وَكَانُوا نَسَابَ قُرَيْشٍ وَقَالَ الْكُتُبُ

اِنَّا سَ عَلَىٰ مَنَّا زَلِيهِمْ فَكَلَبُوا قَبَدًا وَاِبْنِي هَاشِمٍ ثُمَّ اتَّبَعُوهُمْ اِيَّاكُمْ بِرَدِّ
 قَوْمِهِ ثُمَّ عَمَّرُو قَوْمَهُ عَلَىٰ تَرْتِيْبِ الْخِلَافَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا اِلَيْهِ قَالَ
 وَوَدِدْتُ اِنَّهُ كَانَ هَكَذَا وَاَلَيْكِنْ اَدَىٰ بِغَيْرِ اِيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
 الْاَقْرَبُ قَالَ اَلَا قَرِبَ حَتَّىٰ تَضَعُوْا عَمْرًا حَيْثُ وَدِدْتُ اللهُ

۱۔ (شرح پنج صدیدی، ج ۳، ص ۱۷۶۔ طبع بیروت تحت متن للہ بلاد
 فلان نقد قوم الاورد الخ)

۲۔ تاریخ یعقوبی ص ۳۵۵ ج ۲ تحت تقسیم اموال و عطایا۔ طبع بیروت۔

اس سے قبل ایک جگہ لکھا ہے کہ:

قَالَ لَا بَلْ اَبْدَأُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
 الْاَقْرَبُ قَالَ اَلَا قَرِبَ قَبْدًا وَاِبْنِي هَاشِمٍ ثُمَّ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ بَنِي
 شَمْسٍ وَنَوْفَلٍ ثُمَّ بِمَسَاكِيْنٍ طَوِيْنٍ تَدْرِيشِ الْهَاشِمِيْنَ

(شرح پنج البلاغہ صدیدی، ج ۳، ص ۱۶۶، تحت متن للہ

بلاد فلان نقد قوم الاورد و داوی العمد الخ۔ طبع بیروت)

ناظرین نے مندرجات بالا ملاحظہ فرمائیے یا درہے کہ یہ وظائف و عطایا محرم سنیہ
 میں باقاعدگی کے ساتھ جاری کیے گئے تھے۔ ان واقعات کے پیش نظر یہ بات واضح ہوئی کہ
 سیدنا فاروق اعظم کے نزدیک حضور علیہ السلام اور ان کی اولاد شریف اور رشتہ داروں
 کی کیا کچھ عظمت تھی؟ ان کے ساتھ کس قدر عقیدت و محبت تھی؟ حضرت فاروق اعظم نے
 تدوین عطایا اور تعین وظائف کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ کو اور حضور کے
 اہل بیت و اولاد کو سب سے مقدم و پیش پیش رکھا ہے اور اپنی ذات کو تمام قبیلہ بنی
 ہاشم سے حکماً مؤخر کرتے ہوئے فرمایا کہ تَضَعُوْا عَمْرًا حَيْثُ وَدِدْتُ اللهُ، یعنی اس
 اندراج و شمار میں عمر کو بعد میں رکھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ بنی ہاشم کو
 مقدم رکھیں۔

(۳) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۵۔ باب ذکر العطاء
فی خلافتہ عمر بن الخطاب۔

(۲)

دوسری یہ چیز یہاں پیش کی جاتی ہے کہ شرعی اصول کے پیش نظر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا جو حصہ غنائم سے ادا کیا جانا ہے اس کا نام سہمِ ذوی القربیٰ ہے اور اس کو خمس الخمس سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ امرا غنائم سے خمس کو خلیفہ اول (صدیق اکبر) بھی ادا کرتے تھے اور خلیفہ ثانی فاروق اعظم بھی یہ حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرا میں اور بنی ہاشم میں تقسیم کرتے تھے اور اس تقسیم خمس کے متعلق خود حضرت علی المرتضیٰ بہتے تھے اس مقصد کے اثبات کی خاطر مندرجہ ذیل روایات کافی وافی ہیں۔ یہ حضرت علیؑ کے اپنے فرمودات ہیں جو محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں کسی دوسرے شخص کا قول نہیں

(۱)

کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

و..... قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ قَدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْكَ وَسَلَّمَ إِنَّ رَأَيْتَ أَنْ تَوَلَّيْتَنِي حَقْنَا مِنَ الْخُمْسِ فَأَقْسِمُ بِكَ فِي حَيَاتِكَ
كَلَّا لِيَأْزِعَنَاهُ أَحَدٌ بَعْدَكَ فَأَفْعَلُ قَالَ فَعَلَلْ قَالَ فَوَلَّيْتَهُ رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمْتُهُ فِي
حَيَاتِهِ ثُمَّ وَرَأَيْتَهُ ابْتَوَى فَقَسَمْتُهُ فِي حَيَاتِهِ ثُمَّ وَرَأَيْتُهُ عَمْرًا فَقَسَمْتُهُ
فِي حَيَاتِهِ عَمْرًا فَكَانَ أَحَدًا سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ فَأَنَا مَا لَكُنِّي فَفَعَلْ
حَقْنَا ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَتَالَ خَذُهُ فَأَقْسَمْتُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
بِنَاعَتِهِ الْعَامِ عَنِّي وَبِالْمُسْلِمِينَ حَاجَةٌ فَرَدَّ عَلَيَّمُ الْخِ

(۱) کتاب الخراج لابن یوسفؒ، ص ۲۰، باب فی تقسیم

الغنائم - طبع مصری -

(۲) - اور ابوداؤد سجستانی اپنے سنن میں کتاب الخراج بیان مواضع قسم الخمس میں حضرت علیؑ سے اس ضمنوں کی مفصل روایت لائے ہیں عبارت یہ ہے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:-

«..... اِحْتَمَعْتُ اَنَا وَالْعَبَّاسُ وَفَاطِمَةُ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ رَأَيْتَ أَنْ تَوَلَّيْنِي حَقْنَا مِنْ هَذَا الْخُمْسِ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَقْسِمُ لَكَ بِحَيَاتِكَ لِي لَا يَبَايِعُنِي أَحَدٌ بَعْدَكَ فَأَفْعَلُ قَالَ فَهَلْ ذَاكَ قَالَ فَتَسْتَنْتَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَلَايْتَهُ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَتِهِ مِنْ سِنِّي عُمَرَ فَإِنَّهُ آتَاكَ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلْ حَقْنَا ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ بِنَاعَتِهِ الْعَامَ غَنِيَّ وَالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ ۝ حَجَّةً فَارَدُّوا دَعْوَةَ رَسُولِهِمْ فَارَدُّوا عَلَيْكُمْ الْحَرْبَ ۝»

(۲) سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۶۱ طبع معتبائی دہلی - باب

بیان مواضع قسم الخمس (کتاب الخراج)

(۳) - امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں بہ الفاظ ذیل یہ روایت درج کی ہے:

«عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ يُوَدِّي بَنِي الْخُمْسِ فَأَعْطَانِي ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَانِي ثُمَّ حَمْرَةَ»

(تاریخ کبیر، ج ۲ ص ۳۸۱)

(۴) حضرت علیؑ کی یہ روایت امام احمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ مُسند احمد، ج ۱ ص ۸۴ مُسندات علیؑ میں ذکر کی ہے -

(۵) اسی طرح فاضل بہمنیؒ نے یہ روایت السنن الکبریٰ، جلد ۶ ص ۳۳۳ - باب سہم فدوی القدری من الخمس میں اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے -

(۶) - اور مُسند ابی یعلیٰ میں محدث ابی یعلیٰ نے حضرت علیؑ کا یہ فرمان یا سند نقل کیا ہے

ملاحظہ ہو: مُسند ابی یعلیٰ، ص ۲۴ قلمی تحت مُسند ابی علی (پیر محمد اشرف سندھ)
 (۷)۔ اور یہی حضرت علیؑ کی روایت فاضل متقی ہندی نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ
 سے کُنتر العُمال، ج ۲، ص ۳۰۵، روایت ۶۳۸۰ میں درج کی ہے۔
 — حوالہ جات مندرجہ کو مُتحدّین نے اپنے اپنے الفاظ میں نقل فرمایا ہے اور
 تمام باسند روایات ہیں۔ تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے تمام کی عبارت درج نہیں
 کی۔ اب مذکورہ روایات کا خلاصہ عوام دوستوں کے لیے پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ
 فرمادیں :-

..... یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا یعنی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
 "میں نے عباس بن عبد المطلب اور فاطمہ الزہراء اور زید بن عارضہ کی موجودگی
 میں سردارِ دو عالم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا
 جو حصہ اس خمس میں ہے اس کی تقسیم کا فرضیہ جناب کی حیاتِ طیبہ میں اگر
 میرے پیر و فرما دیا جاتے تو مناسب ہو گا تاکہ جناب کے بعد کوئی صاحب
 ہمارے ساتھ اس معاملہ میں تنازع نہ کر سکے (حضرت علیؑ کی اس گزارش پر)
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کام کا متولی بنا دیا (علیؑ فرماتے
 ہیں) کہ نبوی دَور میں میں اس خمس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر
 ابوبکرؓ نے مجھے تقسیم خمس کے کام کا متولی بنا دیا تو صدیقی دَور میں بھی دینی
 ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمر بن الخطابؓ نے خمس کی تقسیم کا والی بنا یا تو
 عہدِ فاروقی میں بھی میں ان میں تقسیم کرتا رہا۔ جب عہدِ فاروقی کے آخری سال
 ہوئے تو عمر بن الخطابؓ کے پاس بہت سا مالِ غنیمت پہنچا تو اس نے خمس سے
 ہم لوگوں کا حصہ اٹک کیا۔ میری طرف آدمی ارسال کر کے فرمان دیا کہ آپ اس
 مال کو اپنی تحویل میں لے کر (حسب دستور سابق) تقسیم کر دیں میں نے جواب

میں کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم لوگوں (یعنی بنی ہاشم) کی معاشی حالت اب بہتر ہے، دیگر مسلمان زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہیں تب عمر بن الخطاب نے وہ مال (محتاجوں کے لیے) بیت المال میں داخل کر دیا۔“

مندرجہ ذیل آیات کے فوائد

(۱) - حضرت علی المرتضیٰؓ کے ان فرمودات سے ثابت ہوا کہ صدیقی اور فاروقی دونوں ادوار میں بنی ہاشم کا مالی حق یعنی خمس وغیرہ ان کو باقاعدہ ملتا تھا اور حضور علیہ السلام کے تمام رشتہ داروں کے مالی حقوق حضرت علیؓ کے ہاتھوں پورے کیے جاتے تھے تاکہ خدا رول کو اپنا اپنا حق صحیح طریقہ سے پہنچ سکے۔ اور اس میں کوئی کمی اور قصور نہ جانے کا شائبہ نہ رہے۔ دوسرے نفلوں میں ان حضرات کا حق نہ کسی نے غصب کیا نہ کسی نے سلب کیا، نہ کسی نے ضائع کیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ان سب کے حقوق ادا کرتے رہے۔

(۲) - دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ خمس تقسیم کرنے میں خمس حاصل کرنے والوں کے فقر و محتاج کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا سبباً کہ حضرت علیؓ کے قول سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کے اس فرمان کو سب سے مستدل قرار دیا ہے۔

(۳) - تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے ہاشمی حضرات کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کے مالی حقوق کی ادائیگی کی ہے اسی طرح اس واقعہ سے حضرت علیؓ کا جذبہ خیر خواہی اور شانِ مواساتہ بھی نمایاں طریقہ سے ثابت ہوتی ہے کہ دیگر محتاج مسلمانوں کے فقر و فاقہ کے پیش نظر اپنے لیے منافع و محاصل کو ترک کر دیا۔ گویا بعض اوقات آسودہ حالی کی صورت میں اگر خاتمہ وغیرہ سے اپنے حصص حاصل نہیں کیے تو یہ ان کے تقویٰ اور بندہ پر محمول ہے اور اگر یہ حقوق انہوں نے اکثر اوقات

دسوں کیسے ہیں جیسا کہ فریقین کی کتابیں شہادت دے رہی ہیں تو یہ ان کی ضرورت پر
محمول ہے۔

(۴) چوتھا امر یہ ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی قسم کی مناقشت
وخصومت ہرگز نہ تھی، نہ بغض و عداوت تھی نہ نفرت و بغاوت تھی، بلکہ یہ بزرگ ایک
دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے والے تھے۔ بہر حال وہ ہر مقام پر باہمی الفت و
محبت رکھنے والے تھے اور باہم متفق العمل اور متحد الامر تھے۔

اسی بنا پر اکابر علماء نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے
مسئلہ خمس کے متعلق اپنے دور خلافت میں وہی روش اختیار کی اور وہی طریقہ پسند
فرمایا جو حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظمؓ نے اختیار کیا ہوا تھا۔

(۱) عن ابی جعفر قال سلك علی بالخمس طریقہما

المصنف عبدالرزاق، جلد ۵، ص ۲۳۴، باب ذکر الخس

وسہم ذی القربی

(۲) قَالَ سَلَكَ بِهِ وَاللَّهِ سَبِيلَ أَبِي بَكْرٍ وَعَمْرٍؤُ

(طحاوی شریف، ج ۲، ص ۱۳۵، باب سہم ذی القربی)

مضمون ہذا کی شیعہ کتب سے تائید

شیعہ مجتہدین نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے اصل مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے
یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ نبی کریم علیہ السلام کے قریبی رشتہ
داروں کے مالی حقوق ادا کرتے تھے۔

(۱) ملا باقر مجلسی نے "حق الیقین" باب مطاعن ابی بکر میں جلیبی شیعہ کے ذریعہ علامہ جوہری
(ابوبکرؓ شیعہ کی روایت نقل کی ہے جو اس کی کتاب التصفیہ میں بائند مذکور ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ و دیگر ذوی القربی نے ابوبکرؓ سے خمس کا مطالبہ کیا تو ابوبکرؓ نے جواب میں کہا کہ :-

» من انہیں آیت (آیت خمس) نمی فہم کہ ہمہ را بشما بدیم و لیکن آن قدر کہ شمارا بس باشد میدیم و عمرؓ نیز در این باب تصدیق او کرد»

(حق الیقین از ملا باقر مجلسی - باب در بیان مطاعن

ابی بکرؓ بحث معمول بودن حدیث معاشر الانبیاء الخ

صفحہ ۱۲۹ - طبع قدیم - لکھنؤ - و صفحہ ۲۱۰ طبع طہران

بحث مذکور -

مطلب یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے اس آیت (خمس) سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ تمام خمس آپؐ صاحبان کو دے دیا جائے لیکن تبنا قدر کہ آپؐ کی ضروریات کو کفایت کرے وہ دیا جائے گا اور عمرؓ نے خطاب نے اس معاملہ میں ان کی تصدیق و تائید کی :-

یعنی حضرت عمرؓ کی اس مسئلہ میں تصدیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ اور ایسی خمس کے مؤید تھے مانع نہیں تھے - (اندر ابوالمطلوب)

(۲) - دوسرا ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکرؓ الجبہری الشیبی سے مکمل سند کے

ساتھ ایک طویل روایت کو کی ہے اس میں حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی طرف سے ابوبکرؓ الصدیقی سے فدک کی آمدنی کا مطالبہ کرنا مذکور ہے وہاں ابوبکرؓ الصدیقی نے اقرار کیا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ حضرات کے اخراجات آمدِ فدک سے پورا کرتے تھے اور نہ آمدِ آمدنی کو بقایا ضروریات میں فی سبیل اللہ صرف فرمایا کرتے تھے میں بھی یقیناً اس طریقہ کے موافق عمل درآمد کروں گا۔ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ الصدیقی کو قسم دے کر کہا کہ آپؐ ضرور اسی طرح عمل کریں گے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا

کہیں ضرور اسی طریقہ کے مطابق عمل جاری رکھوں گا اس وقت فاطمہ الزہراءؑ نے کہا کہ اے اللہ تو اس بات کا گواہ رہ۔ اس کے بعد مذکور ہے کہ:

وَرَوَى أَبُو بَكْرٍ أَخَذَ غَلَّتَنَا وَوَيْدَ فَمَ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ وَنَسِيمٍ
أَبَانِي وَكَانَ عُمَرُ كَذَلِكَ وَكَانَ عُثْمَانُ كَذَلِكَ لَمْ يَكُنْ لِي عَلَى كَذَلِكَ وَفِي رِوَايَةٍ تَقَرَّرَتْ
الْحُلَّةُ بَعْدَ مَا كَذَلِكَ ۚ

(۱)۔ شرح منج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ متنزلی، ج ۳۴ ص ۲۹۶

طبع ایرانی قدیم و طبع بیروتی، ج ۴ ص ۱۱۱۔ باب ما فعل
ابو بکر بحدک وما قاله فی شأنہا۔

(۲)۔ شرح منج البلاغہ (مصباح السالکین) لابن عثیم بحرانی،

ج ۳۵ ص ۵۴۳۔ طبع قدیم ایرانی و طبع جدید طہرانی،

ج ۵ ص ۱۰۷۔ تحت مقصد ثامن تحت شرح من کتابہم

علیہ السلام الی عثمان بن ضعیف۔

(۳)۔ ذرۃ نجفیہ شرح منج البلاغہ لابراہیم بن حاجی حسین ص ۳۳۲

طبع قدیم ایرانی، تحت قولہ علی کانت فی یدینا حدک

من کل ما اظلمتہ السماء الخ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدک کی آمدنی کا غلہ لے کر ابو بکر الصدیق ذروی القرنی

حضرات کی ضرورت کے موافق ان کو دیتے تھے اور بقایا آمدنی (دیگر لوگوں میں)

تقسیم کر دیتے تھے اور عمر بن الخطاب بھی اسی طرح عمل درآمد کرتے تھے اور حضرت

عثمان بھی اسی طرح عمل کرتے تھے اور حضرت علی بھی اسی طرح عمل کرتے تھے۔

نتائج و دسرات

(۱)۔ شیعہ روایات انہما سے ثابت ہوا کہ ذروی القرنی کے مالی حقوق (نفس و آمدن و غیرہ)

کو سیدنا ابوبکر الصدیق و سیدنا عمر فاروق دونوں حضرات ادا کرتے تھے۔ شیخین نے ان کے حقوق کو غصب نہیں کیا ضائع اور تلف بھی نہیں کیا۔ بلکہ ٹھیک طریقہ سے اسلامی دستور کے موافق ادا کیا۔ اور اسی طرح حضرت عثمانؓ بھی ذوی القربی کے مالی حقوق سابق خلفاء کی طرح ادا کرتے تھے۔

(۲)۔ نیز واضح ہوا کہ رشتہ داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی حقوق کہ خلفاء ثلاثہ حضرات بنوی طریقہ کے مطابق ادا کیا کرتے تھے۔ بنوی طریقہ کے خلاف معاملہ نہیں کیا گیا۔

(۳)۔ اور یہاں سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء، ابوبکر الصدیق سے اس معاملہ میں راضی و خوش ہو گئی تھیں اور حضرت فاطمہ کی رضامندی کے بعد حضرت علیؓ و دیگر حضرات کا رضامند ہو جانا تو خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

تکمیل فوائد

ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ ادائیگی خمس کی روایات ہم نے مختصر پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید چند ایک روایات ہماری کتابوں میں دستیاب ہیں جس میں سیدنا فاروق اعظم کا بی بی ہاشم ابدال بیت نبوت کے حق میں ناصحانہ اور خیر خواہانہ جذبہ نمایاں طور پر موجود ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ناظرین بانیگین بھی اس مضمون سے مسرت اندوز ہوں۔

(۱)

”عن حماد بن زید عن النعمان بن راشد عن الزهري أن عمراً
بن الخطاب قال إن جاءني خمس العداق لا أدعها شعبة إلا رجعتها
ولا من لا جارية له إلا أخذت له قال وكان يعطي المحسن والحسين“

۱۔ کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام۔ باب ہم ذوی

القربی من الخمس ص ۲۳۵۔ طبع مصری۔

(۲) - الرياض النظره لمحج الطبری بحوالہ ابن الجوزی الرزاقہ
ص ۲۸، جلد ثانی۔ باب ذکر صلۃ اقرار رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) - کنز العمال طبع قدیم ص ۳۰۵، جلد ثانی۔ روایت ۶۲۸۔

یعنی حضرت عمر فاروق نے کہا کہ جب ہمارے پاس عراق منقوح ہونے پر خنس آجکا
تو ہم ہر (غیر شادی شدہ ہاشمی کی تزویج کر دیں گے اور جس ہاشمی کے پاس بھی خاند
نہ ہوگی اس کو خدمت کے لیے خادمہ دیں گے اور حضرت فاروق حسن و حسین کو خنس
وغیر خنس سے) عطیات دیا کرتے تھے۔

(۲)

حافظ ابن کثیر نے مندرجہ ذیل واقعہ البدایہ جلد نہتم میں ذکر کیا ہے:-

» إِنَّ عُمَرَ لَمَّا نَظَرَ إِلَى ذَٰلِكَ قَالَ إِنَّ قَوْمًا
أَتَعُوا هَٰذَا لِأُمْنَاءَ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِنَّكَ عَقَقْتَ رَحِيمَتَكَ
وَلَوْ رَعَيْتَ لَرَدَدْتَهُ ثُمَّ قَسَمَ عُمَرُ ذَٰلِكَ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَصَابَ عِلْبًا قُلْعَةً
مِّنَ الْبَسَاطِ فَبَا عَمَّا بَعْشَرِينَ الْكُفَّاءَ

(۱) سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۹۶۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷، ص ۶۷۔

مطلب یہ ہے کہ ۱۶ سالہ میں جب مدائن (جو کسریٰ کا مقام تخت تھا) فتح ہوا
تو وہاں سے کافی ایشیا از قسم لباس و زیورات اور زریب و زینیت کا متعلقہ سامان کثیر تعداد
میں سعد بن ابی وقاص نے حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں ارسال کیا اور غافین کو حصص
دے کر مزید چیزیں یہاں مدینہ طیبہ میں پہنچائیں۔ اس وقت حضرت عمر فاروق نے ان چیزوں
کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ قوم نے امانتدار لوگوں کی طرف اس مال کو پہنچایا ہے تو حضرت

علی المرتضیٰ نے کہا کہ آپ قوم کے ساتھ عفت اور احتیاط کا معاملہ کرتے ہیں اس بنا پر عفت نے بھی احتیاط کا برتاؤ کیا ہے۔ اگر آپ تنعم میں پڑ جاتے اور غفلت کرنے لگتے تو آپ کی عفت بھی ایسا کرتی پھر حضرت عمر فاروق نے ان چیزوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا حضرت علی کو اس مال سے ایک سیش قیمت (فرش پوش) بچھونے کا ایک ٹکڑا حصے میں ملا جس کو حضرت علی نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔

اور مصنف "عبدالرزاق، جلد یازدہم باب الدیوان میں خزائن کسریٰ کے متعلق ایک تفصیل پائی گئی ہے۔ اس موقع پر لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ ان خزائن و اموال کو سچائیوں سے ماپ کر تقسیم کیا جائے؟ یا دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں سے اندازہ دیا جائے؟

تو حضرت علی المرتضیٰ نے مشورہ دیا کہ ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا کافی ہے پھر مذکور ہے کہ حضرت عمر نے سب سے پہلے سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کو بلا کر ہتھیلیوں سے ماپ کر دیا پھر سیدنا حسین بن علی کو بلا کر اسی طرح دیا پھر اور لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا اور لوگوں کے ناموں کے اندراج کے لیے رجسٹر قائم کیا اور ہر مہاجر کے لیے سالانہ پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اور ہر انصاری کے لیے چار چار ہزار درہم متعین کیا۔ اور اندراج مطہرات کے لیے (ہر ایک کے لیے) بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا الخ۔ یہ مضمون بعبارت ذیل درج ہے لہذا علم کے اطمینان کے لیے اصل عبارت نقل کی جاتی ہے:-

«..... ثُمَّ قَالَ أُنْكَبِلْ لَهُم بِالسَّاعِ أَمْ نَحْنُو؟ فَقَالَ عَلِيٌّ بَلْ
 اِحْتُوا لَهُمْ ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَنَحَّالَهُ ثُمَّ دَعَا
 حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْلَى النَّاسِ وَدَدَّ الدِّيْعَانَ وَقَدَّوْنَ لِلْمُهَاجِرِينَ بَلْ
 رَجُلٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ أَلْفٍ دِينَارٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَاللَّيْسَاءُ مِنْ بَلْ رَجُلٍ
 مِنْهُمْ أَرْبَعَةَ أَلْفٍ دِينَارٍ وَفَدَّوْنَ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَعْلِيَّ امْرَأَةً مِهْنًا اِثْنَيْ عَشَرَ اَلْتَّ دِرْهَمًا - الخ

(المصنف لعبد الرزاق، جلد یازدہم، ص ۱۰۰-باب الدیران)

(۳)

فاروق اعظم کی طرف سے بعض دفعہ حضرت علیؓ کو بعض اہم علیات بھی دیئے جاتے تھے ہاں اس کے متعلق ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ کتاب الخراج میں یحییٰ بن آدمؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:

«..... سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ إِنَّ عَلِيًّا سَأَلَ عُمَرَ

بْنِ الْخَطَّابِ فَأَقْطَعَهُ يَتْبَعُ»

۱۔ کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم المتوفی سنہ ۲۳۷ھ طبع

مصری، ص ۷۸، سن طباعت ۱۳۲۷ھ

۲۔ السنن الکبریٰ بیہقی ص ۱۴۴ ج ۴ باب اقطاع الموت

(۲)۔ اور فتوح البلدان بلاذری میں امام جعفر صادقؑ سے مکمل سند سے نقل کیا ہے۔

«..... عن جعفر بن محمد عن ابيه انّه قال اقطع عمر

بْنِ الْخَطَّابِ عَلِيًّا يَتْبَعُ فَأَصَاتَ اِيَّهَا عِيْرَهَا»

۱۔ فتوح البلدان لاحمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی الشہیر

بلاذری، المتوفی ۳۰۹ھ ص ۲۰۔ طبع اولیٰ مصری

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۵۵ ج ۱۲۔ کتاب الجہاد۔ طبع کراچی

(۳)۔ برطان الدین الطرابلسی الحنفی نے الاسناف، فی احکام الاوقات میں تحریر کیا ہے کہ:

«..... عن عبد العزيز بن محمد عن ابيه عن علي بن ابي طالب

رضي الله عنه انّ عمر بن الخطاب قطع بعلي يتبع ثم استأثر علي

الى قطيعته التي قطع له عمر أشياء فحضر فيما عينا فبينا هبوا

يعملون إذ تجر عليهم مثل العنق الحزور من الماء فأتى علياً

فَبَشِّرْهُ بِذَٰلِكَ وَبَلَغَ جَدًّا هَٰذَا فِي زَمَنِ عَلِيٍّ الْفَتْ

وَسْتَقِي “

۱۔ کتاب الاسعات فی احکام الاوقات ص ۸۰۷۔ لبرٹان الدین ابراہیم

بن موسیٰ الطرابلسی الحنفی۔ سن تالیف کتاب ۹۰۵ھ

۲۔ وقاء الوفاء لسمودی ص ۱۳۳-۱۳۴ ج ۲ فصل اللہ من تحت لفظ ینبع۔

۳۔ معجم البلدان للياقوت الحمودی ص ۲۵۰ ج ۲۔ تحت ینبع۔

مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر بن الخطاب نے حضرت علی کے

نام زمین کا ایک قطعہ ینبع کے مقام میں متعین و مقرر فرمایا۔ پھر حضرت

علی نے وہاں عطا شدہ رقبہ کے پاس کچھ اور (رقبہ) خرید کر کے اضافہ کر لیا۔

وہاں اپنے رقبہ میں کھدائی کرائی تو وہاں ایک پانی کا زور دار چشمہ پھوٹ نکلا

۔ (روایت کرنے والا ذکر کرتا ہے) کہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی اس آباد رقبہ کی آمدنی ایک ہزار درہم تک پہنچ

گئی تھی“

۔۔۔۔۔ ناظرین کرام! ان واقعات نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت

عمر کے باہمی تعلقات نہایت بہتر تھے اور ایک دوسرے سے عطیات قبول کیا کرتے تھے۔

یہ چیزیں ان کے دوستانہ روابط کے واضح نشانات ہیں جو کسی تشریح و توضیح کے محتاج نہیں۔

برمنصف مزاج باشعور آدمی ان سے نتائج اخذ کر سکتا ہے۔

لے قولہ ایک ہزار درہم۔ اس دور میں درہم ایک پیمانہ تھا۔ ایک درہم ساٹھ صاع کا ہوتا تھا اور

ایک صاع قریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے (۳/۲) اس حساب سے ایک ہزار درہم کی آمدنی قریباً

چھ سو چھپن خلوار دو من کی ہوتی ہے۔ (منہ)

باب سوم

بفضلہ تعالیٰ اب باب سوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل تجویز کیے گئے ہیں۔
فصل اول میں سیدہ فاطمہؓ کے متعلق چند چیزیں ذکر ہونگی۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شادی میں
حضرت علیؓ کا شامل ہونا ذکر کیا جائے گا۔
فصل دوم میں اُمّ کلثومؓ و حضرت علیؓ الرضیٰ کے فاروقی نکاح کے متعلقات و دیگر امور
درج ہونگے۔

فصل سوم میں سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ اور فاروقی اعظمؓ کے باہمی روابط تحریر
کیے جائیں گے۔

فصل چہارم میں حضرت عمر فاروقؓ کے آخری ایام میں وصایا وغیرہ اور بعد از وفات
کی متعلقہ چند اشیاء بیان کی جائیں گی جن سے حضرت علیؓ الرضیٰ اور حضرت عمر فاروقؓ کے
تا دم زلیت تعلقات واضح ہونگے۔

فصل اول

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کو آقائے مقدّس نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ایسی عقیدت مندی تھی کہ وہ آپؐ کو اپنی جان و مال سے زیادہ مؤقر و مکرم سمجھتے تھے اسی طرح
وہ اپنے آقاؐ کی اولاد شریف کے ساتھ ہمیشہ پورے احترام و تکریم، اعزاز و اکرام کا تعلق
قائم رکھتے تھے۔ فاروقی زندگی کے حالات اس پر شاہد و گواہ ہیں۔

(۱)

چنانچہ جس وقت حضرت فاطمہ الزہراء کی خواستگاری اور خطبہ کا مسئلہ پیش آیا تو اس سعادتمندی کے حصول کے لیے حضرت علی کو آمادہ کرنے میں حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر السدیق دونوں نے مکمل کوشش کی۔

اس چیز کے متعلق چند ایک حوالہ جات قبل ازین ستمہ صدیقی کے باب اول میں مکمل عبارت کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں یہاں ضرورت کے لیے دوبارہ ان کو اجمالاً تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) امالی شیخ طوسی میں شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی شیعہ نے حضرت علی کا فرمان نقل کیا ہے:

«يَعْمَلُ أَنَا فِي أَبِي بَكْرٍ وَسَمُرْقَةَ لَأَلَوْ أَتَيْتَ وَسُئِلَ اللَّهُ صَلَّى عَلَيْهِ
وَالِهِ فَذَكَرْتُ لَهُ فَاطِمَةَ قَالَ فَأَتَيْتُهُ - الخ»

(امالی شیخ طوسی شیعہ، ج اول ص ۳۸ طبع نجف اشرف عراق)

اور ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کیا ہے کہ:

..... روزے ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ در مسجد حضرت رسول نشسته
بودند و سخن مزاجت حضرت فاطمہ در میان آوردند
پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ بزخیرید بنزد علی برویم و ادرا تکلیف
نمائیم کہ خواستگاری فاطمہ بکنند و اگر تنگدستی اور امانت شدہ باشند ما اور ادرا
باب مد کنیم پس ایشان بہر سخویکہ بود آن حضرت را
راضی کردند کہ بخدمت آنحضرت رسول روزه فاطمہ را ازالا حضرت خواستگاری
نماید حضرت تتر خود را کشتود و بجانہ خود آورد و بست و بعدین خود را پوشید
و متوجہ خانہ حضرت رہالت شد.

(۲) جلاء العیون ص ۱۲۱-۱۲۲ - باب تزویج فاطمہ

(۳) بحار الانوار باقر مجلسی جلد ۱ ص ۲۷-۳۸ - باب

تزویج فاطمہ علی - طبع قدیم ایران -

(۴) اسی طرح حملہ جیدری میں میرزا رفیع باذل شیبی نے جلد اول تحت ذائق سال دوم ذکر خلیفہ نمودن علی المرتضیٰ میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو خطبہ و خواستگاری کا طائرہ کے لیے آمادہ کرنا اشعار میں بڑا عمدہ نظم کیا ہے۔ چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

بپا سخ چنیں گفت بیسویب دیں کہ دارم دو مانع برتسدام این
نخت آنکہ شرم آیدم از نبی دوم خامشتم کردہ دست تہی
بگفتند یار انشس ای شہریار تو در خاطر خویش ازینہا میار
بہ ترغیب یاران علی ولی بروز دگر رفت نزد نبی

حملہ جیدری، ج ۱ ص ۶۱ طبع قدیم سن طباعت ۱۲۸۵ھ

مرزا رفیع باذل ایرانی

حضرات یہ سب حوالہ جات شیعہ کی معتبر کتب سے ہیں۔ ان حوالہ جات کا

خلاصہ یہ ہے کہ:

”حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہا میں ایک روز فاطمہؓ کے ساتھ نکاح و شادی کا ذکر آیا تو ان حضرات نے کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ کے پاس باتیں اور ان کو اس نکاح کے لیے آمادہ کریں اور اگر ان کو فقر و فاقہ، زیر دست و تنگ دستی خارج و مانع ہو تو ان کی جا کر امداد کریں۔ ان حضرات نے حضرت علیؓ کو جا کر اس معاملہ کے لیے راضی کیا کہ آپ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ رشتہ طلب کریں حضرت علیؓ نے اپنا اونٹ گھر باندھا اور پالوٹس پہن لیے۔ رسول خدا کی خدمت میں اس مقصد کے لیے حاضر ہوئے۔ الخ

(۲)

پھر جس وقت شادیِ فاطمہؑ کے لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلسِ نکاح منعقد فرمائی تو مجلسِ نکاح میں اس نکاح کے گواہ اور شاہد جو مقرر کیے گئے تھے ان میں حضرت سیدنا عمر بن الخطابؓ بھی گواہ تھے۔ اس مسئلہ کے اثبات کے لیے ہم نے قبل ازیں پیسے حصہ صدیقیؒ، باب اول میں مفصل عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ چند ایک حوالہ جات کا اختصار یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اخطب خوارزمی نے مناقب خوارزمی میں اور علی بن عیسیٰ اربلی شیعہ نے کشف الختمہ اور ملاحقہ جلی نے بحار الانوار جلد عاشم میں اور جلاء العیون میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ یہ سب روایات شیعہ کی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کا اپنا فرمان ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:-

”..... جب میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے مسجد کی طرف جانے لگا تو فاستقبلی ابوبکر وعمر..... وَرَجَعَا مَعِيَ إِلَى الْمَسْجِدِ..... (راستے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے میری ملاقات ہوئی اور وہ لوگ میرے ساتھ مسجد کی طرف چلے آئے)۔ (پھر مسجد نبوی میں مجلسِ نکاح منعقد ہوئی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تو پہلے موجود تھے، باقی ہاجرین و انصار کو بھی بلا یا گیا۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے فرمایا:

”وَأَمَرَنِي أَنْ أَزُوجَهُ فِي الْأَمْسِ مِنْ وَأَشْهَدَكَ لَكُمْ عَلَيَّ ذَٰلِكَ“

”یعنی مجھے خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ فاطمہؑ کا علیؑ سے نکاح کروں اور میں تم سب کو اس نکاح کا گواہ بناؤں“

(۱) المناقب خوارزمی، ص ۲۵۲، ۲۵۱ فصل فی تزویج رسول اللہ

صلعم فاطمہؑ طبع مکتبہ حیدرآباد نجف اشرف، عراق۔

(۲) کشف الغمہ، ص ۲۸۳-۲۸۴، جلد اول، باب تزویج
بسیۃ النساء، طبع جدید مع ترجمہ فارسی -

(۳) بحار الانوار، جلد ۱۰، ص ۳۸-۳۹، باب مذکور

اور ملا باقر مجلسی نے روایت مذکورہ کو جلاء العیون بحث تزویج فاطمہ باعلیٰ میں بھی چند چیزوں کے اعناقہ کے ساتھ درج کیا ہے اور ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب کے گواہ ہونے کے مسئلہ کو بھی ذکر کیا ہے۔ (روایت طویل جاری ہے)۔ حضور

علیہ السلام نے فرشتوں کو اس نکاح کا گواہ بنانے کے بعد اس مجلس کے حاضرین کو دین میں ابوبکرؓ و عمرؓ موجود ہیں، خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مرا (پروردگارا) امر کر دکھ فاطمہ را باو تزویج غایم در زمین شمارا گواہ میگیرم براین۔ یعنی فاطمہؓ کو علیؓ سے تزویج کر دوں زمین میں اور تم کو اس پر گواہ بناؤں۔“

(۴) جلاء العیون ملا باقر مجلسی مجتہد گیارہویں صدی -

ص ۱۲۵، باب تزویج سیدہ باعلیٰ الرضیٰ طبع تہران

(۳)

اب ہم تیسری چیز پیش کرتے ہیں۔ جس میں سیدنا عمر فاروقؓ کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کا اتزام ملحوظ رکھنا اور آفائے نامدار (صلعم) کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنا منقول ہے۔ یہ تمام چیزیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونا عقیدت کے تین ثبوت ہیں۔ یہ روایت حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں درج کی ہے:

”..... إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَىٰ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ وَاللَّهِ مَا مَأَيْتٌ أَحَدًا

أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مِنْكَ وَاللَّهِ مَا كَانَ

أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ“

(۱) ائستدیک لمحاکم جلد ثالث، ص ۱۵۵۔

(۲) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۱۱ رک، طبع اول قدیم۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب (ایک دفعہ) حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ ذکر کیا کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری ہیں اور اللہ کی قسم میرے نزدیک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(۴)

چوتھی چیز یہ عرض کی جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ محزونہ و مغموم رہا کرتی تھیں۔ تقریباً چھ ماہ کے بعد ۳۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت فاطمہ الزہراء کی بیماری کے دوران حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عبادت و بیاد پرستی کے لیے جانا شیعہ علماء نے لکھا ہے مگر واقعات کو مسخ کر کے عداوت کی داستان مرتب کر دی ہے جیسا کہ ان دو سنتوں کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کتاب سلیم بن قیس میں واقعہ عبادت ذکر کیا ہے اور دشمنی کی رنگ آمیزی کر کے نقشہ پیش کیا ہے۔ گویا دوستی کے واقعات کو دشمنی کی حسین شکل دے دی ہے۔

— بعد ازیں اس مقام میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا شامل ہونا ہم درج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مسئلہ امام زین العابدینؓ اور امام محمد باقرؓ سے مختلف کتابوں میں مروی ہے۔ ہر دست مندرجہ ذیل حوالہ جات اس مسئلہ کے لیے پیش خدمت ہیں اور حصہ اول سدیقی میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ وہاں صدیقی اکبرؓ کا جنازہ ہذا میں شامل ہونا لکھا گیا تھا، یہاں حضرت عمرؓ کا شامل ہونا ثابت کیا جا رہا ہے۔

زین العابدین علی بن الحسینؓ کی روایت

محب الطبری نے ابن السمان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ :-

”... عن مالك عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جده علي بن الحسين قال ما أتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرتها أبو بكر وعمر وعثمان والزبير وعبد الرحمن بن عوف فلما وضعت يسئلي عليها قال علي تقدم يا أبو بكر قال وأنت شاهد يا أبا الحسن؟ قال نعم! تقدم فوالله لا يصلي عليها غيرك وصلى عليها أبو بكر رضي الله عنهم أجمعين ودفنت ليلاً.. خرجته البصري وخرجه السمان في الموازنة..

(رياض النضرة في مناقب العشرة، ج ۱ ص ۱۵۶، باب وفاة فاطمہ)

” امام محمد باقرؑ کی روایت

”... عن جعفر بن محمد بن أبيه قال ما أتت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء أبو بكر وعمر ليصلا فقال أبو بكر لعلي بن أبي طالب تقدم فقال ما أتت لأقدم وأنت خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقدم أبو بكر وصلى عليها“

(کنز العمال علی منقحی ہندی، طبع اول، ج ۶، ص ۳۱۸
باب فساأل الصحابة فضل فی تفضیلہم فضل الصبیح
بحوالہ خط فی رواہ مالک)

پروردگاریات کا حاصل یہ ہے کہ

” جعفر صادق اپنے والد محمد باقرؑ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین سے نقل کرتے ہیں کہ مغرب و عشاء کے درمیان فاطمہ الزہراءؑ کی وفات ہوئی۔

ان کی وفات پر، ابوبکر الصدیق، عمر فاروق، عثمان رضی، زبیر، عبدالرحمن بن عوف
یہ سب حضرات تشریف لاتے۔ جب نماز کے لیے جنازہ سامنے رکھا گیا تو
علی المرتضیٰ نے ابوبکر الصدیق کو کہا کہ آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے تشریف
لائیں۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟
انہوں نے کہا کہ ہاں! آپ پیش قدمی فرمائیں۔ آپ خلیفہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص خاطرہ پر نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔
تب ابوبکر الصدیق نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کی گئیں۔

(۵)

حضرت عمرؓ کی شادی میں حضرت علیؓ کی شمولیت

معاشرے میں دستور چلا آتا ہے کہ خوشی و غمی کے موقع میں دوست و احباب ایک دوسرے
کے ساتھ شریک حال ہوا کرتے ہیں۔ اس دستور کے موافق حضرت عمرؓ نے اپنی تقریب نکاح اور
شادی میں دیگر لوگوں کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کو بھی مدعو کر کے شامل کیا۔ اور انہوں نے
اس دعوت کو بخوشی منظور کر کے شمولیت فرمائی۔ پھر وہاں حضرت علیؓ کی طرف سے انبساط و
کا ایک واقعہ پیش آیا۔ مندرجہ ذیل کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے۔ تطویل سے بچنے کے لیے
صرف ایک کتاب (الاستیعاب) کی عبارت درج کی جاتی ہے یہ عام متداول کتاب ہے۔
باقی کتب کا حوالہ دے دینا کافی خیال کیا ہے۔

..... فَتَدْرُجُهَا رِعَايَتَكَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نُفَيْلٍ (عمدۃ
بَيْنَ الْحَطَّابِ سَنَةِ إِثْنَتَيْ عَشْرَ سَنَةٍ فَأَوَّلَهُمَا قَدَّعَا جَمْعًا فِيهِمْ
عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ دَعَمْتَنِي أَوْلَمَ عَمَاتِكَ قَالَ
أَفْعَلُ فَأَخَذَ بِحَايِ نَبِيِّ الْبَابِ وَقَالَ يَا عَدِيَّةُ نَفْسِهَا أَيْنَ قَوْلِكَ؟ فَأَلَيْتُ

لَا تَنْفَكُ عَيْنِي حَزِينَةً عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُ جِدِّي أَعْتَبًا - فَكَتَبْتُ (عَائِدَةً)
فَتَالَ عُنْتَهُ مَا دَعَاكَ إِلَى هَذَا يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ كُلُّ نَسَائِدٍ يَقَعْنَ هَذَا الْخِ
(۱) کتاب "نسب قریش" مصعب زبیری نے ذکر فرمایا ہے۔

ولد عدی بن کعب، ج ۱۰، ص ۳۶۵۔

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۴، ص ۳۵۵ معہ
اصنافہ مذکورہ عائکہ۔

(۳) کتاب التہذیب لابن عبدالبر، تفسیر سیر محمدیہ (سندھ)
ج ۶، ص ۲۵۲، تحت روایات یحییٰ بن سعید
(۴) أسد الغاب لابن اثیر الجزری، ج ۵، ص ۲۹۸۔
تذکرہ عائکہ بنت زید۔

ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت امیرِ عمرؓ نے مسماۃ عائکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ سال ۱۲ھ
میں شادی کی اور آپ نے ولیمہ کیا۔ دوست احباب کو مدعو کیا۔ ان میں حضرت
علیؓ بن ابی طالب کو بھی شریکِ دعوت کیا۔ (خور و نوش سے فراغت کے بعد،
خوش طبعی کے طور پر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ عائکہ (مذکورہ) سے
کلام و حکم کی اجازت ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے حضرت علیؓ نے
خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عائکہ کو اس کے چند اشعار یا دو لائے (جو اس
نے اپنے سابقہ خاوند عبداللہ بن ابی بکر کی وفات پر غم کی حالت میں کہے تھے)
پہلا شعر یہ ہے۔

فَالَيْتُ لَا تَنْفَكُ عَيْنِي حَزِينَةً
عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُ جِدِّي أَعْتَبًا

”یعنی اُسے زوج میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔“
 تو تاکہ اس یاد دہانی پر رونے لگی حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ اُسے ابو الحسن رآپ اس کو غمناک کر رہے ہیں، عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کہتی ہیں۔“

مندرجاتِ فصل ہذا

سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا تعلق حضور نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ نہایت عقیدت مندی کا تعلق تھا۔ دو امان کی عزت کو ملحوظ رکھتے تھے پھر تادم زیت اس نسبت کو قائم رکھا اور حقوقِ رفاقت کو ادا کرتے رہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ بھی درستانہ روابط ہمیشہ سے قائم رکھے ہوئے تھے۔ خوشی و غمی میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو مدعو کرنے تھے۔ باہمی دعوت قبول کرتے تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی انقباض نہ تھا۔ یہ واقعات اس چیز کی واضح شہادت سے رہے ہیں۔

ایک رفعِ اشتباہ

باب سوم فصل اول میں ہم نے سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے بعض تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کی طرف سے شبہات ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ لہذا مختصراً شبہ پیش کر کے اس کا جواب عرض کیا جاتا ہے۔ یہ بحث اہل علم کے مناسب ہوگی۔ عوام ناظرین اکتا نہ جائیں۔

— کتاب الامامہ والسیاستہ لابن قتیبہ دنیوری۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ۔ تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری وغیرہ سے بعض لوگ ایک واقعہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر الصدیقؓ

کی بیعت کے موقع پر ابو بکر کے حکم سے حضرت عمرؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر گئے بقول بعض رواۃ کے آگ بھی ساتھ لے گئے ان کو ڈرایا دھمکایا، حضرت فاطمہؓ سے سخت کلامی ہوئی اور کہا کہ اگر تم لوگ ابوبکر الصدیقؓ سے بیعت نہ کرو گے تو میں تمہارا گھر جلا دوں گا تب حضرت علیؓ وزبیرؓ وغیرہ خوف زدہ ہو کر ابوبکر الصدیقؓ کے پاس گئے اور بیعت کر لی۔

ہم نے اس واقعہ کا خلاصہ عرض کر دیا ہے۔ لوگ اس واقعہ کو تفصیلات کے ساتھ بڑی آب و تاب سے نقل کرتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی حضرت فاطمہؓ و علیؓ المرتضیٰ کے ساتھ دشمنی ثابت کی جائے اور عداوت نشر کی جائے اس کا رخیز کے سوا کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اس کام میں ان کی تدبیر سرت ہو گئی ہیں اور ان کے اسلاف کی عمریں ختم ہو گئی ہیں۔

اس شبہ کے ازالہ کے لیے اور اس اعتراض کے جواب کی خاطر قبل ازیں حصہ صدیقی بحث بیعت میں چند چیزیں ذکر کی گئی ہیں اور ہم یہاں بھی چند امور ذکر کرتے ہیں منصف طبائع اور حق پسند حضرات ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو سرت پذیرائی بخشیں گے اور معمولی سے غور و فکر کے بعد صحیح نتائج پر پہنچ سکیں گے۔

(۱)

اولاً عرض ہے کہ واقعہ بذا کو بیشتر ایسی کتابوں سے پیش کیا جاتا ہے جو بے سند و بے اسناد ہیں۔ ان کتب میں واقعات کی مندرجہ بیان نہیں کی جاتی جس کے ذریعہ واقعہ کی صحت اور سقم کی تحقیق ہو سکے، مثلاً ابن قتیبہ و نیوری کی طرف منسوب شدہ کتاب "الامامة والسياسة" "العقد الفرید" لابن عبد ربہ وغیرہ۔ اس قسم کی بلا اسناد و بے سند کتابوں میں اس واقعہ کا مذکور ہونا کچھ محبت و دلیل نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کو صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اس نوع کی کتب میں صدق و کذب، صحیح جھوٹ، صحیح و غلط سب قسم کی ملاوٹ پائی جاتی ہے ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

— نیز عرض ہے کہ صحابہ کرام کے باہم بغض و عداوت، عناد و فساد بتلانے والی روایات کو شیعہ رواۃ اور شیعہ مُصنّفین ہی شد و مد سے نشر کیا کرتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ الامامہ والسیانہ، اور عقد الفرید کے مؤلفین اسی ذہن کے آدمی ہیں۔ وہ ابن قتیبہ جو ایک سنی عالم ہے، مختلف الحدیث اور المعارف وغیرہ اس کی مشہور تصانیف میں دوسرا شخص ہے اور الامامہ والسیانہ کا مؤلف کوئی تقیہ باز بزرگ ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفۃ اثنا عشریہ کے مکالمہ میں ابن قتیبہ کے متعلق متعدد بار کلام کیا ہے۔ کید ۱۹ و ۲۳ و ۲۵ ملاحظہ فرما کر تسلی کی جاسکتی ہے۔

اور صاحب "العقد الفرید" کے متعلق علماء نے تصریح کر دی ہے، مثلاً ابن خلکان نے کہا ہے کہ اس کی کتاب نے بصرہ کی اشیاء (صحیح و غلط) کو جنم کر ڈالا ہے، اور ابن کثیر نے اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کا کلام اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے کشف الظنون، جلد دوم، ص ۱۴۹ تحت "العقد الفرید" ملاحظہ ہو۔

نیز "العقد الفرید" جدید طبع کے مقدمہ میں طابعین کی طرف سے اس بزرگ کی پوزیشن ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ درج ہیں: "وَهُوَ أَمِيلٌ إِلَى الشَّيْخِ" یعنی شیعہ مذہب کی طرف ان کا بہت زیادہ رجحان ہے۔"

لہذا ان دونوں کتابوں کی روایت ناقابل اعتبار ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ احرار بیت کا واقعہ بعض باسند کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ اسانید عام طور پر مجروح ثابت ہوتی ہیں ان کے رواۃ کئی طرح کی جرح سے ملعون پائے گئے ہیں جیسے تاریخ طبری میں یہ واقعہ ہے لیکن اس سند میں کذاب و دروغ گو لوگ موجود ہیں ابن حمید جو طبری کا مدعی عنہ ہے اس کو "اعدق بالکذب" دروغ گوئی میں بڑا ماہر کہا گیا ہے اور یہ شخص "غلاب المتن والاسانید" یعنی متن و سند میں کئی قسم کی تبدیلیاں کر دینے والا بزرگ

ہے۔ نیز یہ روایت منقطع ہے اس واقعہ کا ناقل زیاد بن کلیب خود واقعہ میں موجود نہیں تھا۔ کسی شخص نے اس کو یہ واقعہ بیان کیا۔ بیان کنندہ کون صاحب ہے کیسا ہے؟ کچھ معلوم نہیں۔

(۳)

پھر جن روایات کے اسانید پر معمولی جرح پاتی جاتی ہے ان میں یہ خامی ہے کہ وہ روایات بھی منقطع ہیں۔ روایت کی سند کے آخری راوی اور واقعہ ہذا کے درمیان "القطاع زمانی" پایا گیا ہے۔ بیان کنندہ روایت ہذا واقعہ میں موجود نہیں کسی صاحب سے سن کر اس نے روایت چلا دی ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن عبد البر وغیرہ کی روایات اسی نوعیت کی ہیں یعنی منقطع پائی گئی ہیں۔ زید بن اسلم اور خود اسلم دونوں باپ بیٹا اس واقعہ کے وقت مدینہ طیبہ میں ہرگز موجود نہ تھے۔ نیز علماء نے زید بن اسلم کے متعلق تصریح کر دی ہے کہ یہ بزرگ مدس ہے۔ اپنی روایات میں بعض اوقات تدلیس کر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ کتاب التہذیب لابن عبد البر باب بیان التدلیس، ج ۱ ص ۳۶ طبع مراکش۔ (۲) تہذیب التہذیب لابن حجر تذکرہ زید بن اسلم، ج ۳ ص ۳۹۔ یہ سب شنید و رشید انہوں نے نقل کر دی ہے۔ کچھ کبھی واقعہ ہذا کی تعبیر نفرت امیر الفاظ سے کر دی اور گاہے یہی مضمون نرم اور مناسب الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ گویا ناقلین حضرات نے اس نا دیدہ واقعہ کو صرف شنید کی بنا پر کہیں سے کہیں ہینچا دیا۔ مثل مشہور ہے کہ

ع شنیدہ کے بودمان دیدہ

— نیز اہل علم اور فن حدیث سے واقف حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ طبقات حدیث و درجات محدثین میں تیسرے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ پہلے درجہ میں مرثا مالک و صحیحین (بخاری و مسلم) کا شمار ہوتا ہے۔ دوسرے درجہ میں باقی صحاح ستہ کا تیسرے درجہ حدیث میں جن کتابوں کا شمار ہوتا ہے ان میں مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق وغیرہ ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۵۱ نافعہ شاہ عبد العزیزؒ۔ ان حضرات نے روایات

میں ثقافت و صحت کا خاص اصرار نہیں کیا تھا اس وجہ سے محدثین نے ان کو تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔

— اور الاستیعاب لابن عبدالبر اگرچہ صحابہ کرامؓ کے تراجم میں بہتر کتاب ہے لیکن صحابہؓ کے مشاجرات وغیرہ کے متعلق اس میں چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جنہوں نے کتاب ہذا کو عیب دار کر دیا۔ ان امور کی وجہ سے علماء نے کتاب کی تعریف و توثیق کرنے کے باوجود اس پر نقد بھی کیا ہے۔

چنانچہ مقدمہ ابن صلاح یا علوم الحدیث لابن صلاح میں علامہ ابن صلاح نے باب النوع التاسع والثلاثون جس ۱۴۵، طبع بمبئی اور ص ۲۶۲، طبع جدید مدینہ طیبہ میں الاستیعاب کے متعلق لکھا ہے :۔۔۔۔۔

وَمَنْ اجْتَمَعَا وَكَثُرَ مَا فَوَّادَ كِتَابَ الْأَسْتِعْيَابِ لَوْلَا مَا شَأْنُهُ مِنْ
إِبْرَادٍ كَثِيرًا وَمَا شَجَرَ بَيْنَ السَّكَّانَةِ وَحَكَايَاتِهِ عَنِ الْأَخْيَارِ بَيْنَ الْأُمَّةِ
وَعَالِبِ عَلَى الْأَخْيَارِ بَيْنَ الْأَكْثَامِ وَالْخَلِيطِ ذِي مَا يُؤَدُّنَهُ ۚ

— حاصل یہ ہے کہ تراجم صحابہ کی کتابوں میں بہترین فوائد کی کتاب الاستیعاب ہے۔ اگر اس میں وہ چیزیں نہ ہوتیں جنہوں نے اس کو عیب لگا دیا ہے صحابہ کے تنازعات وغیرہ کی بہت سے چیزیں اور اخباری لوگوں کی حکایات اس نے ذکر کر دی ہیں۔ یہ چیزیں محدثین سے نہیں نقل کیں۔ اخباری اور منورخ لوگ اپنی مرویات میں اکثر تو خلیط کر دیتے ہیں یعنی صحت و اتعات کا کچھ خیال نہیں رکھتے۔ پس اس چیز نے اس کتاب کو عیب دار بنا دیا ہے۔

— اسی طرح حافظ ابن کثیر نے "الباعث المحثیث" النوع التاسع والثلاثون

میں یہی چیز بحوالہ ابن صلاح مندرجہ ذیل الفاظ میں درج کی ہے۔

وقد شان ابن عبد البر کتابہ الاستیعاب بذكر ما شجر بين الصحابة

مما تنقأ من كتب الاخباريين وغيرهم

(الباعث الخثيث لابن كثير ص ۱۶۹ طبع مصر

طبع ثالث تحت نوع ۳۹)

یعنی حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عبدالبر نے مشاجرات و تنازعات صحابہ کرام کو اخباری و مؤرخین لوگوں سے حاصل کر کے اپنی کتاب الاستیعاب میں ذکر کرنے سے اس کو عینناک و داندار بنا دیا ہے۔

(۴)

رابعاً یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ واقعہ احراق کی روایات جہاں جس درجہ کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں وہ ائمہ عظام کے فرمودات کی روشنی میں قابل ترک ہیں قبولیت کی مستحق نہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور امام محمد باقر نے مندرجہ ذیل نصاب و فرامین میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے۔

حضرت علیؑ کا فرمان

کتاب تذکرۃ الحفاظ جلد اول، حضرت علیؑ کے تذکرہ میں حافظ ذہبی نے صحابہ کے

(۱) عن ابی الطفیل عن علیؑ قال حدثوا الناس بما یعرفون

و دعوا ما یتکرون أتحبون ان یکذب الله ورسوله؟ (قال) الذہبی

فقد زجر الامام علیؑ عن رواية المنکور وحث علیؑ التحدیث بالمشہور

وهذا اصل کبیری الکتاب عن بث الاشیاء الواهية والمنکورة من

الاحادیث فی الفضائل والعقائد والوقایع

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۱۲)

یعنی امام الائمہ فرماتے ہیں کہ جو بہتر اور معروف چیز ہو وہ لوگوں کو

بیان کیا کریں جو ناپسند اور بُری چیز ہو اس کو چھوڑ دیں اور بیان نہ کیا کریں۔
فاضل فہمی کہتے ہیں اس نصیحت میں علی المرتضیٰ نے ہم کو ناپسندیدہ
چیزیں روایت کرنے سے منع فرما دیا ہے، مشہور و معروف اور بہتر چیزوں
کے نشر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ وایہات اور بے اصل چیزوں کے
پھیلانے سے روکنے کے لیے یہ بہت بڑا ضابطہ ہے خواہ وہ چیسینین
فضائل سے متعلق ہوں یا عقائد سے یا رقائل وغیرہ سے۔“

امام محمد باقر کا بیان

شیعہ کتابوں میں موجود ہے کہ امام محمد باقر نے خطبہ الوداع میں سے فرمان نبوت
نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

— فَإِذَا آتَاكُمْ الْحَدِيثُ فَأَعْرِضُوا عَنِّي كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّتِي
فَمَا وَاقَفَ لِنَابِ اللَّهِ وَسُنَّتِي فَخَذُّوا بِهِ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي
فَلَا تَأْخُذُوا بِهِ

(احتجاج طبرسی ص ۲۲۹ - طبع قدیم، احتجاج ابی جعفر محمد بن
علی الثانی فی انواع سنتی)

» یعنی جب تمہارے سامنے کوئی روایت پیش کی جائے تو اس کو
کتاب اللہ اور سنت رسول پر پیش کرو۔ جو خدا کی کتاب اور سنت رسول کے
موافق ہو وہ قبول کر لو اور جو روایت ان دونوں کے برخلاف پائی جائے
اس کو قبول نہ کرو۔“

ناظرین یا تکبیر خیال فرمادیں کہ اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ یہ حضرات آپس میں مہربان
اور شفیق ہیں۔ اللہ نے ان کے قلوب میں الفت پیدا کر دی ہے۔ ان کے نیک اعمال

کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو چکا ہے۔ اور سنتِ نبویؐ شاہد ہے کہ حضورؐ نے نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں رہنے والے یہ تمام حضرات شیر و شکر تھے، باہم دوست تھے، ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے، باہم کوئی عداوت نہیں رکھتے تھے، نہ ہی ان کے درمیان کوئی پُرغاش تھی۔

— اور واقعہ مذکورہ کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس نے صحابہ کے کردار کا بعد از انتقالِ نبویؐ نقشہ ہی دوسرا پیش کر دیا یعنی ان حضرات نے ملواریں سونت لیں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے۔ دخترِ نبیؐ کا گھر جلانے کے لیے آمادہ ہو گئے حضرت علیؓ و زبیرؓ کے ساتھ دست و گریباں ہونے تک نوبت پہنچی۔

— مندرجہ بالا فرمودات کی روشنی میں ہمچوں قسم کی روایات کو تسلیم کر لینے کا کوئی جواز نہیں۔ ان روایات کا مضمون کتاب اللہ کے ساتھ معارض ہے۔ سنتِ نبویؐ کے حالات کے برخلاف ہے۔ ایسے منکر مضامین کو قبول کرنا ائمہ معصومین کے فرامین کو پس پشت ڈال دینے کے مراد ہے۔

— نیز قرآن مجید کی نصوص صریحہ ان چیزوں کی تردید کر رہی ہیں۔ کلامِ خداوندی میں حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں اور ہم نشینوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ:

يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا يَعْنِي نَبِيَّ صَلِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاتِحِيٍّ اَوْ رَمِيْتِيٍّ هِمِّشِ اللّٰهُ كَا فَضْلٍ اَوْ رِضَا كِي رِضَا مَنْدِي طَلْب كَرْتِي هِي ۚ يَرِ اِن حَضْرَات كَا طَرَقِي كَار اَوْ شِيْوَه زَنْدِكِي هِي اَوْ رِشْبِ دَرُوزِ اللّٰهِ كَا فَضْلٍ تَلَا ش كَرْنَا اَوْ رِضَا جُوئِي اِخْتِيَا ر كَرْنَا اِن كَا مَعْمُول هِي ۚ

بالفرض باہم تنازع اور شر و فساد بتلانے والی روایات درست تسلیم کر لی جائیں تو ان حضرات کی صفات و عادات یوں بیان کی جائیں کہ يَتَّبِعُونَ شَرًّا مِّنَ اللّٰهِ وَعَضْبَانًا حالانکہ اس طرح نہیں ہوا۔

(۵)

خاصاً یہ عرض ہے کہ واقعہ مذکور بیان کرنے والی اس قسم کی روایات بھی تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں دستیاب ہیں جہاں اس قسم کا نازعہ اور مناقشہ بالکل منقوہ ہے نہ ہی وہاں حضرت فاطمہؑ سے درشت کلامی پائی جاتی ہے نہ ہی وہاں حضرت علیؑ و زینبیرؑ پر دست درازی کا وجود ہے اور نہ ہی مناقشہ نما اور فتنہ انگیز چیزوں کا نام و نشان ہے۔ اس نوع کی روایات میں سے صرف اس وقت بلاذری کی ایک روایت انساب الاشراف جلد اول سے پیش کی جاتی ہے تاکہ اس واقعہ کے متعلق متعدد صورتیں آپ کے سامنے آجائیں اور اس مسئلہ کی تصویر کے دوسرے رخ کو بھی دیکھ سکیں۔

احمد بن یحییٰ بلاذری نے اپنی سند کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں اس واقعہ کو نقل

کیا ہے :

..... لَمَّا بَايَعَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ اَعْتَزَلَ عَلِيٌّ وَ الزَّيْبِرُ فَبَعَثَ
 اِلَيْهِمَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاتَيَا مَكْرَزَ عَلِيٍّ فَقَرَعَا
 الْبَابَ فَنظَرَ الزَّيْبِرُ مِنْ فَتْرَةٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ هَذَا رَجُلَانِ
 مِنْ اَهْلِ الْحَبَشَةِ وَ لَيْسَ لَنَا ان نَقَاتِلُهُمَا قَالَ اِفْتَمَرْتَهُمَا ثُمَّ خَرَجَا
 مَعَهُمَا حَتَّى اتَيَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ يَا عَلِيُّ اَنْتَ اِنْ عَمَّ رَسُوْلُ اللهِ
 وَ مِهْرُكَ فَتَقُوْلُ اِنِّي اَحَقُّ بِهَذَا الْاَمْرِ لَآ هَا اللهُ لَآ اَنَا اَحَقُّ بِه مِنْكَ
 قَالَ لَا تَشْرِيْبُ يَا حَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ (صلم) اُبْسَطَ يَدَكَ اَبَا بَعَكَ
 فَبَسَطَ يَدَكَ فَبَايَعَهُ الْح

(انساب الاشراف ص ۵۸۵۔ بلاذری جلد اول احمد بن یحییٰ)

بلاذری، المتوفی ۲۶۶ھ۔ طبع جدید مصری۔

سن طباعت ۱۹۵۹ء)

اور یہ روایت قبل انہیں رحماء منہم کے حصہ اول صدیقی میں مسئلہ بیعت کے تحت روایت ۳ میں مفصل درج کی جا چکی ہے اور وہاں اس کا ترجمہ بھی ذکر کر دیا تھا۔ اب یہاں مختصراً نقل کی گئی ہے۔

— ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ اس موقعہ کی روایات سب ایک قسم کی نہیں ہیں بعض میں کسی قسم کا تنازعہ و جھگڑا سرے سے پایا ہی نہیں جاتا اور بعض دیگر روایات میں بڑی ہنگامہ آرائی دکھائی گئی ہے۔ قارئین کرام پر واضح ہو کہ علماء کرام نے قبل انہیں مناقشہ خیر روایات پر جرح و قدح کر دی ہے ذیل میں وہ درج کی جاتی ہے:

(۱) — شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن فاروقی طعن نمبر دوم میں احراق بیت کے واقعہ کے متعلق فرمایا ہے کہ:

”اس قصہ سراسر وہابی و بہتان و افتراء است“

(۲) — مولانا عبدالعزیز پرہاروی اپنی کتاب نبراس شرح شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں کہ:

”وَسَاءَ بَعْمَا أَنْ أَبَا بَكْرٍ أَمَرَ بِأَحْدَاقِ بَيْتِ عَلِيٍّ وَفِيهِ فَالْبَيْتُ
وَحَسَنَاتٍ لِنَا حُدِّهٖ عَنِ الْبَيْعَةِ قُلْنَا كَذَبٌ مُحَمَّدٌ“

(نبراس شرح شرح عقائد طبع ملتان ۱۳۲۶ھ)

تحت متن والایشترط ان کیون الامام معصوماً

یعنی ہر دو حوالہ جات کا مطلب یہ ہے کہ بیعت میں تاخیر کی وجہ سے

حضرت علیؑ کے رہائشی مکان جلانے کے لیے امر کرنے کا واقعہ سراسر بہتان

ہے۔ افتراء ہے اور واضح جھوٹ ہے:

انہیں حالات جن روایات میں اس قسم کا جھگڑا مذکور نہیں ہے ان کو ٹھیک

تسلیم کیا جائے گا۔ باقی قابل قبول نہ ہونگی۔

بحث اہذا کے متعلق ابن ابی الحدید کا بیان

ناظرین کو رام مطلع رہیں کہ سیدہ فاطمہ کے خانہ سوزی کے متعلق روایات کی تردید صرف سنی علماء نے ہی نہیں کی بلکہ بعض شیعہ علماء نے بھی ان روایات کو ناقابل قبول اور غیر معتد وغیر معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ:-

واما ما ذكره من الهجوم على دار فاطمة وجمع الخطب لتخريبها
فهو خبر واحد غير موثوق به ولا معمول عليه في حق الصحابة بل و
لا في حق احد من المسلمين ممن ظهرت عدالتهم:

(شرح نهج البلاغه لابن ابی الحدید شیعہ مقتدری ص ۶۳۱، جلد ۴)
طبع بیروت تحت متن "قولہ لعاد بن یاسر وقد سمعہ یروی
کلاماً و عدیاً عماراً"

حاصل یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کے خانہ پر عجز کم کرنا اور خانہ سوزی کے لیے
لکڑی جمع کرنے کی روایات خبر واحد ہیں (یعنی مشہور و منواتر نہیں ہیں) یہ غیر معتد
ہیں، نہ صحابہ کے حق میں قابل عمل ہیں نہ کسی دوسرے عادل مسلمان کے حق میں۔

علی السبیل التشریح

بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس موقع پر سیدہ فاطمہ، حضرت عمر پر اس وجہ سے ناراض
ہو گئی تھیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ شیعہ علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں حضرت فاطمہ
کا حضرت عمر کے حق میں راضی ہونا بھی درج کیا ہے۔

(۱)

ابن ابی الحدید شیعہ مقتدری نے شرح نهج البلاغه میں ابوبکر الجعفری شیعہ کے حوالہ سے پہلے

حضرت فاطمہؑ کی ناراضگی ذکر کی ہے اس کے بعد آپ کی رضامندی کہ بائیں الفاظ درج کیا ہے۔
 — قَالَ فَمَشَى إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ وَشَفَعَهُ لِعَمْرٍ وَوَلَّيْتَهُ
 إِلَيْهَا فَوَضِعَتْ عِنْدَهُ ۥ

شرح نوح البلاغہ جدیدی، ج ۱، ص ۱۵۷، طبع بیروت
 بحث الام الی البیتہ

اور حق الیقین میں ملا باقر مجلسی نے بھی عمر فاروق کے ساتھ حضرت فاطمہؑ کا راضی ہونا درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

”... چوں علیؑ وزیر بیعت کردند و این فتنہ فرو نشست ابو بکر آمد و شفاعت کرد و از برائے عمر و فاطمہ از در راضی شد“

”حق الیقین“ ملا باقر مجلسی ص ۱۱۰ طبع قدیم بکھنور

و طبع جدید طهران ص ۱۸۰ بحث بیعت علیؑ جبر و قہر (بود)

حاصل یہ ہے کہ جب علیؑ اور زبیرؓ نے ابو بکر الصدیقؓ سے بیعت کر لی اور یہ فتنہ فرو ہو گیا تو ابو بکرؓ فاطمہؑ کے پاس آئے اور عمرؓ کے لیے سفارش کی تو فاطمہؑ عمرؓ سے راضی ہو گئیں۔

دعوت مصالحت

جب ہمارے بزرگانِ محترم آپس میں رضامند ہو گئے تو ہم ان کے تابعداروں کو بھی باہم شراعتگیری اور فتنہ خیزی کی حرکات ختم کر دینی چاہیں۔ اور آپس میں صلح و آشتی کی فضا سازگار بنانی چاہیے۔

فصل دوم

فصل اول کی طرح اس فصل میں بھی پانچ امور ذکر کرنے کی تجویز ہے۔
 سیدنا عمر فاروق اور سیدنا علی المرتضیٰ کے تعلقات اور روابط کے ایسے یہ چیزیں
 تاریخی شواہد ہیں جو ہم ناظرین بالکین کی خدمت میں کتب روایات اور تاریخی کتب سے فراہم
 کر کے پیش کر رہے ہیں۔ پوری توجہ کے ساتھ ان کو ملاحظہ فرمادیں:

امر اول

— لوگوں میں یہ امر مستحکم ہے کہ دو شخصوں کے درمیان رشتہ داری کا قائم ہونا ایک
 آدمی کا لڑکی کا رشتہ دینا دوسرے شخص کا اس کو قبول کرنا باہم اعتماد اور وثوق کی بنا پر ہوتا
 ہے اور آپس میں رشتہ کر لینے کے بعد یہ برادرانہ رابطہ مضبوط تر ہو جاتا ہے۔
 اس تمدنی و نفسیاتی اصول کے تحت حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب نے حضرت
 علی المرتضیٰ سے ان کی صاحبزادی اُمّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا اور حضرت علیؑ نے بخیر و خوبی اور
 رضامندی سے اپنی عزیزہ کا نکاح کر دیا۔ جبر و اکراہ اور قہر و تشدد کی کوئی صورت نہیں
 پیش آئی۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروق نے ولی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سزا و دعا عالم نبی
 مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بیان کیا جو انہوں نے خود حضور علیہ السلام سے سنا تھا۔
 یعنی فرمان نبوت ہے کہ قیامت کے روز تمام رشتے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے مگر
 صرف میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انتساب کام آئے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری ولی آرزو ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے قبیلے کے ساتھ میری نسبت قائم ہو جائے۔

یہ مسئلہ حدیث، روایات اور تاریخ کی کتابوں میں درج ہے اور محدثین اور مؤرخین نے اس کو درج کیا ہے۔ ان میں سے پہلے چند ایک حوالہ جات قارئین کرام کی تسلی کے لیے یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد علماء انساب و تراجم کی تصریحات ذکر کی جائیں گی جن میں اس نرسۃ کو بالتفصیل وبالوضاحت تحریر کیا گیا ہے۔

کتاب السنن لسعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۶ھ میں مذکور ہے:

عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن عمرو بن الخطاب
 حَظَبَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِيْتَنَهُ أُمَّ كَلْثُومٍ فَقَالَ عَلِيُّ إِنَّمَا حَبَسَتْ
 بِنَاتِي عَلِيَّ بَنِي جَعْفَرٍ فَتَالَ أَلَيْحِنِيهَا فَوَاللَّهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ
 أَرْضَهُ مِنْ حُسَيْنٍ عَشْرَتِهَا مَا أَرْضَتْ فَقَالَ عَلِيُّ قَدْ أَلْحَيْتُهَا
 فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى مَجْلِسِ الْمُهَاجِرِينَ بَيْنَ الْقُبُورِ وَالْمَنَبِرِ وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ
 يَجْلِسُونَ ثُمَّ عَلَى وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْثٍ وَآلُ بَيْرٍ وَعُثْمَانُ وَ
 طَلْحَةُ وَسَعْدٌ فَإِذَا كَانَ الْعَشِيُّ يَأْتِي عُمَرَ الْأَمْرَ مِنَ الْأَفَاقِ زُ
 يَقْفِي فِيهِمْ - جَاءَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ ذَلِكَ وَاسْتَشَارَهُمْ كُلَّهُمْ
 فَقَالَ رِفْوِيُّ قَالُوا بِهَذَا يَا مَيِّمُ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ بِأَيْتَةِ عَلِيِّ بْنِ
 أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ أَلْشَأُ حَيْدِ تَهْدَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ كُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِي وَسَبَبِي
 كُنْتُ مَحَبَّتَهُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ هَذَا لِي الْبَصَاءُ :

کتاب السنن رقم قول ۳۶۴ سعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۶ھ میں

اول از بعد ثالث باب النظر إلى المرأة إذا اراد أن يتزوجها -
 من مطبوعات المجلس العلمي کراچی وڈاؤن لود

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق اپنے والد حضرت محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے علی المرتضیٰ سے ان کی لڑکی اُم کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکیاں اپنے بھائی حضرتؑ کے بیٹوں کے لیے روک رکھی ہیں۔ اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے اس رشتہ کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ آپ مجھ سے نکاح کر دیں۔ میں اس رشتہ کی حسن معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ کوئی اور شخص ملحوظ نہ رکھ سکے گا۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب مہاجرین حضرات کی مجلس میں (جو مسجد نبوی میں ہوا کرتی تھی) تشریف لاتے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ، زبیر، عثمانؓ، طلحہؓ، سعدؓ، علیؓ۔ یہ سب حضرات وہاں بیٹھتے تھے۔

جب حضرت عمرؓ کے پاس اطرافِ عالم سے کوئی معاملہ آیا کرتا اور اس کے متعلق فیصلہ کرنا ہوتا تو اس کے لیے ان حضرات کو اطلاع کرتے اور ان سب سے مشورہ لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے مبارک باد دیجیے۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کی؟ عمر بن الخطاب نے کہا کہ علی بن ابی طالب کی لڑکی اُم کلثوم سے میرا نکاح ہوا ہے۔ پھر ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی کہ:-

”آپ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا مگر ایک میرا نسب اور انتساب فائدہ مند ہوگا۔“

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصاحب

ہم نشین تو رہا ہوں اور میں پسند کرتا تھا کہ نسب تعلق بھی قائم ہو جائے تو وہ اب حاصل ہو گیا ہے“

(۲)۔ اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۵۰۴ھ نے ”المستدرک“ جلد ثالث باب فضائل علی میں یہ مسئلہ بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:-

..... عن جعفر بن محمد عن ابيه عن علي بن الحسين ان
عمر بن الخطاب خطب الى علي ام كلثوم فقال انكيتها فقال علي
اتي ارضدھا لابن اخی عبد الله بن جعفر فقال عمر انكيتها بافوالله
ما من الناس احد يبصد من امرها ما ارضدك فانكته علي فاتي
عمر المصبا جري فقال الا تهتوني فقالوا ايمن يا امير
المؤمنين؟ فقال يا ام كلثوم بنت علي وابنته فاطمة بنت رسول
الله صلى الله عليه وسلم اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول كل نسب وسبب ينقطع يوم القيامة الا ما كان من سببي و
نسبي فاحببت ان يكون بيني وبين رسول الله صلى الله عليه
وسلم نسب وسبب“ هذا حديث صحيح الاسناد ولم يجزجاك-

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۴۶، باب فضائل علی)

» یعنی امام زین العابدین زعلی بن الحسین کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت علی سے ان کی لڑکی ام کلثوم کا نکاح طلب کیا۔ علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے برادر زادہ عبداللہ بن جعفر کے لیے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے تو حضرت عمر نے کہا آپ مجھے نکاح کر دیں اللہ کی قسم میں اس کی ایسی نگاہ داشت کر فل گا کہ جس طرح کوئی دوسرا حفاظت نہ رکھ سکے گا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے ام کلثوم کا نکاح کر دیا۔

اس کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ مہاجرین کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی مبارک باد پیش کریں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی المرتضیٰ اور فاطمہؓ کی بیٹی اُم کلثوم کے ساتھ نکاح کی مسرت میں مبارک دیجیے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہونگے مگر میرے ساتھ نسب کا تعلق ختم نہیں ہوگا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پسند کیا حضور علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ میرا نسب تعلق قائم ہو جاتے۔

(۳)۔ علامہ علی متقی ہندی نے کنز العمال جلد سابع میں اُم کلثوم کے نکاح کا مسئلہ بعنوان ذیل نقل کیا ہے:

عن ابی جعفران عمر بن الخطاب خلیب ابی علی بن ابی طالب
 ابنتہ ام کلثوم فقال علیؑ اذما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال عمر
 انحببنا یا علیؑ فواللہ ما علی ظہر الزہری رجل یرسد من حسن
 صحابہا ما ارسد فقال علیؑ قد فعلت فجاء عمر الی مجلس
 المهاجرین بین القبور لمنبر وکانوا یجلسون علی و عثمان و
 الزبیر وطلحة و عبد الرحمن بن عوف فاذا کان الشی یالی
 عمر بن الخطاب من الرقاق جاءهم فاخبرهم بذلك
 فاستشارهم فجاہ عمر فقال زفونی وقالوا بئس؟ یا
 امیر المؤمنین قال یا بنتہ علی بن ابی طالب ثم انشأ یخبرهم
 فقال ان انبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل سبب و نسب
 منقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی و سنت قد صحبتہ

فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ هَذَا أَيْضًا

رکنز العمال، ج ۷، ص ۹۸، روایت ۸۲۵ - طبع قدیم درجوالہ

ابن سعد و ابن راہویہ مختصراً رواہ ۴ تمامہ

(۲) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۷۳ ج ۹ تحت فضل اہل البیت

روایت ہذا کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے ان کی دختر اُم کلثوم کا رشتہ طلب کیا حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے برادرِ جعفر کے لڑکوں کے لیے اپنی بیٹیوں کے رشتے روک رکھے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کر دیں۔ بخدا حسن معاشرت کے اعتبار سے جتنی میں اس کی نگہداشت و حفاظت کروں گا اتنی کوئی اور شخص نہ کر سکے گا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ نکاح کر دیا۔

حضرت عمرؓ اس کے بعد مہاجرین کی مجلس میں تشریف لائے جو قبرِ شریف اور منبرِ نبوی کے درمیان منعقد ہوتی تھی وہاں علی المرتضیٰؑ، عثمان بن عفان، طلحہؓ و زبیرؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ تشریف رکھا کرتے تھے۔ جب اطراف سے کوئی معاملہ حضرت عمرؓ کے ہاں پیش ہوتا تو ان حضرات کو اس کی اطلاع کی جاتی اور اس بارہ میں مشورہ طلب کیا جاتا تھا۔

نکاح ہذا کے بعد اہل مجلس کے پاس حضرت عمرؓ تشریف لائے فرماتے تھے کہ مجھے مبارک باد دیجیے۔ مذکورہ حضرات نے کہا کہ کس چیز کی مبارک باد؟ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی بن ابی طالبؓ کی دختر اُم کلثوم کے ساتھ میرے نکاح کی۔ پھر ان کو بتلایا کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے تسلیم کیا تھا کہ قیامت کے دن ہر نسب و سبب منقطع ہو گا مگر میرا نسب اور انساب قائم رہے گا۔

ہم شیعہ اور زہدست میں رہنے کا ثمر تو جیسے حاصل تھا، میں نے

خواہش کی ہے کہ نبی کریمؐ کے خاندان سے نسبی تعلق بھی قائم ہو جائے۔“
 ناظرین کرام پر واضح رہے کہ یہ حدیث جس کو حضرت عمرؓ اس موقع پر بیان کر رہے ہیں
 اس کو شیخہ علماء نے حضرت علیؓ سے منقول بتلایا ہے۔ تسلی کے لیے ملاحظہ ہو کتاب النصال
 لابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ تحت عنوان احتجاج امیر المؤمنین علیہ السلام یوم النشور،
 ص ۱۲۳۔ مطبوعہ ایران طبع قدیم سن طباعت ۱۳۲۸ھ۔

ایک ذخیرہ روایات میں سے چند روایات اس مسئلہ کے اثبات کی خاطر ذکر کرنی کافی
 خیال کی گئی ہیں۔ یہ امام باقرؓ و امام زین العابدینؓ سے مروی ہیں۔

— مندرجاتِ ہذا میں غور کرنے سے ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ مذکورہ تمام
 حضرات کے درمیان اتحاد و اخلاص ہمیشہ قائم تھا۔ ایک دوسرے سے کوئی عناد نہیں رکھتے
 تھے جو معاملہ پیش آتا اس کے متعلق غور و غوض کے لیے مشورہ ہوتا تھا۔ یہ ان کے باہمی اتفاق
 کی تین دلیل ہے۔

— دوسرا یہ کہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے تھیں ان کا نکاح
 حضرت علیؓ المرتضیٰ نے نجوشی و رضا حضرت امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب سے کر دیا اور حضرت
 عمرؓ نے اس نکاح کو سعادت مندی تصور کرتے ہوئے عقیدت مندی کے ساتھ قبول فرمایا۔
 یہ رشتہ ان دونوں حضرات کے باہمی حسن تعلقات کی بڑی مضبوط دلیل ہے اور رَحْمَاءُ
 بِنِہِمٌ (فرمانِ خداوندی) کے لیے واضح نشان ہے۔ اور ایسے دلائل واضح کو نہ تسلیم کرنا
 اور پھر بھی ان حضرات کی باہم دشمنی و عداوت کا تصور قائم رکھنا عدل و انصاف کے خلاف
 ہے اور قرآن مجید و حدیث و تاریخ کو پس پشت ڈال دینے کے مترادف ہے۔

رفعِ اشتباہ

لہ (ماشیہ)

عام قارئین کرام کی خدمت میں با ادب عرض ہے کہ یہ رفعِ اشتباہ خاص علمی نوعیت کا ہے

(حاشیہ)

۴۔ عبارات کا ترجمہ بھی مصلحتاً پیش نہ ہو سکے گا۔ رنجیدگی نہ فرمادیں اور کبیرہ خاطر نہ ہوں۔

— محمد باقرؒ کی طرف منسوب شدہ بعض روایات میں ایک واقعہ (ذوہاب اُم کلثوم بہ بیت عمر بن الخطابؓ) نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے حضرت فاروق اعظمؓ پر طعن قائم کرنے والے بزرگ مزید ایک طعن کا اضافہ کرتے ہیں (اگرچہ ساتھ ہی حضرت علیؓ اور معصومہؓ کی عزت و ذوق مجروح ہو جائے) اس چیز کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور باطنی بغض و کینہ کا اظہار کرتے ہوئے قبیح عبارات کی شکل میں اس کو پھیلاتے ہیں۔

اس کے متعلق چند توضیحات مفیدہ عرض خدمت ہیں:-

(۱) — اولاً تحریر ہے کہ محدثین میں یہ امر متداول ہے کہ ایک واقعہ کو متعدد روایات سے ملاحظہ کرنے کے بعد اصل حقیقت پر اطلاع یاب ہوتے ہیں۔ اس طریق سے اصل چیز کا تشبیب و فراز نقص و از دیار عیاں ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مسئلہ ہذا میں یہ صورت اختیار کرنے سے واضح ہوا ہے کہ من جانب الروایۃ یہاں ادراج فی الروایۃ پایا گیا ہے۔ اس کے لیے قرینہ درکار ہو تو قطعات ابن سعد کی روایت اُم کلثوم بنت علیؓ کے تذکرہ میں موجود ہے اس کی جانب مراجعت کی جا سکتی ہے۔ جس کا ضروری حصہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ واقعہ کی اصیبت اس سے خوب واضح ہے۔ تذکرہ اُم کلثوم بنت علیؓ میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ:

..... فامر بها علیٰ فصّعت ثمرًا مری برد فطواک و قال

انطلقی بهذا الی امیر المؤمنین فتولی ارسلی الی یقوٰک السلام
ولیقول ان رضیت البرد فامسکہ وان سخطہ فردّک فلما انت عمر
قال باریک و فی امیک قدر ضینا قال فرجعت الی ایہا فقالت ما
نشد البرد ولا نظرت الی فزوجها ایاک فولدت لہ غلامًا یقال

(حقیقہ حاشیہ)

کہ زیند - و طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۴۰، مذکورہ آئمہ کلموم بنت علیؑ

طبع لیدن یورپ - ابن سعد المتوفی ۲۴۰ھ

اس روایت کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اصل چیز اتنی ہی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے۔ اور اس واقعہ کو منکر الفاظ و قبیح عبارات کی صورت میں جہاں کسی نے ذکر کیا ہے وہ مدح سن المراد ہے۔

(۲) تا زیادہ عرض ہے کہ اس واقعہ کی بیان کنندہ روایات جن میں قبیح تعبیر پائی جاتی ہے، یہ اسناداً منقطع و متناثر روایات ہیں اور امام محمد باقر کی طرف منسوب ہیں اور جو روایات مندرجہ بالا اصل مسئلہ ہذا کے اثبات کے لیے ہم نے پیش کی ہیں وہ بھی امام محمد باقر سے ہی مروی ہیں اور ان میں منکر الفاظ اور قبیح عنوان بالکل نہیں تو اس صورت میں یہاں وہ ضابطہ محفوظ رکھنا ہوگا جو علماء کبار نے ایسے مواقع کے لیے درج کیا ہے۔

ابن حجر مکی البیہقی نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۲۸ تحت الحجیۃ الأولى باب الاوائل فی الکبائر اطنہ میں ذکر کیا ہے اور اسی قاعدہ کو علامہ ابن عابدین الشافعی نے بھی رد المحتار حاشیہ در المختار، جلد ثالث ص ۴۴، باب المریدین نقل کیا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ

وذاختلف کلام الامام فیؤمنذ بما یوافق الادلۃ الظاہرۃ

و یرض عما خالفہا

یعنی جب کسی امام کے بیان میں اختلاف پایا جائے تو جو امر ان بزرگوں

کی امانت، دیانت و تقویٰ کے مداہم و مناسب ہوگا وہ قابل تسلیم ہوگا اور جو اس

کے معارض ہوگا وہ الاثنی اعراض و اغراض ہوگا۔

مثلاً، معروض ہے کہ علیؑ نے اصل حدیث، چھوٹی قسم متقابل و متعارض روایات کے وقوع

ایک ضابطہ بیان کیا کرتے ہیں کہ جو روایت عقل اور عادت کے موافق پائی جاتے وہ لائق قبول ہوتی ہے اور جو عقل اور عادت کے برعکس ہو وہ قابل اعتناء نہیں ہوتی ذیل کی عبارات اس کے لیے ملاحظہ فرمادیں۔ ابن عراق کنانی نے کتاب تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ میں روایت کے بے اصل ہونے کے قرائن میں درج کیا ہے فرماتے ہیں:

«ومنها قریۃ فی المروئی کخالفته لمقتضی العقل بحیث لا یقبل التأویل ویلتحق بہ ما یدفعہ الحس والمشاهدة او العادة وکمنافاته لدلالة الکتاب القطعیۃ او السنۃ المتواترة او الاجماع القطعی»

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لعلی بن محمد بن عراق الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ، ص ۶، طبع مصری)

(۴) راجعاً مذکور ہے کہ امام باقرؑ کی طرف منسوب شدہ یہ روایات ہیں جن میں منکر الفاظ پائے جاتے ہیں اور شیعہ مجتہدین نے معتبر و مستند روایات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ امام محمد باقرؑ کی روایات میں تدیس و تخیل ہو چکی ہے جو چیزیں امام باقرؑ نے نہیں بیان کی تھیں وہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور ناگفتہ چیسروں کا ان پر اقرار کیا گیا ہے۔ رجال کشی اور اتقانی میں ہے:-

عن الصادق علیہ السلام ان کل رجل منا رجل یکذب علیہ
وعنه ان المغیوۃ بن سعید دس فی کتب اصحاب ابی ا حادیت
له عیڈت بها ابی فاتقہ الله ولا تقبلوا علینا ما خالف قول
ربنا و سنۃ نبینا (۱) رجال کشی ص ۱۴۶، طبع بمبئی مذکرہ مفیہ، ص ۱۹۵
طبع جدید طهران)۔

(۲) تنقیح احوال عبداللہ الماتقانی کس المقام الثالث من القدر

(بقیہ حاشیہ) ایک فہمیدہ شخص اور غیر جانبدار آدمی غور کر سکتا ہے کہ یہ اندرونِ خانہ واقعہ کی اطلاع بیرونِ خانہ کس طرح افشاء ہوئی؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں عزیزہ معصومہ ام کلثوم کی ہمیں کے ذریعہ یا امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کے انباء و اخبار کے طریقہ سے۔ یہ دونوں صورتیں فہم و قیاس اور عادت کے خلاف ہیں۔ لہذا قیاس و عادت کے متضاد ہونے کی بنا پر بھی یہ روایت بے اصل ثابت ہوگی اور قابلِ رد ہوگی۔

كَمْ مِّنْ نَّسْتَةٍ اُخْتَرَعُوْهَا وَكَمْ مِّنْ رَّافِعَةٍ نَّسَبُوْهَا اِلَيْهِ وَاِنَّهٗ
 يَرٰوِي مِنْهَا - وَالْقُرٰنُ يَشْهَدُ بِدِيْنِهِمْ وَاِنْتَصَحُوا بِصَلٰحِهِمْ -
 وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمٰتًا اَلْتَقَوٰى وَاَكٰثُرًا اَحَقُّ بِهَا وَاَهْلِبَهَا وَاَنَّ
 اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورة الفتح)

(۵)۔ خامساً علی سبیل التشریح لکھا جاتا ہے اگر بالفرض و التقدير بنا برزعم طاعنین اس قصہ کو کوئی شخص تسلیم بھی کر لے تو وہ الزام کہہ سکتا ہے کہ:

ع این گناہیست کہ در شہر شمانیز کنند

یعنی اس قسم کے امر کا سرزد ہونا تو جناب مستطاب علی الرضیٰ کی ذاتِ گرامی سے آپ کی کتابوں میں آپ کے علم ہونے باسند ذکر کیا ہے۔ شیعی دنیا کے مشہور عالم اچھے تصنیف قرب الاسناد میں اپنی سند سے لکھتے ہیں کہ:

... عن جعفر عن ابيه عليه السلام عن علي عليه السلام
 اِنَّهٗ كَانَ اِذَا اَدَا اَنْ يَّتَنَاعَ الْجَارِيَةَ يَكْتُمُ عَنْ سَاقِصَا
 فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا؟

کتاب قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الجعفی، ص ۹۴ و ۹۵ تحت
 مروایات الحسین بن علوان طبع لہران

(بقیہ: حاشیہ)

دوستوں کو اختیار ہے جو چاہیں جواب مرتب فرماتے رہیں۔ ہمارے نزدیک نہ یہ چیز صحیح ہے نہ وہ واقعہ صحیح ہے۔ ان حضرات کے مدد و تقویٰ کی بے داغ چادر کو داغدار کرنے کی یہ سب تجویزیں ہیں۔ "حَدِّ مَا صَفَا وَ دَعَّ مَا كَدَّرَ" پر عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ (منہ)

اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا رشتہ فاروق اعظم کے ساتھ علماء انساب تراجم کی نظروں میں

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ علم انساب فن تاریخ کا ایک مستقل شعبہ ہے اور انساب کی کتب علمائے فن نے الگ تدوین کی ہیں۔ ان میں خاندانوں کے نسب اور شجرے و دیگر متعلقہ کوائف ذکر کیے جاتے ہیں۔ ایک خاندان کی رشتہ داریاں جو دوسرے خاندان سے ہوں وہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

اور یہ بھی مسلم امر ہے کہ علم انساب کی کتابیں مذہبی عقائد کی بنا پر یا مذہبی رجحانات کے تحت نہیں تحریر کی جاتی بلکہ صرف قوموں کے تاریخی وقائع و احوال کے پیش نظر بھی جاتی ہیں لہذا اگر ایک واقعہ کو اور خاندانی رشتہ کو یہ تمام مشہور مشہور لوگ ذکر کرتے ہیں تو وہ واقعہ ایک حقیقت ہے جو اس دور میں گزری ہے۔ فرضی افسانہ یا خود ساختہ قصہ نہیں۔

لہذا ہم چاہتے ہیں کہ حضرت علی کی صاحبزادی اُمّ کلثوم کے نکاح کا واقعہ علماء انساب کے بیانات کی روشنی میں اور ان کی عبارات کی شکل میں بغیر کسی تبصرہ اور تشریح کے پیش

کر دیں۔ تاکہ عام و خاص تمام لوگوں کو اس رشتہ کے صحیح اور درست ہونے کی تصدیق ہو جائے اور کسی اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔

اب ایک خاص ترتیب کے تحت کتبِ انساب سے ہم اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔ سر درست علمِ انساب کی پانچ عدد کتب سے یہ رشتہ نقل کیا جاتا ہے۔

(اول)

کتاب "نسب قریش" (لابی عبداللہ الصعب بن عبداللہ الزہیری المتوفی ۲۲۱ھ) میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے شمار کے تحت لکھا ہے کہ

(۱) - وَ زَيْنَبُ ابْنَةُ عَلِيٍّ الْكَبْرَى وَ لَدَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ -

(۲) - وَأُمُّ كَلْبَشُومَ الْكَبْرَى وَ لَدَتْ لِعَبَّاسِ بْنِ الْحَطَّابِ وَأُمِّهِمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "

کتاب "نسب قریش" ص ۱۸۸ تحت ولد علی بن ابی طالب - طبع مصر -

یعنی حضرت علی کی لڑکی زینب کبریٰ کے لطن سے عبداللہ بن جعفر کی اولاد ہوئی اور ام کلثوم کبریٰ کے لطن سے حضرت عمر بن الخطاب کا بیچہ تولد ہوا۔ ان ہر دو کی ماں سیدہ فاطمہ حضور نبی کریم صعم کی صاحبزادی تھیں۔

(دوم)

کتاب الحجیر (لابی جعفر محمد بن عبید بن امیہ بن عمرو الباشمی البغدادی المتوفی ۲۳۵ھ) میں یہ رشتہ مندرجہ ذیل عبارات میں منقول ہے۔

اصہار علی بن ابی طالب کے تحت نمبر دوم پر درج ہے کہ:

— وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَتْ عِنْدَهُ أُمُّ كَلثُومٍ بِنْتُ
عَلِيٍّ ثُمَّ خَلَفَتْ عَلَيْهَا عَوْنٌ ثُمَّ مُحَمَّدٌ ثُمَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي
طَالِبٍ ۚ (۱) کتاب الحجر، ص ۵۶، تحت اصهار علی، طبع دکن،
(۲) کتاب الحجر، ص ۴۲، طبع حیدرآباد دکن۔

”یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ کے جہاں داماد شمار کیے ہیں وہاں نمبر دوم پرچہ
بن الخطاب کو شمار کیا ہے لکھا ہے کہ ان کے نکاح میں ام کلثوم بنت علی تھیں
اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔ اس کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں
آئیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔“

— حضرت عمر بن الخطابؓ کے اصهار کے تحت تیسرے نمبر پر لکھا ہے کہ:
” اِبْرَاهِيمُ بْنُ نَعِيمٍ النَّخَامِ الْعَدَوِيُّ كَانَتْ عِنْدَهُ رُقَيْبَةُ بِنْتُ
عُمَرَ أُمًّا لِمَا أُمُّ كَلثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ ۚ“

”یعنی حضرت عمرؓ کے دامادوں کا شمار کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر ذکر
کیا ہے کہ ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں رقیبہ بنت عمر بن الخطاب تھیں اور
اس کی ماں ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھیں۔“

(۳) کتاب الحجر، ص ۵۴، ۱۰، تحت اصهار عمرؓ،
طبع حیدرآباد دکن)

(سوم)

کتاب المعارف، لاین قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۷۶ھ را ابو محمد بن عبد اللہ بن مسلم
بن قتیبہ دینوری، میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی صاحبزادیوں کی تعداد کے تحت مذکور ہے کہ:
(۱)۔ وَأَمَّا أُمُّ كَلثُومٍ الْكَلْبَرِيَّةُ وَهِيَ بِنْتُ فَاطِمَةَ فَكَانَتْ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

وَلَدَتْ لَهُ وَوَلَدًا قَدْ ذُكِرْنَا هُمْ

یعنی حضرت علیؑ کی لڑکی اُمّ کلثومؓ کبریٰ، یہ حضرت فاطمہؑ کی لڑکی تھی عمر بن الخطابؓ کے نکاح میں تھی۔ عمر بن الخطابؓ کی اس سے اولاد بھی ہوئی، اس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

«المعارف» لابن قتیبة دینوری، ص ۹۲ - طبع مصر۔

تحت عنوان بنات علی المرتضیٰ

(۲) - اور حضرت عمرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں بھی تحریر کیا ہے کہ:

«..... فاطمة وزبيدة وأمهاتهما أم كلثوم بنت علي بن أبي طالب

من فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم»

«یعنی حضرت عمرؓ کی اولاد میں فاطمہ اور زبیدہ ہیں۔ ان دونوں کی ماں حضرت علیؑ

کی لڑکی اُمّ کلثومؓ ہیں جو فاطمہؑ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔»

«المعارف» لابن قتیبة ص ۷۹-۸۰ - طبع مصر

تحت اولاد عمر بن الخطاب

— یاد رہے کہ ابن قتیبة نے یہاں لکھا ہے کہ اس فاطمہ بنت عمر کو رقیہ بنت عمر بھی کہا

گیا ہے۔ فاحفظہ۔

(چہارم)

کتاب «النساب الاشراف» (لاحسن بنیحی البلاذری المتوفی ۲۶۹ھ) میں درج ہے کہ

«..... و ابراهيم بن عقيم النخاس بن عبد الله العدي.....

... كانت عنده رقية بنت عمرو اخت حفصة لابنها وأمهاتهما أم

كلثوم بنت علي»

» یعنی ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں حضرت عمر کی لڑکی رقیبہ تھیں جو حضرت
 اُمّ المؤمنین حفصہ کی بہن ہیں اور ان کی ماں ام کلثوم دختر علی ہیں۔

(۱) کتاب النساب الاثرات (البلاذری) ص ۴۲۶

جلد اول، طبع مصر، طبع جدید (سن طباعت ہذا ۱۹۵۹ء)

۲) کتاب الثقات لابن حبان، ص ۱۴۲، ج ۲ تحت بنات رسول اللہ

علیہ وسلم

(پیغمبر)

کتاب جمہرۃ النساب لابن خزم (ابی محمد علی بن احمد بن سعید بن خزم الاندلسی المتوفی ۳۵۶ھ)
 میں حضرت علیؑ کی اولاد کے تحت لکھا ہے کہ :-

« وَتَزَوَّجَ أُمُّ كَلثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ الْمُتَضَيِّ بِنْتُ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْدًا لَمْ يُعَيَّنْ
 وَرُقَيْبَةً ثُمَّ خَلَعَتْ عَلَيْهَا بَعْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَوْنُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي
 طَالِبٍ ثُمَّ خَلَعَتْ عَلَيْهَا بَعْدَهُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ خَلَعَتْ
 عَلَيْهَا بَعْدَهُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بَعْدَ طَلَّاقِهَا لِأَخْتِهَا زَيْنَبَ»
 دجمہرۃ نساب العرب لابن خزم ص ۳۶-۳۸ تحت اولاد

علیؑ - طبع مصری - جدید طبع

» مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی صاحبزادی
 اُمّ کلثوم دختر علی المتضی کے ساتھ حضرت عمر فاروق نے نکاح کیا پس حضرت
 عمرؓ کی ان سے اولاد ہوئی، ایک لڑکا زید ہوا جن کی نسل آگے نہیں چلی، اور لڑکی
 رقیبہ ہوئی پھر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اُمّ کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے
 ہوا۔ پھر عون کے بعد محمد بن جعفر سے ہوا۔ پھر محمد کے بعد ان کے بھائی عبد اللہ بن

جغفر سے ہوا جبکہ عبداللہ نے ان کی بہن زینب کو طلاق دے دی تھی۔“

”امرنانی“

مشمول برچند فوائد

امرا اول میں ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کے نکاح کا مسئلہ اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے اور ائمہ کرام کی مرویات سے نکھا گیا ہے اور اس پر صرف چند روایات پیش کی گئی ہیں ورنہ مسئلہ ہذا کے اثبات کے لیے باندحوالہ جات کا ایک ذخیرہ موجود ہے ان میں بخاری شریف کتاب الجہاد، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزوہ کا حوالہ بھی داخل ہے۔ اور ساتھ ہی علماء انساب کی طرف سے بھی اس رشتہ کی ترقیاتی درج کر دی ہیں تاکہ اس مسئلہ کا تاریخی پہلو بھی مضبوط طریقہ سے سامنے آجائے۔

اب امرنانی میں چند دیگر ضروری فوائد تحریر کیے جاتے ہیں جو قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کا کام دیں گے اور اطمینان قلبی کے لیے افادہ کا باعث بنیں گے۔

فائدہ اولیٰ

فائدہ ہذا میں حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ام کلثوم رحمہما حضرت فاطمہ الزہراء کے بطن مبارک سے متولد تھیں کے ساتھ شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے درج کیا جاتے گا۔

اس طریقہ سے شیعہ ناظرین کرام کے لیے بھی اس مسئلہ میں اطمینان کا سامان ہو سکے گا جیسا کہ سابقاً امرا اول میں اہل سنت کے لیے تسکین کی صورت کر دی گئی ہے۔

شیعہ احباب کے نزدیک چار کتب (جن کو ”اصول اربعہ“ کے نام سے یاد کرتے ہیں) تمام کتب سے زیادہ معتبر و معتبر و مستند یقین کی جاتی ہیں۔

ٹے، ان کو کہا کہ کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو عمر بن الخطاب نے کہا کہ میں نے تیرے بھتیجے سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا ہے، اس نے میری بات کو لوٹا دیا اور رد کر دیا ہے۔
 خیردار بطورِ قسم کہتا ہوں کہ ماہِ زفرم کا عہدہ تم سے لے لوں گا۔
 تمہاری ہر عزت و احترام کو گرا دوں گا اور چوری پر دو گواہ قائم کر کے ان کے ہاتھوں کو کٹوا دوں گا پھر عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آتے ان کو تمام ماجرا بیان کیا اور حضرت علیؓ کو کہا کہ اس عزیز کے نکاح کی اجازت کا معاملہ آپ میرے سپرد کریں پس حضرت علیؓ نے یہ کام حضرت عباسؓ کے عہدہ کر دیا۔
 (تاکہ وہ سرا انجام دے دیں)

۱۔ (فروع کافی، ج ۲، ص ۱۴۱۔ طبع نول کشور کھنڈ کتاب النکاح باب تزویج اتم کلثوم)
 ۲۔ الجعفریات والاستغیثات مع قرب الاسناد للحمیری ص ۱۰۹۔ طبع تہران

(۲)

۲۔ الکافی کی روایت دوم

”..... حَمَّادٌ عَنْ زُرَّادَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي تَزْوِيجِ أُمِّ كَلْثُومٍ فَقَالَ إِنَّ ذَلِكَ كَلْبٌ.....“

(خیال یہ ہے کہ روایت بُدَا کا ترجمہ نہ دیا جائے، صرف عربی عبارت کافی ہے)

”امام جعفر صادقؑ نے (جبکہ تزویج اتم کلثوم بنت علیؓ کے متعلق کلام

ہوتی) تو کہا کہ.....“

“

فروع کافی، ج ۲، ص ۱۴۱، کتاب النکاح، باب

تزویج اتم کلثوم۔ طبع نول کشور کھنڈ

(۳)

۳۔ الکافی کی روایت سوم

”... عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانَ وَمَعَاذِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ الَّتِي الْمُتَوَقَّى عَنْهَا زَوْجَهَا تَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا؟ أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ، إِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ لَمَّا تَوَقَّى عُمَرَ آتَى أُمَّ كَلْثُومٍ فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهَا“

ذریعہ کافی، جلد ثانی، ص ۳۱۱، باب المتوقی
عنها زوجها۔ طبع نول کشور کھنور

(۴)

۴۔ الکافی کی روایت چہارم

”عن سليمان بن خالد قال سألت أبا عبد الله عليه السلام عن امرأةٍ تُوَقَّى عنها زوجها أين تعتدُّ؟ في بيت زوجها أو حيث شاءت؟ قال بل حيث شاءت. ثم قال إن علياً صلوات الله عليه لما مات عمراً آتَى أُمَّ كَلْثُومٍ فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهَا“

ذریعہ کافی، ج ۲، ص ۳۱۱۔ باب المتوقی عنها زوجها
المدخل بہا این نقد و ما یجب علیہا طبع نول کشور کھنور

کافی کی تیسری و چوتھی روایت کا حاصل یہ ہے کہ :

”روایت کرنے والا امام جعفر صادقؑ سے مسئلہ دریافت کرتا ہے کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عورت عدت کے ایام کہاں گزارے؟ عدت شدہ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے تو امام

علیہ السلام نے جواب دیا کہ جہاں پاس ہے عدت گزار سکتی ہے دعاوند متوفی کے گھر میں مقیم رہنا ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ عمر بن الخطاب جب فوت ہو گئے تو حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی دختر ام کلثوم کے پاس تشریف لائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔“

(۵)

(۱)۔ «الاستبصار» کی روایت اول

« عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجَهَا تَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا تَوَفَّى عُمَرَ أَيْ أُمَّ كَلْبُومٍ فَأُطْلِقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ »

(الاستبصار، جز ثمان، ابواب العدة، ص ۱۸۵)

مطبع جعفریہ - نخاس جدید بکھنڈ - طبع قدیم

(۶)

(۲)۔ «الاستبصار» کی دوسری روایت

« عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ امْرَأَةِ تَوَفَّى عَنْهَا زَوْجَهَا إِنْ تَعْتَدُّ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ أَيْ أُمَّ كَلْبُومٍ فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَأُطْلِقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ »

(الاستبصار، جز ثمان، ص ۱۸۶، ابواب العدة)

مطبع جعفریہ - نخاس جدید بکھنڈ - طبع قدیم

استبصار کی ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے ان کے شاگردوں (عبداللہ بن سنان - مغاویر بن عمار - سلیمان بن خالد) نے فریاد کیا کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جاتے تو وہ بیوہ عورت عدت کے ایام کہاں گزارے؟ متوفی خاوند کے گھر میں یا کسی اور جگہ مقیم رہے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے اس لیے کہ جس وقت عمر بن الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ اپنی لڑکی ام کلثوم کے پاس تشریف لاتے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے گھر لے گئے۔“

(۷)

(۱)۔ ”تہذیب الاحکام“ کی پہلی روایت

• «عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن المرأة المتوفی عنہا زوجها تعتد فی بیئہا او حیث شاءت؟ قال بل حیث شاءت ان علیا لکما توفی عمراتی ام کلثوم فانطلقت بہا الی بیئہ»

(تہذیب الاحکام، ص ۲۳۸۔ کتاب الطلاق باب عدت النساء)
طبع ایرانی قدیم دس طباعت ہذا ۱۳۱۶ھ

(۸)

(۲) تہذیب الاحکام کی دوسری روایت

• «... سألت اباعبد اللہ علیہ السلام عن امرأة توفی عنہا زوجها ابن تعتد فی بیئہا او حیث شاءت؟ قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا لکما توفی عمراتی ام کلثوم فخذ

بَيِّدَهَا فَانطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ ۝

”تہذیب الاحکام“، ص ۲۳۸۔ کتاب الطلاق، باب
 عِدَّةُ النِّسَاءِ طَبِيعِ قَدِيمِ اِيرَانِي (سن طباعت ۱۳۱۶ھ)
 ”تہذیب“ کی ان ہر دو روایات کا مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق
 علیہ السلام سے ان کے شاگردوں نے مسئلہ عدت دریافت کیا کہ جس بیاہ
 شدہ عورت کا زوج فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے؟ شوہر کے گھر
 یا کسی دوسری جگہ؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس جگہ چاہے عدت گزار
 سکتی ہے پھر فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ نے الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ
 اپنی دختر اُم کلثوم کے ہاں نشرفیت لائے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دو لنگدہ
 کی طرف لے گئے“

(۹)

(۳) تہذیب الاحکام کی تیسری روایت

”..... عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا تَتُّ أُمَّ كَلثُومٍ بِنْتُ
 عَلِيٍّ وَابْنَتَا زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْخَطَّابِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ لَا يُدْرِي أَيُّهُمَا
 هَذِكُ قِيلَ فَلَمْ يُورَثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخِرِ وَصَلَّى عَلَيْهِمَا جَمِيعًا۔
 (تہذیب الاحکام آخری جلد، کتاب المیراث

ص ۳۸۰۔ طبع قدیم ايراني۔ باب میراث الغرق

والمهدوم علیہم فی وقت واحد۔)

تہذیب کی اس تیسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ امام جعفر صادقؓ نے
 امام محمد باقرؓ سے نقل کیا ہے کہ جب علی المرتضیٰ کی دختر اُم کلثوم اور ان کے
 لڑکے زید و لد عمرؓ نے الخطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور یہ پتہ

نہ چل سکا کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہوا ہے تو اس صورت میں ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جاسکا۔ اور ان دونوں پر نماز جنازہ ایک ہی وقت میں کی جاوے گی گنتی۔“

”اصول اربعہ“ کی ان ہر سہ کتب کی باسند نو عدد مرویات کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشیاء ثابت ہیں:

- (۱) - اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ حضرت عمر فاروق کے نکاح میں تھیں۔
- (۲) - حضرت علیؑ نے حضرت عباسؑ کی وساطت سے یہ نکاح کر دیا تھا۔
- (۳) - اُمّ کلثوم سے حضرت عمر فاروق کی اولاد بھی ہوئی۔
- (۴) - جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ اپنی عزیزہ اُمّ کلثوم کو عدت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے گئے۔

(۵) - جس روز اُمّ کلثوم کا انتقال ہوا اسی روز ان کے لڑکے زید بن عمر بن الخطاب کا بھی انتقال ہوا اور ماں بیٹے کا جنازہ بے یک وقت اٹھایا گیا اور کجا پڑھا گیا۔ اس کے بعد شیعہ حضرات کے باقی اکابر علماء و مجتہدین کی معتبر تصانیف سے اس مسئلہ کا ثبوت پیش خدمت کیا جاتا ہے۔

ہر دور کے شیعہ علماء نے اس نکاح کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ تاویل ذکر کر دی ہے کہ یہ رشتہ مجبوراً منغلوباً ہوا۔

اب ذیل میں چوتھی صدی کے مشہور عالم و مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، المتوفی ۱۱۰۴ھ کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں۔ شیعہ علماء کے نزدیک سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متقدمین و متأخرین علماء کے مابین حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ان کے بیانات ملاحظہ فرمادیں:-

(۱۰)

(۱) - کتاب "الثانی" جو قاضی عبدالجبار کی کتاب "المغنی" کے جواب میں تصنیف کی گئی تھی، میں سید رضی علم الہدیٰ لکھتے ہیں :-

”فاما تزويجه بنته فلم تكن ذالك عن اختيارها الخلاق بينه مشهور فان الرواية وردت بان عمر بن الخطاب خطب الى امير المؤمنين فذاعه وما طله فاستدعى عمر العباس فقال مالي ابي باس ؟ فقال ما حملك على هذا الكلام فقال خطبت الى ابن اخيك فمتعني
... فقال العباس رد امرها الى ففعل فروجه العباس اياها الخ“

دکتاب "الثانی" ص ۱۱۶ - بیع تھنیں الثانی، قدیم
طبع ایرانی، سن طباعت ۱۳۰۱ھ

ماصل یہ ہے کہ عمر بن الخطاب نے حضرت علیؑ سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا حضرت علیؑ نے مال دیا اور ڈھیل کی تو عمر بن الخطاب نے عباس بن المطلب سے کہا کہ مجھ میں کیا عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ عمر نے کہا کہ میں نے تمہارے بھتیجے سے نکاح طلب کیا ہے اس نے مجھے منع کر دیا ہے (آخر کار) عباس نے علی بن ابی طالب سے کہا کہ آپ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے سپرد کر دیں۔ حضرت علیؑ نے ان کو یہ اختیار دے دیا پس عباس نے عمر بن الخطاب سے یہ رشتہ کر دیا۔“

(۱۱)

(۲) - کتاب "تشریح الانبیاء" میں سید رضی علم الہدیٰ نے نکاح ام کلثوم بنت علیؑ کے

مسئلہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے :-

« فَأَمَّا إِنْكَاحَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدْ ذَكَرْنَا فِي كِتَابِنَا الشَّانِي الْجَوَانِ
عَنْ هَذَا الْبَابِ مَشْرُوحًا وَبَيَّنَّا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا أَجَابَ عُمَرَ إِلَى
إِنْكَاحِ بِنْتِهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الْأَبْعَدُ لَوَعْدِهِ وَتَعَهُدُّ وَمَرَّاجَعَةٌ وَ
مَنَازَعَةٌ الْخ »

دکتاب منزہ الانبیا للید الشریف الرضی

علم الہدی، ص ۱۴۱-۱۳۸ - طبع ایران

یعنی حضرت علیؑ کا حضرت عمرؓ کو اپنی لڑکی کا نکاح کر دینا اس مسئلہ کا جزا
ہم نے کتاب ”شانی“ میں پورے بسط و تفصیل سے تحریر کر دیا ہے اور ہم نے
واضح کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ الرضی نے اپنی لڑکی کا رشتہ عمرؓ بن الخطاب
کے ڈرانے و مگانے اور بار بار مراجعت و منازعت کے بعد کیا تھا۔

(۱۲)

شارح نبج البلاغ ابن ابی الحدید معتزلی شیخی المتوفی ۳۵۶ھ نے اپنی شرح حدیدی
میں تَعَمَّرَ الطَّيْبُ الْمَلِكُ خَفِيفٌ حَمِيْدَةٌ عَطْرٌ رِيْحَةٌ ”من کے تحت ایک واقعہ نقل
کیا ہے اس میں حضرت علیؑ کی صاحبزادی کا حضرت عمرؓ کے نکاح میں ہونا انہر من الشمس ہے۔
واقعہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

« وَجَّهَ عُمَرُ إِلَى مَلِكِ الرُّومِ بَرِيْدًا فَأَسْتَوَتْ أُمَّ كَلْتُوْمِ
إِمْرَأَةً عُمَرُ طَيِّبًا يَدَانَا يَبْرُودٌ وَجَعَلَتْهُ فِي قَارُورَتَيْنِ وَأَهْدَتْهُمَا
إِلَى امْرَأَةٍ مَلِكِ الرُّومِ فَوَجَعَ الْبَرِيْدُ إِلَيْهَا وَمَعَهُ مِلَّةٌ الْقَارُورَتَيْنِ
جَوَاهِرًا - فَدَخَلَ عَلَيْهَا عُمَرُ وَقَدْ مَبَّتِ الْجَوَاهِرُ فِي جُحْرِهَا
فَقَالَ مِنْ أَيْنَ نَكِّ هَذَا؟ فَأَخْبَرَتْهُ فَقَبِعَ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذَا

لِلْمُسْلِمِينَ قَالَتْ كَيْفَ وَهُوَ عَوْصُ هَدَيْتِي قَالَ مَبِينٌ وَبَيْنَكَ
 أَبُوكَ - فَقَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَكَ مِنْهُ بِعِيْمَةٌ دِينَارٌ رَكَ وَالْبَاقِي
 لِلْمُسْلِمِينَ جُمْلَةً لِأَنَّ بَرِيدَ الْمُسْلِمِينَ حَمَلَهُ ۚ

شرح صحیح البلاغہ حدیدی، ص ۵۴۵-۵۴۶ ج ۲

طبع بیروت، سن طباعت ۱۹۵۶ھ -

یعنی عمر بن الخطاب ایک دفعہ روم کے بادشاہ کی طرف ایک ایچی
 روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی اُمّ کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو
 شیشیوں میں ڈالی اور بادشاہ روم کی عورت کی طرف پیغام رساں کے
 بدست تحفہ ارسال کر دی۔ جب پیغام رساں واپس آیا تو اس خوشبو کے
 عوض میں دونوں شیشیاں جواہر سے پُر شدہ لاکر حضرت عمرؓ کے گھر پہنچا دیں
 اب عمر بن الخطاب گھر داخل ہوئے تو ان کی زوجہ (ام کلثوم) جواہر
 کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟
 اُمّ کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ عمر بن الخطاب نے جواہر کو قبضہ میں
 لے لیا اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ اُمّ کلثوم نے کہا کہ وہ کس
 طرح؟ یہ تو میرے بدمذہب کے عوض میں آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ
 میرے اور تیرے درمیان جو تیرا باپ (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دے
 وہ معتبر ہوگا پھر حضرت علیؓ نے فیصلہ دیا کہ اُمّ کلثوم اس تحفہ کی
 خریداری میں جس قدر تیرے درہم و دینار خرچ ہوئے تھے جواہر سے تو اتنی
 مقدار لے سکتی ہے۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں اس
 لیے کہ عاتقہ المسلمین کا ایچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔“

واقعہ ہذا کے فوائد

- (۱) - ایک تو اُمّ کلثوم بنت علی کا حضرت عمر فاروق کے نکاح میں ہونا ثابت ہے۔
- (۲) - دوسرے حضرت علی المرتضیٰ اُس رشتہ داری پر راضی تھے ناراض نہیں تھے۔
- (۳) تیسرے اپنی عزیزہ کے پاس حضرت عمر فاروق کے گھر میں آمد و رفت رکھتے تھے۔
- (۴) چوتھے حضرت عمرؓ کے خانگی واقعات میں بھی حضرت علیؓ شامل رہتے تھے۔ یہ واقعہ ان حضرات کے لیے باہمی صفائی معاملات اور حسن تعلقات کی روشن دلیل ہے۔

(۱۳)

شیعہ حضرات کے مشہور و معروف محقق اعلیٰ المتونیؒ نے ۶۶۶ھ میں فقہ جعفری کے لیے ایک متن ”شرائع الاسلام“ کے نام سے مدون کیا تھا۔ اس متن کے ”کتاب النکاح“ لو احن اللہ میں لکھا ہے:

”وَيَجُوزُ نِكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَبْدَةِ وَالْعَدَبِيِّ الْعَجَبِيِّ وَالسَّهَابِيَّةِ
عَبْدِ الْمَسَائِيحِيِّ“

”یعنی آزاد عورت کا مرد غلام کے ساتھ اور عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ

اور باشمی عورت کا غیر باشمی مرد کے ساتھ نکاح درست و صحیح ہے۔“

شیعہ بزرگوں کے شیخ زین الدین احمد العالمی المعروف الشہید الثانی نے ۹۶۲ھ میں مذکور متن ”شرائع الاسلام“ کی ”مسائل الافہام“ کے نام سے نہایت معتبر شرح لکھی ہے شرح ہذا میں مندرجہ بالا عبارت کے تحت اُمّ کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کا مسئلہ صراحتاً درج ہے۔ یہ فقہ جعفریؒ کا منفقہ و صحیح علیہ مسئلہ ہے، کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔ ناظرین کے افادہ کے لیے اس مقام کی عربی عبارت و ترجمہ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ متن مذکورہ شرح دونوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد اس مسئلہ کا خود فیصلہ فرمادیں۔ بعد کے کسی مجتہد

مصائب کی تاویل و توجیہ کی حاجت نہ رہے گی۔
 علامہ محقق اعلیٰ کے متن مذکور کی دلیل بیان کرتے ہوئے "الشہید الثانی" تحریر کرتے ہیں :-

« وَزَوْجِ النَّبِيِّ ابْنَتُهُ عُمَانَ، وَزَوْجِ ابْنَتِهِ ذَيْبِ بْنِ الْعَاصِ بْنِ
 الرَّبِيعِ وَكَيْسًا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَا لِكَ زَوْجِ عَلِيٍّ ابْنَتُهُ أُمُّ كَلثُومٍ
 مِنْ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُمَانَ فَاطِمَةَ مِثْلَ الْحُسَيْنِ
 وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الذَّبِيحِ أَحْتَبًا سَكِينَةَ وَكُلْثُمَ مِنْ غَيْرِ
 بَنِي هَاشِمٍ »

دسماک الانہام شرح شرائع الاسلام کتاب النکاح

باب لراحق العقد، جلد اول مطبوعہ ایران، سن طباعت ۱۲۶۲ھ

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمان
 بن عفان سے کر دیا تھا اور اپنی دختر زینب کا نکاح ابوالعاص بن الربیع
 سے کر دیا تھا، حالانکہ دونوں بنی ہاشم سے نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے
 اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح عمر بن الخطاب سے کر دیا تھا اور عبداللہ بن عمرو
 بن عثمان کے ساتھ فاطمہ بنت الحسین کی شادی ہوئی۔ اور ان کی بہن سکیونہ بنت
 الحسین کی شادی مصعب بن زبیر سے ہوئی۔ بنی ہاشم کے یہ شہتے غیر بنی ہاشم
 کے ساتھ ہوتے اور خانہ آبادیاں ہوتیں۔

یہ پانچ عدد رشتے یہاں بطور فقہی استدلال کے ذکر کیے۔ ان میں ایک رشتہ ام کلثوم
 بنت علیؑ کا بھی ہے۔ کسی باشعور منصف مزاج آدمی کے لیے اب اس رشتہ کی صحت میں کلام
 کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ باقی لائیکم کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو متفق و متحد رہنے کی توفیق نصیب فرمائے اور قلبی ہدایت

نخشے۔ آمین۔

(۱۴)

شیعہ بزرگوں کے مشہور و معروف مجتہد قاضی نور اللہ شوشتریؒ "شہید ثالث" المتوفی ۱۹۰۹ھ نے مسئلہ نکاح ام کلثوم کو متعدد تصانیف میں درج کیا ہے۔ اس کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔ کتاب مجالس المؤمنین میں تذکرہ عباس بن عبدالمطلب کے تحت لکھا ہے:

”چول عمر بن الخطاب جہت ترویج خلافتِ فاسدہ خود داعیہ ترویج

اتم کلثوم دختر حضرت امیر نمود و آل حضرت جہت اقامت حج مکہ انہارایا

و اتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خوردہ گفت اگر علی را

بدامادی من راضی نمی سازی آنچه درد فرغ او ممکن باشد خواہم کرد

. چول مبادلہ عباس دلائل

باب از حد گذشت آنحضرت از دوستی اکراہ ساکت شدنتا آنکہ عباس از

پیش خود ارتکاب ترویج او نمود“

(”مجالس المؤمنین“ تذکرہ عباس بن عبدالمطلب ص ۶۹)

طبع قدیم ایرانی۔ نخشہ کلال)

مندرجہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

”جب عمر بن الخطاب نے اپنی خلافتِ فاسدہ کی ترویج کرنے کے

لیے حضرت علیؑ کی صاحبزادی ام کلثوم کی ترویج کو ذریعہ بنانا چاہا اور حضرت علیؑ

نے قیام دلائل کی بنا پر بار بار اس کا انکار کیا تو آخر کار عمر بن الخطاب نے

عباس کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تم میری دامادی پر علی بن ابی طالبؑ

کو راضی نہیں کرو گے تو میں اس کی مدافعت میں امکانی کوشش کر گزاروں گا۔

. جب حضرت عباسؑ کا

نکاح ہذا کے سلسلہ میں، مبالغہ بے حد ہو گیا تو مجبوری کی بنا پر حضرت علیؑ غاشق ہو گئے، حتیٰ کہ حضرت عباسؑ نے ازراہ خود اس رشتہ کو انجام دیا۔
(۲)۔ پھر محمد بن جعفر طیار کے تذکرہ میں تحریر کیا ہے کہ

”محمد بن جعفر طیار بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصابرت حضرت امیر المؤمنین مشرف گشتہ ام کلثوم سا کہ با عدم کفالت از روئے اکراہ در حالہ عمر لوہ تزدیر کج نمود۔“

مجالس المؤمنین ص ۸۲ تذکرہ محمد بن جعفر طبع قدیم ایرانی (مطلب یہ ہے کہ عمر بن الخطاب کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیار نے ام کلثوم بنت علیؑ کے ساتھ نکاح کیا۔ ام کلثوم غیر کفو ہونے کی وجہ سے مجبوراً عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔“

(۳)۔ پھر اسی کتاب میں مقدار بن اسود کے تذکرہ میں بالفاظ ذیل اس مسئلہ کو لکھا ہے:۔
”..... اگر نبی دختر بختان داد ولی دختر بعم فرستاد۔“

مجالس المؤمنین، ص ۸۵۔ تذکرہ مقدار بن اسود
طبع قدیم ایرانی تختی کلاں

یعنی اگر نبی علیہ السلام نے اپنی لڑکی عثمان کو نکاح کر دی تو ولی یعنی علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی عمر کی طرف بھیج دی۔“

(۴)۔ قاضی نور اللہ شوشتری نے اپنی تصنیف ”مصائب النواصب“ میں نکاح ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ پر مفصل بحث کی ہے۔ اصل نکاح ہذا کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی کئی توجیہات بیان کر دی ہیں۔ وہاں لکھا ہے کہ:۔

”..... تزویج ام کلثوم با عمر در مقام ضرورت و ما چاری ازراہ

رخصت است۔“

ترجمہ مصائب النواصب فارسی از آقا محمد علی مدرس ثنئی
 چہارم دہائی نجفی، ص ۱۶۵ تا ۱۷۰، تنخیتی خورد، مطبوعہ نهران، سن طباعت ۱۳۶۹ھ
 در یعنی عمر کے ساتھ اُمّ کلثوم کی تزویج ضرورت و ناچارگی کی صورت میں مہجرت
 جو (خاص حالات میں رخصت ہے)

(۱۵)

— گیارہویں صدی کے مشہور مجتہد تلامذہ باقر مجلسی نے بھی اُمّ کلثوم بنت علی کے نکاح
 کے مسئلہ کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ اصول کافی و فروع کافی کی شرح مرآة العقول جلد سوم صفحہ ۴۲۸-۴۲۹، باب
 تزویج اُمّ کلثوم، طبع قدیم ایرانی میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور مسئلہ انہما کے منکرین کے
 جوابات دیئے ہیں۔ آخر بحث میں چل کر نکاح انہما کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:
 ”والاصل فی الجواب ان ذالک وقع علی سبیل التقیة
 والاضطرار“

یعنی اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب سے
 مجبوری اور تقیہ کی بنا پر واقع ہوا تھا۔ اصل جواب یہ ہے:

ایک رفع اشتباہ

قارئین کرام ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ شیعہ مجتہدین و علماء نکاح اُمّ کلثوم کے واقعہ کو
 تسلیم تو کرتے ہیں لیکن ساتھ اس واقعہ کو جبر و قہر کا رنگ دے کر بیان کرتے ہیں اور اجبار و
 اضطرار کی شکل میں پیش کرتے ہیں

۱۔ گویا حضرت شیعہ خدایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رشتہ دینیہ میں مجبور و مقہور تھے۔

۲۔ بلکہ ان کی بعض روایات کی بنا پر حیدر کو ار سے یہ رشتہ چھین لیا گیا۔ (معاذ اللہ)

- ۳۔ قتل کی دھکیاں دے کر مشکل کٹ سے زبردستی یہ نکاح حاصل کیا گیا۔
 ۴۔ اور رشتہ دہنیے میں صاحب ذوالفقار بے بس ہو گئے۔
 ۵۔ اور علامہ مجلسی (ملا باقر) صاحب فرما رہے ہیں کہ اصل جواب یہ ہے کہ تقیہ کی بنا پر یہ تعلق قائم کیا گیا۔

جواباً

باادب عرض ہے کہ واقعہ نذا کا جو نقشہ ہمارے احباب پیش کر رہے ہیں وہ فاتح خیر خباب حضرت علی المرتضیٰ کی تائید شان نہیں ہے۔

اس وجہ سے

- (۱) کہ یہ صورت شجاعتِ حیدری کے خلاف ہے۔
 - (۲) اور یہ چیز عزتِ نفس کے تدابیر ہے۔
 - (۳) یہ طریقہ خاندانی وقار کو شدید مجروح کرنے والا ہے۔
 - (۴) یہ روش غیرتِ ایمانی اور نسبی شرافت کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔
 - (۵) یہ حالت قبیلہ نبی بائتم کی خاندانی روایات کے منافی ہے۔
- آخری گزارش یہ ہے کہ بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ:

ع ہرچہ بر خود میسندی بردیگران میسند

یعنی رشتہ کے معاملہ میں جو صورت حال ہم اپنے لیے گوارا نہیں کر سکتے وہ معرکہ ہانے بدرو احد کے ہیرو، فاتح خیر اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے لیے کیے پسند کر سکتے ہیں؟ العیاذ باللہ۔ کَبُرَتْ کَلِمَةٌ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔

خدا را سوچیے اور انصاف فرمائیے!!

(۱۴)

— تیرھویں صدی کے مشہور شیعہ مورخ مرزا عباس علی قلی ناناں (جو دولتِ ایران کے بادشاہ قاجار کا وزیر اعظم تھا) نے اپنی تصنیف ”تاریخ طرازندبب مظفری“ میں ایک مستقل باب (حکایتِ تزویجِ ام کلثوم با عمر بن الخطاب) مفضل بیان کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:

”جناب ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمہ الزہراء اور سراسر عمر بن الخطاب بود و ازوے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت و چوں عمر مقتول شد، محمد بن جعفر بن ابی طالب اورا در جالہ نکاح در آورد“

یعنی حضرت فاطمہ الزہراء کی صاحبزادی ام کلثوم عمر بن الخطاب کے گھر تھیں۔ ان سے ایک فرزند بھی پیدا ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جب حضرت عمر قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن ابی طالب ام کلثوم کو نکاح میں لائے۔
 (تاریخ طرازندبب مظفری۔ باب حکایتِ تزویجِ ام کلثوم با عمر بن الخطاب۔ طبع ایران)

(۱۵)

— چودھویں صدی کے مشہور شیعہ فاضل و مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف ”غنیۃ الآمال (ج ۲۵) میں لکھی گئی تھی) میں درج کیا ہے کہ:

”و اما کلثوم حکایتِ تزویجِ او با عمر بن الخطاب در کتب مسطورست و بعد از وضع عون بن جعفر و از پس او زود محمد بن جعفر گشت“

(غنیۃ الآمال جلد اول فصل ششم در ذکر اولاد امیر المؤمنین

علیہ السلام، ص ۱۸۶ طبع ایران۔ تختی خورد)

”یعنی عمر بن الخطاب کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح کتابوں میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی محمد بن جعفر

کے نکاح میں آئی۔

ضروری تنبیہ

ناظرین نامکین کی خدمت میں عرض ہے کہ رشتہ ہذا کے اثبات کے لیے ہر صدی اور ہر دور کے شیعہ علماء و مجتہدین کی چند تصریحات ہم نے پیش کی ہیں۔ ان حوالہ جات میں اصول اربعہ کی کتابوں سے نو عدد صرت ائمہ مصدقین کی روایات ہیں لیکن واقعہ میں اس مضمون کی بے شمار روایات پائی جاتی ہیں جو درجہ شہرت کو پہنچتی ہیں۔

ان بے شمار روایات ائمہ کرام اور لاتعداد اقوال مجتہدین کے مقابلہ میں بعض لوگ کچھ روایات اور بعض علماء کے بعض اقوال رشتہ ہذا کے انکار کے لیے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اس اشتباہ کو رفع کرنے کے لیے ہم ان کے علماء اصول کی جانب سے ترجیح احادیث کا ایک قاعدہ یہاں ذکر دیتے ہیں جس کے بیان کرنے کے بعد یہ تعارض دُور ہو جائے گا۔

اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ روایت کو روایت پر ترجیح دینے کے لیے وجوہ ترجیح حدیث بہت ہیں۔ پہلا طریق یہ ہے کہ ایک روایت کے راوی کثیر تعداد ہوں اور اس کے مقابل روایت کے راوی قلیل ہوں تو جس روایت کے راوی کثیر ہوں اس کو ترجیح دی جائے گی اور اس کو قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ کثیر عدد بہ نسبت قلیل عدد کے خطا اور غلطی سے محفوظ ہوتا ہے۔ لہذا اس کے مقابل روایت (جو قلیل لوگوں سے مروی ہے) متروک ہوگی۔“

قاعدہ ہذا کی عبارت کتاب معالم الاصول سے نقل ہے۔ یہ شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب

ہے۔ ملاحظہ ہو:

”مِنْهَا التَّرْجِيحُ بِالسَّنَدِ وَ يَحْصُلُ بِأُمُورِ الْأَوَّلِ كَثْرَةُ الزُّوَادِ“

كَانَ يَكُونُ نِدْوَةً أَحَدِهِمَا أَكْثَرَ عَدَدًا مِنْ نِدْوَةِ الْآخَرَ فَيُرْجَحُ
مَا رَوَاهُ أَكْثَرُ لِقْوَةِ النَّظِّ إِذَا عَدَدُ الْأَكْثَرِ أْبَعَدَ عَنِ الْمُخْطَأِ مِنْ
أَلَا قَلَّ ۚ

کتاب معالم الاصول للشیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن
زین الدین اشعری۔ المطلب التاسع (خاتمة)۔ المتوفى ۱۱۱۵ھ
مطبوعہ قدیم، ایران۔ (سن طباعت ۱۳۲۵ھ)

مطلب یہ ہے کہ اس قاعدہ وضابطہ کے تحت اپنی کثرت و شہرت
کے اعتبار سے وہی مرویات معتبر و مستند ہونگی جن میں اُمّ کلثوم بنت علیؑ
المرضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ ہونا منقول و مذکور ہے اور
جن بعض روایات میں اس زینتہ کے صحیح ہونے سے انکار کیا گیا ہے وہ اپنی
قِلّت و ندرت کے سبب سے متروک ہو گئی۔

فائدہ ثانیہ

ناظرین کرام کی تشریح کے لیے یہاں یہ مختصر سی تشریح کی جاتی ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب
فاروق اعظمؓ کے نکاح میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی صاحبزادی اُمّ کلثومؑ جس کی والدہ
سیدہ فاطمہ الزہراءؑ تھیں۔ اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ نہ تھی دعبیا کہ شیعہ و سنی
کتابوں میں درج پایا جاتا ہے۔

اس مقصد کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل اشیاء کی وضاحت معروض ہے۔
۱۔ اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کی ماں دوسری ہیں اور اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ کی
ماں دوسری ہیں۔

۲۔ بالفرض اگر اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ سے حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ (یعنی نکاح

کی ابتدائی گفتگو کی تھی تو انہوں نے ان سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا۔
 ۳۔ پھر اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا۔ اس کے بعد
 عبدالرحمن الاعول بن عبداللہ المخزومی سے ہوا۔
 مندرجہ بالا امور کے لیے علماء انساب و تراجم کی کتابوں سے تصدیق و توثیق
 پیش کی جاتی ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں۔ پہلی چیز کے متعلق گزارش ہے:-

(۱)

”ام کلثوم بنت ابی بکر وَأُمُّهَا حَبِيبَةُ بِنْتُ خَارِجَةَ
 بِنِ زَيْدِ بْنِ أَبِي رُهَيْبٍ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْحَدْرَجِ - وَأُمُّ كَلْثُومِ ابْنَةُ
 أَبِي بَكْرٍ هَذِهِ الَّتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعَائِشَةَ بِنْتِهَا حِينَ حَقَّوَتْهُ
 الْوَفَاةُ " إِنَّمَا هُمَا أَحْوَاكِ وَأَخْتَاكِ " قَالَتْ عَائِشَةُ هَذِهِ أَسْمَاءُ
 قَدْ عَرَفْتَهَا فَمَنِ الْأَخْوَی ؟ قَالَ ذُو بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ قَدْ
 أَلْقَى فِي خُلْدِي أَنَّمَا جَارِيَةٌ " فَكَانَتْ كَمَا قَالَ وَوَلِدَتْ بَعْدَ
 مَوْتِهِ "

دکتاب ”نسب قریش“ لابی عبداللہ المصعب الزبیری،

ص ۲۷۸ تحت ولد تميم بن مرة - طبع مصری)

”حاصل یہ ہے کہ اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کی ماں کا نام حبیبہ
 بنت فارحہ بن زید (خرزجی) ہے۔ اور یہ وہی اُمّ کلثوم ہے جس کے متعلق
 سیدنا ابوبکر الصدیق نے اپنی وفات سے کچھ قبل اپنی لڑکی حضرت عائشہ
 صدیقہؓ سے کہا تھا کہ اے عائشہ! یہ دونوں تیرے بھائی ہیں اور یہ
 دونوں تیری بہنیں ہیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ میری بہن اسما تو
 ٹھیک مجھے معلوم ہے لیکن دوسری بہن کون ہے؟ تو ابوبکر الصدیقؓ فرمائیے

کہ میرے دل میں یہ بات اٹھائے ہوئی ہے کہ میری اہلیہ حبیبہ بنت خارجہ جو اُمّ کلثوم سے ہے اس کے ہاں لڑکی ہوگی (خدا کی شان) جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا یعنی ان کی وفات کے بعد لڑکی پیدا ہوئی (جس کا نام حضرت عائشہؓ نے اُمّ کلثوم رکھا)۔

— اور طبقات ابن سعد جلد ثامن، تذکرہ اُمّ کلثوم بنت ابی بکرؓ میں ان کا نسب اس طرح لکھا ہوا ہے :-

”اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصّدّیق بن ابی قحافہ بن عامر (تیمی) و اُمّہا حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زبیر (خزرجی)“

حاصل کلام یہ ہے کہ ”اُمّ کلثوم ابوبکر الصّدّیق بن ابی قحافہ بن عامر کی لڑکی ہیں اور ان کی ماں کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید خزرجی ہیں“

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۳۸ - تذکرہ اُمّ کلثوم)

نذا - طبع لیڈن یورپ)

(۲)

اب دوسری چیز کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔
— ابن قتیبہ دینوری نے ”المعارف“ میں صدیق اکبرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں لکھا ہے :

”وَ اَمَّا اُمُّ كَلثُومٍ بِنْتُ ابْنِي بَكْرٍ فَحَطَبًا عُمَرُؤُا ابْنِ الْخَطَّابِ اِلَى عَائِشَةَ فَانْعَمَتْ لَهٗ وَ كَرِهَتْ اُمَّ كَلثُومٍ فَاحْتَالَتْ لَهٗ حَتّٰى اَمْسَكَ عَنْهَا الْحِمْ (المعارف لابن قتیبہ، ص ۶۶ - طبع مصر تحت اولاد حضرت صدیق)

— ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ۳۲ ہجری جلد پنجم میں حضرت عمرؓ کی اولاد و انزل کے تحت ذکر کیا ہے۔

« قَالَ الْمَدَائِنِيُّ وَخَطَبَ أُمُّ كَلْثُومٌ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ وَهِيَ صَغِيرَةٌ وَ
 أُرْسِلَ فِيهَا إِلَى عَائِشَةَ
 فَقَالَتْ الْأُمُّ لَيْهَا فَقَالَتْ أُمُّ كَلْثُومٌ لَأَحَاجَةٌ لِي فِيهِ . . . الخ »
 (تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۷)

— ابن ابی الحدید مختصر فی شیعہ نے مدیدی شرح نہج البلاغہ میں طبری کے حوالہ
 سے یہ مسئلہ مندرجہ ذیل عبارت میں لکھا ہے :-

« وَرَوَى الطَّبْرِيُّ فِي تَارِيخِهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ أُمَّ
 كَلْثُومَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ فَأُرْسِلَ فِيهَا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ الْأُمُّ لَيْهَا فَقَالَتْ
 أُمُّ كَلْثُومٌ لَأَحَاجَةٌ لِي فِيهِ . . . الخ »

شرح نہج البلاغہ مدیدی، جلد ثالث، ص ۲۳۱، بحث
 مطاعن فاروقی تحت طعن خامس - طبع بیروت)

ان ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے :-

« أُمُّ كَلْثُومٌ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ صَغِيرَةٌ تَهَيَّأَتْ لِعَمْرٍ مِنَ الْخَطَّابِ نَعْمَةً
 صَدِّيقَةٍ كِي وَسَالَمَتْ سَعَى اس كے ساتھ نکاح كے لیے پیغام دیا تو حضرت
 عائشہ نے کہا كہ اس كا معاملہ اس كے سپرد ہے پھر خود اُمُّ كَلْثُومٌ نے کہا كہ
 مجھے ان كے ساتھ نکاح كی كچھ حاجت نہیں ہے تو حضرت عمرؓ اس كے نکاح
 سے رك گئے »

(۳)

اور تیسری چیز كے لیے علماء انساب كے بیانات ملاحظہ فرمادیں تسكین خاطر مہو
 جائے گی۔
 (۱) - نسب قریش مصعب زہری میں ہے :

وَأُمُّ كَلْتُمِ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ وَكَذَلِكَ لَطِحَةُ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ زَكْرِيَّا وَ
عَائِشَةُ ابْنَةُ طَلْحَةَ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
أَبِي رَبِيعَةَ فَوَلَدَتْ لَهُ عُثْمَانُ وَابْرَاهِيمُ وَمَوْسَى
دکتاب نسب قریش، ص ۲۷۸، تحت اولاد ابی بکر الصدیق

(۲)۔ اور طبقات ابن سعد میں ام کلثوم بنت ابی بکر کے تحت لکھا ہے کہ:

” تزوجها طلحة بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو
بن کعب بن سعد بن تیم فولدت له زكريا ويوسف مات صغيراً
وعائشة بنى طلحة فقتل عنها طلحة بن عبید اللہ يوم الجمل
ثم تزوجت ام كلثوم بعد طلحة
بن عبید اللہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ (المخزومی)
. فولدت له ابراهيم الاحول وموسى وام حميد وام
عثمان“

طبقات ابن سعد جلد ۸ من مذکرہ ام کلثوم بنت ابی بکر

الصدیق ص ۳۲۸-۳۳۹ - طبع یورپ لیڈن

(۳)۔ اور کتاب الحجرت لابی جعفر محمد بن حبیب بغدادی میں اصہار ابی بکر الصدیق کے تحت
لکھا ہے کہ:-

” وطلحة بن عبید اللہ كانت تحتہ ام كلثوم بنت
ابی بکر الصدیق وعبد الرحمن الاحول بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ
(المخزومی) خلف علی ام كلثوم بعد طلحة . . .“

دکتاب الحجرت، ص ۵۴، تحت اصہار ابی بکر

الصدیق - طبع حیدرآباد دکن

ان ہر سہ حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ:
 ”آئم کلثوم بنت ابی بکر الصدیق پہلے طلحہ بن عبید اللہ زیمی کے نکاح
 میں تھیں اس سے ان کی اولاد نہ ہوئی اور عائشہ (عند البعض یوسف بھی ہے)
 ہوئی۔ پھر جنگِ جمل میں طلحہ فوت ہو گئے۔ اس کے بعد آئم کلثوم کا نکاح
 عبدالرحمن بن عبداللہ (الخزومی) کے ساتھ ہوا، ان سے ان کی اولاد عثمان
 ابراہیم و موسیٰ وغیرہ ہوئے۔“

ان تمام مندرجات سے علماء انساب کی زبانی واضح ہو گیا کہ حضرت عمر بن الخطاب
 فاروق اعظم کے نکاح میں آئم کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھی۔ آئم کلثوم بنت ابی بکر الصدیق
 نہ تھیں۔

قائدہ ثالثہ

- اس قائدہ میں بحث ہذا کا خلاصہ کجا پیش خدمت کیا جاتا ہے۔
- نسبی تعلقات کے ضمن میں حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ کا باہمی رشتہ پیش
 کیا گیا تھا۔ بحمد اللہ یہ رشتہ مؤدبت ہر دو حضرات کے درمیان قائم و
 دائم رہا۔
- علماء نے تصریح کر دی ہے کہ یہ بابرکت نکاح ذوالفقہہ ۱۰ھ میں منعقد ہوا
 تھا اور اس کا فہرچالیس ہزار درہم مقرر ہوا۔ پھر حضرت علی کی صاحبزادی آئم کلثوم
 سے حضرت عمر کی اولاد ہوئی۔ ایک لڑکا متولد ہوا، ان کا نام زید تھا اور ایک
 لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام رقیہ تھا۔ جو ان ہونے کے بعد ابراہیم بن نعیم انعام
 عدوی سے اس کی تزویج ہوئی۔ اور بعض مؤرخین نے ایک اور لڑکی فاطمہ نامی
 بھی ذکر کی ہے لیکن وہ مختلف فیہ ہے۔

— زید بن عمرؓ بن الخطاب جواں سال ہوئے۔ ایک دفعہ قبیلہ بنی عدی کے درمیان اتفاقاً لڑائی جھگڑا برپا ہوا رات کا وقت تھا، زید بن عمر فاروق صلح و صلح و صلح کے قصد پر دونوں فریقوں کے درمیان عین لڑائی کے وقت چلے گئے۔ شب کی ظلمت و سیاہی میں غلطی سے ایک شخص کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ سر میں سخت زخم آیا جس سے جان برباد ہو سکے۔ چند یوم صاحب فریضہ رہے اور ان کی والدہ محترمہ (اُمّ کلثوم بنت علیؓ) بھی اس دوران بیمار ہو گئیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ماں بیٹے دونوں کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس کی وفات پہلے ہوتی ہے اور کس کی بعد میں ہوتی۔

— علماء فرماتے ہیں کہ یہ عجیب ترین مسائل میں سے ہے کہ ایک کو دوسرے کا وارث نہیں بنایا جاسکتا۔

پھر یہ دونوں جنازے بہ یک وقت اٹھاتے گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان جنازوں کی امامت کے فرائض عبداللہ بن عمر فاروقؓ نے سرانجام دیئے اور بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاص اموی امیر مدینہ تھے، انہوں نے امامت کرائی۔

حنین ثمریؒ نے اس وقت متقدموں کی صفت میں موجود تھے۔ اور زید بن عمرؓ کے جنازہ کو امام نماز کے قریب رکھا گیا۔ اور اُمّ کلثوم کے جنازہ کو امام سے دُور کعبہ کی جانب رکھا گیا۔ اس کیفیت کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی۔

مؤرخ اسلام علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء جلد سوم مذکورہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ کے آخر میں، ج ۳، ص ۳۳۰ پر لکھا ہے کہ:

« وَ ذَٰلِكَ نِيْ اَوَّلِ دَوْلَتِ مُعَاوِيَةَ »

یعنی امیر معاویہ کی خلافت کے اوائل میں یہ واقعہ پیش آیا۔

تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۸۰ ج ۱۲۱ تحت احوال مساجد۔

— رشتہ نذا کی صحت اور درستگی میں کچھ شبہ و اشتباہ نہیں رہا۔ اہل السنۃ و العجمت کی روایات کے اعتبار سے مسلم ہے۔ شیعہ احباب کی مرویات سے تصدیق شدہ ہے۔ تاریخ اسلامی کی بیان کردہ ایک حقیقت ہے۔ علماء انساب و تراجم کا ایک مسئلہ مسئلہ ہے۔

اندریں حالات سیدنا عمر بن الخطاب اور سیدنا علی المرتضیٰ کے درمیان نسبی روابط کے اعتبار سے مندرجہ ذیل نسبتیں قائم ہیں۔

یعنی

(۱) — حضرت فاروق اعظم حضرت علی شیر خدا کے داماد ہیں

(۲) — اور حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے خسر ہیں۔

(۳) — حضرت فاطمہ الزہراءؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی خوشدامن (ساس) ہیں۔

(۴) — اور سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ حضرت عمر فاروقؓ کے برادر نسبی ہیں۔

(۵) — حضرت عمرؓ حسینؓ ثمرینؓ کے بہنوئی ہیں۔

(۶) — اور زینب دختر علیؓ حضرت عمرؓ کی خواہر نسبی ہیں۔

(۷) — زید پسر عمر فاروقؓ اور زینبہ دختر عمر فاروقؓ دونوں حضرت علیؓ کے

نواسے ہیں۔

(۸) — امام حسن و امام حسین و امام محمد بن حنفیہ (صاحبزادگان علی المرتضیٰ) کے

لیسے زید و زینبہ بھانجے ہیں۔

(۹) — اور حسینؓ ثمرینؓ زید بن عمرؓ اور زینبہ بنت عمرؓ کے ماموں ہیں۔

(۱۰) — سردار دو عالم آقائے تاجدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بنت البنت (یعنی نواسی) حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں ہے۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

ناظرینے کوام!

خدارا انصاف وعدل فرمادیں کہ یہ تمام دوستی کی داستان ہے؛ یا دشمنی کی کہانی؟ ہم نے حقیقت واقعہ پیش کر دی ہے۔ عقل و انصاف کے پیش نظر فیصلہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

امثالث

یہاں اب یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ اسلامی روایات و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین اس رشتہ داری کے بعد حضرت علیؑ کے صاحبزادگان حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی خواہرام کلثوم کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا اور باہمی کوئی انقباض اور نفرت نہ تھی چنانچہ کنز العمال میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے اس نوعیت کا واقعہ درج ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

«... عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
وَإِنَّا عِنْدَ أُخْتِ أُمِّ كَلثُومِ بِنْتِ عَلِيٍّ فَضَمَّ بِنْتِي قَالَ أَلَطِيفِيهِ
يَا أُمَّ كَلثُومِ»

کنز العمال بحوالہ (ابن عساکر) ج ۷، ص ۸۸، طبع اول دکن
یعنی محمد بن حنفیہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر فاروق اپنے گھر تشریف
لائے اور میں اپنی بہن ام کلثوم بنت علیؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے
شفقت سے مجھے گلے لگا لیا۔ ام کلثوم سے فرمانے لگے اے ام کلثوم
اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا۔

امرِ رابع

ایک اور واقعہ محدثین نے اس مسئلہ کے تحت نقل کیا ہے کہ انسان اپنی بہن یا بیٹی کے سر کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے؟ یا نہیں؟
 "مصنف" ابن ابی شیبہ، جلد رابع کتاب النکاح، باب ما قالوا فی الرجل ینظر الی شجر اُختہ اور انتہہ میں مذکور ہے :-

..... عَنْ أَبِي الْخُبَيْرِ عَنِ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ الْحُسَيْنَ
 وَالْحُسَيْنَ كَانَا يَدْخُلَانِ عَلَى أُخْتَيْهِمَا أُمَّ كُلثُومٍ وَهِيَ تَمْشِي
 رالمصنف لابن ابی شیبہ جلد رابع کتاب النکاح
 ج ۲ ص ۳۳۶ - جدید طبع دکن

"یعنی سیدنا امام حسینؑ و سیدنا امام حسینؑ اپنی بہن اُم کلثوم کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس حالت میں کہ وہ اپنے سر کو لنگھی کر رہی ہوتی تھیں :-

امرِ خامس

یہ واقعہ خود حضرت علی بن ابی طالبؑ کا ہے۔ شیعہ حضرات اور سنی احباب دونوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اور قبل انیں ہم اس واقعہ کو ثبوتِ نکاحِ اُم کلثوم از کتب شیعہ کے تحت ابن ابی الحدید کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم پھر بطور خانگی حسن تعلقات کے نقل کرتے ہیں۔ علامہ سرخسی نے شرح بیسیر کبیر میں لکھا ہے اور کنز العمال میں دینوری کے حوالہ سے عبارتِ ذیل درج ہے :-

عَنْ مَا لِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَّ ثَانٍ قَالَ قَدِمَ بَرِيدٌ مَلِكِ الدُّوْمِ

عَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاسْتَقْرَمَتْ إِمْرَأَةً عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دِينَارًا
فَاسْتَرَتْ بِهِ عَطْرًا فَعَمَلَتْهُ فِي قَوَارِيرٍ وَبَعَّتْ بِهِ مَعَ الْبُرَيْدِ إِلَى امْرَأَةٍ
مَلَكَ الرُّومِ فَلَمَّا آتَاهَا فَرَعَتْهُنَّ وَكَلَّمَتْهُنَّ جَوَاهِرًا وَقَالَتْ إِذْ هَبْ
إِلَى امْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمَّا آتَاهَا فَرَعَتْهُنَّ عَلَى الْبَسَاطِ فَدَخَلَ
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَأَخْبَرَتْهُ فَأَخَذَ عُمَرُ الْجَوَاهِرَ
فَبَاعَهُ وَدَفَعَ إِلَى امْرَأَتِهِ دِينَارًا وَجَعَلَ مَا بَقِيَ مِنْ ذَلِكَ فِي بَيْتِ
مَالِ الْمُسْلِمِينَ ۝

(۱) شرح السیر الکبیر للرخسی، جلد ثالث، ص ۴۴، طبع حیدرآباد دکن

(۲) کنز العمال (رجالہ الدینوری فی المجاہدہ) جلد ۶ ص ۶۵

روایت ۵۶۴۰ - طبع اول قدیم دکن

اور ابن ابی الحدید شیعہ معتزلی نے شرح بیج البلاغہ میں اس واقعہ کو ذرا مفصل

اور واضح کر کے لکھا ہے۔ حدیدی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمادیں۔ بعد میں دونوں کا
یکجا حاصل ترجمہ عرض کر دیا جائے گا۔

..... وَجَّهَ عُمَرُ بُرَيْدًا إِلَى مَلَكَ الرُّومِ فَاسْتَرَتْهُمُ امْرَأَةٌ
إِسْرَائِيلِيَّةٌ عَسْرَ طَبِيبًا بَدَنًا يُرِيدُ وَجَعَلَتْهُ فِي قَوَارِيرٍ وَأَهْدَتْهُمَا إِذَا
أَمْرَأَةٌ مَلَكَ الرُّومِ فَرَجَعَ الْبُرَيْدُ إِلَيْهَا بِمِلَّةٍ الْقَادِرِينَ جَوَاهِرًا فَدَخَلَ
عَلَيْهَا عُمَرُ وَقَدْ صَبَّتِ الْجَوَاهِرَ فِي حَجْرٍهَا فَقَالَ مَنْ آتَى لَكَ هَذَا؟
فَأَخْبَرَتْهُ فَقَبِضَ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذَا لِلْمُسْلِمِينَ قَالَتْ كَيْفَ وَهُوَ
عِوَضٌ هَدَيْتِي تَالِ بَيْتِي وَبَيْتِكَ أَبُوكَ فَقَالَ عَلَيَّ لَكَ مِنْهُ بِعِثْمَةٍ
دِينَارِكِ مَا بَاتِي لِلْمُسْلِمِينَ حَبْلَةً لِأَنَّ بُرَيْدَ الْمُسْلِمِينَ حَمَلَهُ ۝

(شرح بیج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۵۰، طبع قدیم ایران۔)

و طبع بیروت ص ۵۵۶، جلد چہارم، تحت متن قولہ
 نعم الطیب المسک خفیف محملہ، عطر ریجۃ الخ)
 د یعنی عمرؓ ایک دفعہ روم کے بادشاہ کی طرف ایچی روانہ کرنے لگے تو
 ان کی بیوی اُم کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈال دی اور
 بادشاہ روم کی بیوی کی طرف اس پیغام رساں کی معرفت تحفہ ارسال کر دی جب
 ایچی واپس آیا تو اس خوشبو کے بدلے میں دونوں شیشیاں جو اہر سے پر شدہ لاکر
 حضرت عمرؓ کے گھر پہنچا دیں۔

عمر بن الخطاب گھر تشریف لے گئے تو ان کی زوجہ اُم کلثوم جو اہر کو گڑبیں
 ڈال کر بڑھی تھیں۔ عمر بن الخطاب نے کہا کہ یہ جو اہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ تو
 اُم کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ عمر بن الخطاب نے جو اہر کو قبضہ میں لے لیا اور
 فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ اُم کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے
 بدمعہ کے عوض میں آئے ہیں۔ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان
 جو تیرے والد (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دیں وہ معتبر ہوگا پھر حضرت علیؓ نے
 فیصلہ دیا کہ اُم کلثوم جن قدر تیرے درہم دینار خرچ ہوئے تھے جو اہر
 سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے۔ باقی جو اہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے
 لیے ہیں۔ اس لیے کہ عاتقہ المسلمین کا ایچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔

حاصل بحث

ان تینوں امور پر نظر غائر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱)۔ خلیفہ ثمانی اور خلیفہ رابع کے درمیان رشتہ ہذا کی وجہ سے خوشگوار تعلقات
 قائم تھے۔

(۲)۔ حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے صاحبزادگان حضرت عمرؓ کے گھر اپنی عزیزہ اُم کلثوم کے

ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

(۳)۔ ان خاندانوں میں بالفرض اگر ماہہ الاختلاف چیمپینز پیش آجاتی تو اس کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کے لیے حضرت علی پیش پیش ہوا کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں ان حضرات کے درمیان خوش سلوکی، خوش اسلوبی اور عرش روی پر دلالت کرتی ہیں۔ یہاں مسئلہ نکاح اہم کلثوم کا بیان اختتام پذیر ہوا ہے۔

فصل سوم

— اس فصل میں حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ اور حسین شریفینؓ کے مابین روابط کا ایک مختصر سافٹشہ ناظرین بانگین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر باشعور و ذی فہم آدمی ان حضرات کے باہمی حسن تعلقات کا اندازہ ان واقعات سے باسانی کر سکتا ہے۔ جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عمر فاروق کے درمیان رشتہ موثرت اور دوستی بالودام قائم تھا اسی طرح ان کی اولاد کے درمیان یہ تعلقات بہترین طریقہ سے ثابت ہیں۔

(۱)

— حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ سے حسینؓ کے فضائل مروی ہیں چنانچہ بخاری شریف جلد اول، کتاب الفضائل، مناقب الحسن والحسین میں ابن عمرؓ کا ایک واقعہ درج ہے:

«..... سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ.... يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ
أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا
رَجَاؤُنَا مِنَ الدُّنْيَا»

(بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۳۰، کتاب الفضائل مناقب الحسن والحسین)

«ایک بار ایک عراقی شخص نے ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ احرام کی حالت میں کوئی شخص مکھی یا مچھر مار ڈالے تو کیا حکم ہے؟ اور اس کی کیا سزا ہے؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ عراقی لوگ مکھی و مچھر کے قتل پر مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ اور حضور علیہ السلام نے ان کے حق

میں فرمایا تھا کہ یہ دونوں دختر زادے ہماری اس عالم کی خوشبو میں سے
بہترین خوشبو ہیں۔^{۱۵}

(۲)

دوسرا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے اس میں حضرت فاروق اعظم کے ہاں سیدنا حسین کی
آمد و رفت پائی جاتی ہے اور حضرت عمر کی طرف سے ان کی "قدر دانی" اور عزت افزائی کی
جاتی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ بدوہ دمشق المعروف تاریخ ابن عساکر میں
باسند ذکر کیا ہے۔

..... عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ أَمْرٌ عَمْرٍو حُسَيْنًا
أَنْ يَأْتِيَهُ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَذَهَبَ فَلَقِيَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ
لَهُ حُسَيْنٌ مِنْ آيِنِ جِئْتَ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَمْرٍو فَلَمْ يُؤْذَنْ
لِي فَرَجَعْتُ الْحُسَيْنُ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ أَنْ تَأْتِيَنِي
فَقَالَ قَدْ أَتَيْتُكَ وَلَكِنْ أَحْبَبْتَنِي عَبْدُ اللَّهِ إِنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ عَلَيْكَ
فَرَجَعْتُ فَقَالَ وَأَنْتَ عِنْدِي مِثْلَهُ؟ كَرَّرَهَا وَهَلْ آتَيْتَ الشَّعْرَ
عَلَى الرَّأْسِ غَيْرَ كُمْ

(۱) - تخلص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴ ص ۳۲۱، مذکورہ حسین،

(۲) - سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۱۶۳، طبع مصر

(۳) - شرح منج البلاغ لابن ابی الحدید شیخی مقنری، جلد ثالث ص ۱۶۱-۱۶۲۔

تحت متن لہذا بلاد فلان فقد قوم الاود الخ بروایت یحیی بن سعید - طبع بیروتی

۴ - تاریخ بغداد ص ۱۴۱ ج اول تحت الحسین بن علی -

۵ - کتاب تاریخ الثقات ص ۱۱۹-۱۲۰، باب حسین - طبع بیروت -

۶ - الصواعق المحرقة ص ۷۷ تحت المقصد الخامس -

۷ - تاریخ المدینة المنورة لابن شعبة ص ۹۹، ج ۳ - طبع القاہرہ مصر -

حاصل مطلب یہ ہے کہ :-

”ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے حسین بن علی کو فرمایا کہ کسی وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کریں۔ ایک بار حضرت حسینؓ حضرت عمرؓ کی ملاقات کے لیے پہنچے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے ملے۔ انہوں نے کہا (حضرت عمرؓ کسی کام میں مسرور ہیں) مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حسین بن علی واپس آگئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ سے ملنا ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے حسین ملاقات کے لیے نہیں آتے؟ کیا بات ہوئی؟ تو سیدنا حسینؓ نے کہا کہ میں (غلاں وقت) آپ سے ملنے کے لیے گیا تھا لیکن عبداللہ بن عمرؓ کو بھی اس وقت اجازت نہیں ملی تھی اس وجہ سے میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا آپ ابن عمرؓ کے درجہ میں ہیں؟ اس کا اور مقام ہے، آپ کا اور مرتبہ ہے۔

یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہمیں عزت نصیب ہے یہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے حاصل ہے“

(۴۳)

اسی طرح اکابر مؤرخین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت عمرؓ کی طرف سے حسینؓ تشریف کی تکمیل و توقیر کا مکمل طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔ ذہبی نے سیر اعلام النبلاءؒ تذکرہ حسین میں درج کیا ہے کہ:

”..... حماد بن زید عن معمر عن الزهري أن عُمَرَ
كَسَا أَبْنَاءَ الصَّخَايِدِ وَكَمَّرَ يَكُنْ فِي ذَانِكَ مَا يَصِلُهُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
فَبَعَثَتْ إِلَى الْيَمِينِ فَأَتَتْ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ الْآنَ طَائِبَتْ نَفْسِي“
(سیر اعلام النبلاءؒ ذہبی جلد ۱۹، تذکرہ حسینؓ)

حاصل یہ ہے کہ زہریؒ سے منقول ہے کہ:

«فتوحات ہونے پر باہر سے کپڑا آیا، تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی اولاد کو پوچھا کہ کیا عنایت کریں۔ ان میں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے مناسب کوئی لباس نہ تھا حضرت عمرؓ نے علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کر کے حکم بھیجا کہ ان دونوں صاحبزادوں کے موافق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے (جب یہ لباس آیا اور حسینؓ نے زیب تن کیا) تو اس وقت عمرؓ فاروقؓ نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے»

(نوٹ) مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی واقعہ مذکور اپنے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل

کیا ہے:-

(۲) تلخیص ابن عساکر لاین بدران، ج ۴ ص ۳۲۲، تذکرہ حسینؓ۔

(۳) سیرۃ عمر بن الخطاب، ص ۹۷ لابن الجوزی، طبع مصر۔

(۴) کنز العمال، ج ۷ ص ۱۰۶۔ طبع اول قدیم بحوالہ ابن سعد۔

(۵) الیاد لابن کثیر، ج ۸ ص ۲۰۷۔

(۶) ریاض النضرہ محب الدین الطبری، ص ۲۸-۲۹ ج ۲۔ طبع مصری۔

(۴)

— اب تعلق پیش کیا جاتا ہے کہ حسینؓ شریفینؓ کے مالی حقوق کی رعایت حضرت عمرؓ

کی طرف سے مکمل طور پر کی جاتی تھی قبل ازیں اسی حصہ فاروقی کے باب دوم کے آخر میں حضرت علیؓ الرضی کے مالی حقوق کی ادائیگی کا ذکر آچکا ہے وہاں حسینؓ کے عطا یا کا ذکر اور ہدایا کا بیان ضمناً بتواضع۔

اب یہاں براہ راست ان کے "مالی حقوق" کا بیان پیش کیا جاتا ہے حضرت عمرؓ

فاروقؓ حضور نبیؐ اور سلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے حقوق کو ادا کرنا اپنا فرض منجسی

اور فرضیہ دینی یقین کرتے تھے۔ خقداروں کے حق اور ایکے بغیر ان کا انصاف و عدل ناممکن رہتا تھا۔ جہاں بھی محمدین نے اور با انصاف غیر متعصب مؤرخین نے یہ مسئلہ کھلا ہے وہاں انہوں نے حسینؑ کے مالی وظائف متعین کیے جانے کا ضرور ذکر کیا ہے۔ چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم یہاں نقل کرتے ہیں اس کے بعد انصاف کے ساتھ نتیجہ برآمد کرنا قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

(۱)

(۱) -- "..... عن جعفر بن محمد عن ابیہ اَنَّ عُمَرَ الْحَقَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ بِأَيْتِهِمَا وَ قَرَضَ لِهَمَا فِي خَمْسَةِ الْآلِ خَمْسَةَ الْآلِ" "۔
 کتاب الاموال للابی عبد القاسم بن سلام، ص ۲۲۲،
 باب فرض الاعطیة من الفیء۔ (طبع مصری)

(۲)

(۲)۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار کی اس بحث میں مضمون ہذا کو اس طرح کھلا ہے۔

"..... وَ قَرَضَ لِلْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا خَمْسَةَ الْآلِ خَمْسَةَ الْآلِ الْحَقَّ لِهَمَا بِأَيْتِهِمَا لِقَرَأَتِهِمَا مِنْ رُسُوقِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" الخ

(شرح معانی الآثار طحاوی، ج ۲ ص ۱۸۱۔ آخر کتاب
 وجوه الفیء و قسم الغنائم۔ طبع دہلی۔)

(۳)

(۳)۔ اور حافظ ابن عساکر مشہور مؤرخ نے اپنی تاریخ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں یہ مسئلہ نقل کیا ہے۔

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيَّانَ وَ قَرَضَ الْعَطَاءَ الْحَقَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ بِفَرْضِيَّتِهِمَا مَعَ اَهْلِ بَدْرٍ لِقَرَأَتِهِمَا

مِنْ دَسْوَلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَقًّا
الْاَيُّ دِمَاهِهِ؟

(۳) - تہذیب ابن عساکر ص (۳۲) - ۳۲۲، جلد ۴ - تذکرہ حسین،

لابن بدران، ج ۴ ص ۲۱۲، تذکرہ امام حسن -

(۴) - السنن الکبریٰ مع الجویہ النقی، جلد سادس، ج ۶ ص ۳۵۰

کتاب القسم من الفی و الغنیۃ للعلامة البیہقی

حاصل مضمون یہ ہے کہ:

”جب عمر فاروق نے اہل اسلام کی خاطر مال فے وغیرہ سے بطور
وظیفہ امداد جاری کرنے کے لیے (فہرستیں بنواتیں تو اس وقت حضرت حسن و
حضرت حسین کے لیے ان کے والد شریف کے حصہ کے موافق وظیفہ مقرر کیا
یعنی (بدی صحابہ کرام کی طرح) پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اس لیے کہ یہ دونوں
حضرات سردار و جہاں حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار
تھے۔“

(۵)

شیعہ احباب نے امام حسن مجتبیٰ کی ایک کرامت ذکر کی ہے جس کو ہم ذیل میں ان کی عبارت
میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب
خلافت فاروقی کے دوران اسلامی فوج میں شمولیت کیا کرتے تھے اور جنگی معاملات میں
شریک ہوتے تھے۔ اس واقعہ کو آپ مندرجہ ذیل حوالہ میں ملاحظہ فرمادیں شیعہ عالم شیخ
عباس قمی نے اپنی تصنیف ”تمتہ المنتہی فی وقائع ایام الخلفاء“ میں مفسد باللہ کی خلافت کے
حالات میں لکھا ہے کہ

”مسجد کے ست دربلدہ (اصغہان) معروف بلسان الارض در طرف

شرقی نماز تخت فولاد نزدیک بہ قبر فاضل ہندی اہل آنجا میگویند کہ موضع زمین
 با حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تکلم کردہ در زمانیکہ آنحضرت در ایام
 خلافت عمر بن الخطاب بالشکر اسلام بجمہت فتوحات بایں مکان تشریف
 آورده و ازین جہت اورا لسان الارض میگویند :

”یعنی شہر اصفہان میں ایک مسجد ہے اس کو لسان الارض کہتے ہیں
 نماز تخت فولاد کی شرقی جانب فاضل ہندی کی قبر کے نزدیک ہے۔
 وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کی خلافت کے دوران اسلامی
 لشکر کے ساتھ امام حسن فتوحات کی خاطر اس مقام میں تشریف لائے تو
 اس وقت یہ زمین امام حسن سے ہم کلام ہوئی اور گفتگو کی۔ اس وجہ سے
 لوگ اس مقام کو ”لسان الارض“ کہتے ہیں۔“

زمرہ المنتہی شیخ عباس القمی، ص ۲۷۲-۳۹۰ تحت

خلافت معتضد باللہ

(۶)

نیز شیعہ اکابرین نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے اس کی صحت و ثبوت کا دارو
 مدار ان کی کتب معتبرہ پر ہے۔ ہم بطور الزام نقل کر رہے ہیں۔

اس چیز سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا حسین کی ایک بیوی حضرت عمر کے
 دور خلافت کی عطا شدہ ہے۔ عجم کی فتوحات ہوئی ہیں تو اس وقت یہ خادمہ حضرت
 علیؑ کے مشورہ کے تحت حضرت حسین کو عنایت کی گئی۔ انہی کے بطن سے امام زین العابدین
 (علی بن حسین) متولد ہوئے۔

”اعول کافی“ باب الحجۃ، مولد علی بن الحسین میں امام محمد باقر کی روایت میں ہے۔

”... عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَدِمَتْ بِنْتُ يَزِيدَ جَدِيدًا“

عَلَى عُمَرَ أَشْرَفَتْ لَهَا عَذَارَى الْمَدِينَةِ وَأَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِصُورِهَا
لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا عُمَرُ عَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ أُنِيزُوجُ
بِأَدَا هُرْمُرُ فَقَالَ عُمَرُ أَتَشْتَمِينِي هَذِهِ وَهَرَبِ بِهَا فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ ذَاكَ لَكَ خَيْرٌهَا رَجُلًا
مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَحْسِبُهَا بِفَيْدِهِ فَخَيْرُهَا فَجَاءَتْ حَتَّى
وَضَعَتْ يَدَهَا عَلَى رَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمِيرُ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اسْتُكِرْتُ فَقَالَتْ جِهَانُ شَاءَ فَقَالَ
لَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَلْ شَهْرٌ بَانَوِيهِ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَا أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ لَيْلِدَتْ لَكَ مِنْهَا خَيْرٌ أَهْلِ الْأَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلَى
بَنِ الْحُسَيْنِ ۝

(۱) اصول کافی، باب الحجۃ - مولد علی بن الحسین ص ۲۹۶
طبع نول کشور - بکھنؤ۔

امام محمد باقرؑ کی اس روایت کا ترجمہ فارسی زبان میں ملا خلیل قزوینی نے اپنی تصنیف
اسانی شرح اصول کافی میں بعبارت ذیل کیا ہے۔ یعنی یہی مضمون فارسی میں اس طرح ہے:
”یعنی روایتیست از امام محمد باقر علیہ السلام کہ گفت چوں آورده
شد دختر زید و جرد نزد عمرؓ بہ باہما فقط دسترانِ مدینہ برائے
تماشاے حسن و جمال او چوں آوازہ آن را شنیدہ بودند و روشن شد
مسجد مدینہ تا لبش روئے او چوں داخل مسجد شد پس چوں نظر کرد بسوئے
او عمر پویشانید روئے خود را و گفت بدروزگار بادا ہر مگر کہ بہ بدی
تدبیر او باعث این شد پس عمر گفت آیا دشنام می دید
مرا این دختر؟ و قصد آنرا کرد با او پس گفت اورا امیر المؤمنین علیہ السلام

نیت آن دشنام برائے تو بلکہ برائے دیگرے ست مخیر کن اور ا
 کہ برگزیدہ مردے را از مسلمانان و حساب کن اور با حصہ عنایت آن
 مرد باعتبار نفس پس مخیر کرد اور عمر پس آمد تا نہاد دست خود برابر
 سر امام حسین پس گفت امیر المؤمنین جیست نام تو پس گفت جہان شاہ
 پس گفت اورا امیر المؤمنین علیہ السلام بلکہ نام تو شہر بانویہ ست
 . . . بعد ازاں گفت امام حسین را ای ابو عبد اللہ ہر آئینہ خواہد ترا شید البتہ برائے
 تو از او پسرے کہ بہتر از اہل زمین است در زمان خود پس زائدا نام زین العابدین
 را

(۲) کتاب السانی "شرح اصول کافی" کتاب الحجۃ جردوم

حصہ دوم ص ۲۰۲-۲۰۵ - طبع نول کشور بکھنو

اور شیعہ کے انساب کے مشہور فاضل ابن عقبہ (جمال الدین) نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب
 فی انساب آل ابی طالب میں یہ مسئلہ مختصراً درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

« قال مشہور انہا شہا زناں بنت کسری یزد جردین

شہر یادر وقیل ان اسمہا شہر بانو

وقیل نہیت فی فتح المدائن فتفلہا عمر بن الخطاب من الحسین

علیہ السلام»

(۳) عمدۃ الطالب، ص ۱۹۲ - الفصل الثانی فی عقبہ الحسین

الشہید - طبع جدید -

(۴) - یاد رہے کہ امام زین العابدین کی ماں کا فتوحاتِ عجم میں آنا اور خلافتِ فاروقی میں سیدنا
 حسین کو عطا ہونا وغیرہ یہ تمام واقعات شیعہ کے مشہور مورخ محمد تقی سپہ نے اپنی مشہور
 تاریخ ناسخ التواریخ جلد دوم حصہ اول در حالات زین العابدین میں ص ۳ و ص ۴ وغیر پر

مفتل نقل کیا ہے اہل علم رجوع کر سکتے ہیں۔ ہم نے آخذ کی نشان دہی کر دی ہے۔

حوالہ جات مندرجہ کا خلاصہ

عوام دوستوں کے لیے اُردو میں سچیں خدمت کیا جاتا ہے شیعہ مجتہدین نے لکھا ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ یزدجرد بادشاہ کی لڑکی جب عمر بن الخطاب کی خدمت میں مدینہ پہنچی ہے تو اس کا حسن و جمال دیکھنے کے لیے مدینہ کی عورتیں مکانوں کے اوپر چڑھ گئیں۔ اور مدینہ کی مسجد اس کی روشنی کی وجہ سے منور ہو گئی۔ جب عمر بن الخطاب نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا منہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ بے فرما کا بُرا ہوس کی بد تدبیری کے باعث ہمیں یہ کچھ دیکھنا پڑا۔

عمر بن الخطاب کہنے لگے کیا یہ لڑکی مجھے سب و شتم کرتی ہے؟ کچھ تنبیہ کرنی چاہی تو اس وقت علی بن ابی طالب نے کہا کہ یہ آپ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی بلکہ دوسرے شخص کے حق میں اس نے کچھ کہا ہے پھر علی المرتضیٰ نے عمر بن الخطاب کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں اس کے بعد اس شخص کے حصہ غنیمت میں اس کو شمار کر دینا۔ عمر بن الخطاب نے اسی طرح کرتے ہوئے لڑکی کو حسبِ منشا پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔ لڑکی نے آکر حسین بن علی کے سر پر ہاتھ رکھ دیا (اس طرح یہ حسین کے حصہ میں دے دی گئی)۔ پھر علی المرتضیٰ نے اس لڑکی کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا مجھے شاہ جہان کہتے ہیں حضرت علی نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا نام شہر بانو یہ تجویز ہے۔

— پھر علی المرتضیٰ نے خوش نصبری کے طور پر حضرت حسین کو فرمایا کہ تیرے لیے

اس سے فرزند ہوگا جو اپنے دور میں تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا اس کے بعد زین العابدین اس سے متولد ہوئے۔

ابن عبثہ کے بیان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ یہ لڑکی فنزحہات مداین میں آئی تھی اور عمر بن الخطاب نے حسین بن علی کو عنایت فرمائی۔

ایک وضاحت

اہل علم پر واضح ہو کہ ”بدروزگار بادا بہ مزارا“ جملہ کا مطلب اسی صافی شرح اصول کافی میں عبارت ذیل تحریر ہے

(بُرمز پدیر خسر و پدیرت) مراد این باد شت نام خسر و پدیرت کہ

مومنین شدہ و نامہ رسول اللہ را پارہ پارہ کردہ تا کار با نجا رسید۔

(صافی شرح اصول کافی، ص ۲۰۴-۲۰۵۔ کتاب الحجۃ)

جزء سوم، حصہ دوم۔ مولد علی بن الحسین طبع نوکشتور کھنوا

فصل اہد ا کا خلاصہ

(۱)

حضرت سیدنا عمر بن الخطابؓ اور اس کی اولاد کے نزدیک حسینؑ شریین کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

(۲)

اور ان حضرات کی ایک دوسرے کی جانب آمد و رفت رہتی تھی اور باہمی توفیر و عزت کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

(۳)

سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف سے بعض اوقات حسینؑ کو پوشاک و لباس بھی عنایت کیا جاتا تھا۔

(۴)

اور فاروقی خلافت کی جانب سے حسینؑ کے لیے باقاعدہ سالانہ وظائف اور عطایا و ہدایا دیتے جاتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے ۴

(۵)

فاروقی خلافت کے دوران سیدنا حسنؑ اسلامی فوج میں شمولیت رکھتے تھے اور شریک کار رہتے تھے۔

(۶)

اوسنی مجتہدین و علماء کی تحقیق کے موافق سیدنا حسینؑ کو ایک بیوی اسلامی قنوت میں سے فاروق اعظمؓ نے عطا کی تھی اور انہوں نے بخوشی قبول کی تھی۔ اس محترمہ خاتون سے زید العابدین متولد ہوئے۔

اس واقعہ کے ذریعہ ثابت ہوا کہ:

خلافتِ فاروقی برحق تھی، غاصبانہ نہ تھی اور اس کے فوجی تصرفات سب درست تھے۔ اور اس کے غنائم کو اخذ کرنا شرعاً صحیح تھا۔ حضرت علیؑ اور ان کے صاحبزادے فاروق اعظمؓ سے اپنے تمام حقوق مالی وصول فرمانے تھے۔ اور ان حضرات کا آپس میں کوئی سیاسی و مذہبی اختلاف ہرگز نہ تھا۔ یہ تاریخی واقعات ان گزارشات پر شاہدِ عادل ہیں۔

فصل چہارم

فصل نہد اباب سوم کا آخری فصل ہے اس میں حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علیؓ بن ابی طالب کے مابین وہ واقعات جمع کیے جائیں گے جو حضرت فاروقؓ کی زندگی کے آخری حالات کے متعلق ہیں۔

ان کے چند عنوانات قائم کر کے ایک ترتیب کے ساتھ پیش خدمت کیے جاتے ہیں۔ ہر عنوان کے بعد اس کے فوائد و ثمرات ذکر کرنے کے بجائے تمام عنوانات تحریر کرنے کے بعد یکجا ان کے نتائج درج کیے جائیں گے جن کے بعد ہر منصف مزاج ان دونوں بزرگوں کے حسن تعلقات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا اور ایک انصاف پسند انسان یقیناً ان دونوں کی تازلیست دوستی کی توثیق کرے گا۔

(۱)

فاروقی انتقال کی پیشگوئی

خواب کی سورت میں

علامہ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی نے اپنی مسند حمیدی میں اور امام احمد نے مسند امام احمد میں ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں ایک فاروقی خواب کا ذکر ہے جس کی تعبیر حضرت علی المرتضیٰ کی اہلبیہ اسماء بنت عمیس نے بیان کی کہ یہ موت کی طرف اشارہ ہے اور ایک عجیب شخص ان پر فائدہ مند حملہ کرے گا۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

»... إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَحَمِدَ

اللَّهِ وَاشْتَمَى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ

أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتَ رُؤْيَا لَا أَرَاهَا إِلَّا لِحُضُورِ أَحِبِّي
رَأَيْتَ كَأَنَّ دِيكَانَ قَرْنِي نَقْرَتَيْنِ قَالَ وَذَكَرَ لِي أَنَّهُ دِيكَانُ أَحْكَرُ
فَقَصَصْتُهَا عَلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ فَقَالَتْ

يَقْتُلُكَ رَجُلٌ مِنَ الْعَجَمِ (روایت طویلہ سے)۔

... قَالَ فَخَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَأَصْبَحَ يَوْمَ الْأَمْرِ بَعَاءُ۔

(امام احمد تحت حدیث ابن عمر بن الخطاب جلد اول ص ۱۵ مطبوعہ مصر۔

۱۲) منہ حمیدی۔ تحت حدیث ابن عمر بن الخطاب ج ۱

طبع مجلس علمی کراچی و ڈابھیل۔

» حاصل یہ ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت عمر فاروق نے مجمعہ کے دن
منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کی پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا
ذکر خیر فرمایا پھر ابوبکر الصدیق کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میں نے
ایک خواب دیکھا ہے۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ میری موت قریب
آگئی ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ ایک مرنج مرغا ہے اُس نے میرے شکم میں دو
تین بار اپنی چوچ سے ٹھونکنے لگائے ہیں۔ اس خواب کو میں نے اسماء بنت
عمیس (حضرت علی کی اہلیہ) کے پاس بیان کیا۔ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ
عجم کا ایک آدمی تجھے قتل کر دے گا روایت کنندہ
کہتا ہے کہ عمر فاروق نے مجمعہ کو یہ خطبہ دیا اور چہا شنبہ یعنی بڑھ کو ان پر
یہ مصیبت پہنچی۔

(۲)

حضرت سیدنا عمر فاروق کے اسلام و ہجرت و خلافت و بیاننداری کے متعلق حضرت علیؓ و ابن عباسؓ کی شہادت

جب خلیفہ ثانی فاروق اعظمؓ پر مغیرہ بن شعبہ کے عجمی و مجوسی غلام (ابو لؤلؤ فیروز نامی) نے ذوالحجہ ۳۱ھ کی آخری تاریخوں میں قاتلانہ حملہ کیا حضرت عمر صبح کی ناز ٹپ چھا رہے تھے۔ اس کے بعد عمر فاروق کو مسجد سے اٹھا کر ان کے مکان پر لایا گیا۔ آپ تین روز زندہ رہے ہیں پھر یکم محرم ۳۲ھ کو انتقال ہوا۔

اس دوران میں صحابہ کرام کی مختلف اوقات میں اپنے خلیفہ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ایک بار حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباسؓ فاروق اعظمؓ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ فکرِ آخرت کے غلبہ کی وجہ سے اپنے حق میں پریشانی کا اظہار کرنے لگے تو ان کی تسلی و تشفی کے لیے عبداللہ بن عباسؓ نے اپنا بیان ذکر کیا اور حضرت علیؓ نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ اس موقع کی عبارت اس طرح ہے۔

(۱)۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ حَنِيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى عُمَرَ حِينَ أُصِيبَ فَقَالَ ابْتَشِرْ فَوَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ إِسْلَامُكَ عِزًّا وَلَقَدْ كَانَتْ هِجْرَتُكَ فَتْحًا وَوَلَايَتُكَ عُدْلًا وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوْتِيَ وَمَوْعِنُكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَتُوْتِيَ وَهُوَ عِنْدَكَ رَاضٍ وَ لَقَدْ وُلِّيتَ فَمَا اخْتَلَفَتْ فِي وَ لَايَتِكَ إِثْنَانِ قَالَ عُمَرُ أَتَشْهَدُ بِدَايِكَ؟ قَالَ فَكَلَعَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عَلِيُّ نَعَمْ نَشْهَدُ بِدَايِكَ “

(۱) — کتاب الآثار لمام ابی یوسف ص ۲۰۷۔ رقم نمبر ۹۲۵
حیدرآباد دکن۔

(۲) — سیرت عمر بن الخطاب لابن جوزی، ص ۱۹۳۔ طبع مصر
۳۳، — شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید مغنری و شیبی ص ۲۱۵ - ۲۱۶۔ جلد ۱ سنہ
بجست فی الآثار التی وردت فی موت عمر و الکلام قالہ عند ذلک طبع بیروت
۴۲۔ ادب المفرد للبخاری ص ۱۷۷۔ باب یتخطا علی صاحب المجلس
حاصل مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس حضرت عمرؓ کے پاس گئے جبکہ
ان پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا اور کہنے لگے کہ آپ کو خوشخبری ہو اللہ کی قسم آپ کا
اسلام لانا مسلمانوں کے لیے، باعثِ عزت ہو۔ آپ کا ہجرت کرنا وجہ
کثرتِ ایش ہو۔ آپ کی خلافت سراسر عدل تھی۔ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ
و سلم کے اصحاب و ہم نشین تھے نبی کریم نے آپ سے رضامندی کی حالت میں
انتقال فرمایا پھر آپ ابو بکر الصدیق کے ہم نشین تھے وہ بھی رضامند ہو کر آپ
سے رخصت ہوئے۔ آپ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا
یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! تو اس چیز کی گواہی دینا ہے
تو ابن عباس مستمتے۔ پاس حضرت علیؓ موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا یا ابن
ہم اس حقیقت کے گواہ ہیں۔ (آپ توقف و تردید نہ کریں)۔

— ناظرین کرام کو معلوم رہے کہ:

عبداللہ بن عباس و علی المرتضیٰ کا حضرت عمرؓ کے پاس آخری اوقات میں جا کر حبیبت کی
خوشخبری سنانے کے اس واقعہ کو (بہ نفاوت الفاظ) علامہ الزجاجی نے میمون بن ہبران
کے ذریعہ عبداللہ بن عمرؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

کتاب الامالی، ص ۱۰۵۔ ابی القاسم عبد الرحمن بن اسحاق
الزجاجی المتوفی ۳۴۰ھ۔ طبع اول مصری

یہاں پر واضح ہو کہ جس طرح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمر پر رضامندی کی گواہی حضرت علیؑ نے دی ہے اسی طرح حضرت علیؑ پر رضامند ہونے کی گواہی حضرت فاروقؓ سے منقول و مندرج ہے۔ بخاری شریف میں ہے :-

..... قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَدَّي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَهُ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ

”یعنی عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال

ہوا درآن حالیکہ وہ حضرت علیؑ سے راضی و خوش تھے“

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۲۵، باب مناقب علیؑ - طبع نور محمدی دہلی)

(۳)

قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت علیؑ کی طرف سے کمال اظہارِ ہمدردی

..... عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ

قَالَ لَمَّا طَعَنَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَ إِلَى حَلْقَتِهِ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ

كَأَنَّهُمْ يَجْلِسُونَ بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمَنْبَرِ فَقَالَ يَقُولُ لَكُمْ عُمَرُ أَنْشَدُكُمْ

اللَّهُ أَكَانَ ذَاكَ عَنْ رِضَا مِنْكُمْ فَتَدَا الْقَوْمُ فَقَامَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

فَقَالَ أَلَا رَدِدُونَا إِنَّا رَدَدْنَا فِي عُمَرَكَ مِنْ أَعْمَارِنَا

(۱) - حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، ج ۳، ص ۱۹۹

”تذکرہ جعفر صادقؑ“ - طبع مصر -

(۲) - المصنف بعد الزراق ص ۵۱-۵۲، ج ۶ - طبع بیروت

(۳) - ص ۳۵۴ - ج ۱۰ -

”یعنی جعفر صادقؑ اپنے والد امام باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف

کے درمیان بدری صحابہ کرام تشریف رکھا کرتے تھے۔ عمر بن الخطاب پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہا بھجا کہ تمہیں قسم دے کر عمر بن الخطاب دریافت کرتے ہیں کہ تم ایسے واقعہ پر رضامند ہو؟ یا تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ وغیر صحابہ پر گریہ طاری ہو گیا اور حضرت علیؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہرگز نہیں! ہم تو دوست رکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمر بن الخطاب کو زندگی دے دی جائے اور ان کی حیات دراز ہو۔

فَارِثُ الْعَظْمِ كَوْحُضْرَتِ عَلِيٍّ كَاخْتِ الْمِيَامِ حَسَنِ كَاتَيْدِ كَرَانَا

”عَنْ أَبِي مَطْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حِينَ طَعَنَ وَجَعَاءَ أَبُو لَوْلُؤٍ وَهُوَ يُكَلِّمُنِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ أَبْكَانِي خَيْرَ السَّمَاءِ أَيْدُ حَبِيبِي إِلَى الْجَنَّةِ أَمْ إِلَى النَّارِ؟ فَقُلْتُ لَهُ أَبَشِّرُ بِالْجَنَّةِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا لَا أَحْصِيهِ سَيِّدُ الْكَهْوَلِ أَهْلُ الْجَنَّةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنْعَمَ فَقَالَ شَاهِدْ أَنْتَ لِي يَا عَلِيُّ بِالْجَنَّةِ؟ قُلْتُ نَعَمْ وَأَنْتَ يَا حَسَنُ فَاشْهَدْ عَلِيَّ أَيْبِكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عُمَرَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ“

دکنز افعال وحوالہ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۶۴ باب

فضائل عمر فضل فی وفاتہ - طبع قدیم - دکن

» ابو مطر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا وہ فرماتے تھے جب مجھ

غلام ابو لؤلؤ نے حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا تھا تو میں عمر بن الخطاب کے پاس پہنچا۔

عمر بن الخطاب روزِ بے تھے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمر نے کہا کہ میرے حق میں جو آسمانی فیصلہ ہے وہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں؟ اس وجہ سے روتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کو جنت کی خوشخبری ہو، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار دفعہ سنا کہ آپ فرماتے تھے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ابو بکر و عمر ہونگے اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اے علیؑ، آپ اس بشارت کے گواہ ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں میں گواہ ہوں اور اپنے پیٹے حسنؑ کو بھی کہا کہ تو بھی اس امر کی شہادت دے کہ بفرانِ نبوی عمر اہل جنت میں سے ہیں۔“

(۵)

مجلسِ شوریٰ کا انتخاب اور اس میں حضرت علیؑ کی شرکت

جب حضرت فاروق اعظمؓ کے آخری لمحات آگئے اور زندگی سے یائوس ہو گئے تو آپ نے متعدد وصایا فرمائے اور اقارب و اہل جانب کو نصیحتیں فرمائیں۔ اس موقع کی ایک مشہور وصیت ہے جو سنی و شیعہ سب علماء نے اپنے اپنے موقع پر درج کی ہے۔ وہ اسلام کی خلافت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے تجویز فرمائی تھی۔

— یعنی اہل اسلام کے اکابر حضرات میں سے چھ نفر کا انتخاب فرما کر حکم دیا کہ ان چھ بزرگوں (حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، آل زبیر، طلحہ، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص) میں سے جس ہستی پر اتفاق راستے ہو جائے اس کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المؤمنین تسلیم کر لیا جائے اور یہ فیصلہ تین روز کے اندر مکمل کیا جائے۔

— اور ان چھ حضرات کے انتخاب کی مسامتت و حکمت خود ہی ساتھ بیان فرمادی

کہ ان بزرگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے رضامند ہو کر رخصت ہوئے تھے۔ اس وجہ سے ان کو باقی لوگوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔
 — اس ششکانہ انتخاب میں حضرت علی المرتضیٰ کو شامل و شریک رکھا گیا جیسا کہ تمام حوالہ جات میں تصریح موجود ہے۔

اب ایک ذخیرہ حوالہ جات سے چند ایک محدثین و مؤرخین کی عبارات ہم پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو اس مسئلہ کے متعلق تسلی ہو جائے۔ آخری حوالہ شیعہ بزرگوں کے اطمینان کے لیے امالی شیخ طوسی سے نقل ہوگا۔ حوالہ مقامات میں اگرچہ عبارت کا فرق پایا جاتا ہے لیکن مضمون و مفہوم واحد ہے۔

مسند حمیدی میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسانید کے تحت یہ مسئلہ درج ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ:

«وَأَنِّي تَقَدَّرْتُ هَذَا الْأَمْرَ بَعْدِي إِلَى هَؤُلَاءِ السَّيِّئَةِ الَّذِينَ قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ دَاحِنٌ وَهُمْ عَثَمَانُ بْنُ مَالِكٍ وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَمَنْ اسْتَحْلَفَ فَهُوَ الْخَلِيفَةُ»

(۱) مسند حمیدی، ج ۱، ص ۱۰۰، تحت احادیث عمر رضی اللہ عنہ
 مجلس علمی کراچی۔

(۲) بخاری شریف، جلد اول، باب مناقب عثمان و فقتة البیتة و مقتل عمر، ص ۵۲۴، طبع نور محمدی دہلی۔

(۳) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۲۰، تحت مسانید عمر بن الخطاب

(۴) طبقات ابن سعد جلد الثانی، باب عمر، ص ۲۴۶
 قسم اول، طبع یورپ۔

(۵) - مُسْتَدَابِ اِبْنِ اَبِي عَاصِمٍ (قلمی) لاجمدين علی بن المنثري الصولي-

ص ۲۰ تحت مسانيد عمر بن الخطاب - نقل شدہ

از پير گوٹھ (سندھ)

(۶) السنن التجري بہتقی، ج ۸، ص ۵۰ کتاب اہل

البعی - باب من جعل الامر شورى... الخ

(۷) انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵ ص ۱۸-۱۷

امر الشورى وبيعة عثمان - طبع جدید نئی کلاں -

(۸) البدايه والنهايه لابن کثیر، ج ۷ ص ۱۳۷-۱۳۸

طبع اول مصری -

- حاصل کلام یہ ہے :-

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ

”خلافت کا معاملہ میں نے اپنے بعد ان چھ نفر کے پُر ذکر دیا ہے

اور ان کے حق میں وصیت کر دی ہے جن سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

انتقال کے وقت راضی و خوش تھے۔ ان میں سے جس پر اتفاق راستے ہو جائے

اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا جائے وہ عثمان بن عفان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف

و سعد بن ابی وقاص ہیں۔“

(۶)

مسئلہ ہذا میں شیعہ بزرگوں کی تائید

اس کے بعد اس مسئلہ پر شیعہ احباب کا معتبر بیان مستند کتابوں سے لکھا جاتا ہے

انصاف پسند ناظرین سے توقع ہے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق پوری طرح مطمئن ہو

جائیں گے۔ شیخ الطائفة شیخ طوسی نے اپنی سند کے ساتھ اپنی تصنیف الامالی میں مروج کیا ہے اور شیخ الصدوق ابن بابویہ القمی نے اس کو اپنی تصنیف علل الشرائع باب ۳۴ میں نقل کیا ہے۔ معائنہ فرمادیں۔

..... عَنْ ابِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَائِلَةَ الْكِنَانِيِّ قَالَ اخْتَصَرْتُ
عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَعَلَكُمْ شُورَى بَيْنِ عَلِيِّ بْنِ ابِي طَالِبٍ وَعَثْمَانَ بْنِ
عَفَّانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ ابِي وَقَاصٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ
رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِيمَنْ يَشَاوِرُ وَلَا يُؤَلِّى

- (۱) الامالی للشيخ ابى جعفر الطوسى ۱۶۷-۱۶۹، جلد ۲۔ طبع نجف اشرف عراق
(۲) علل الشرائع للشيخ الصدوق، ص ۱۷۱ باب ۱۳۴۔ طبع نجف اشرف عراق۔
(سند) تاریخ یعقوبی ص ۱۶۰ ج ۲ تحت حالات وفات عمرؓ۔ طبع بیروت۔
(۳) مروج الذهب للمسعودی الشیبی ص ۳۱۲ ج ۲ تحت ذکر خلافت عمرؓ

» یعنی ابو الطفیل نے کہا کہ جب عمرؓ نے الخطاب کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے (خلافت کے مسئلہ کی خاطر) چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ قائم کر دی اس میں علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ و زبیرؓ سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمن بن عوف شامل و شریک تھے۔

اور اپنے لڑکے عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق فرمان دیا کہ اس کو مشورہ میں لے لیا جائے لیکن اس کو وراثی و حاکم نہ بنانا۔

(۷)

حضرت علیؓ کو خصوصی وصیت کرنا اور نماز کا انتظام کرنا

طبقات ابن سعد باب عمرؓ میں جہاں وصایا عمرؓ کو ر میں دیاں دکھا ہے :-

وَتَقَرَّرَ دَعَا عَلِيًّا فَأَوْصَاكَ تَحْرَامَ صُحْبَتِهِ إِنْ يُعَلِّيَ بِالنَّاسِ . الخ

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۶)

”یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو بلا کر خصوصی وصیت کی اور صہیب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ خلافت کا مسئلہ طے ہونے تک، لوگوں کو نماز پڑھایا کریں“

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ حضرت عمر نے آخری وصایا جہاں فرمائی ہیں۔ وہاں ان چھ حضرات کو قسم دلا کر تقویٰ کی اور عمل و انصاف کرنے کی تاکید کی۔ (بلاذری)

(۸)

حضرت فاروق اعظم کا جب انتقال ہو گیا اور اللہ کے ہاں جا پہنچے تو تمام اہل اسلام پر ہم و غم سبج و الم کے بادل چھا گئے صحابہ کرام مضطرب و بے چین ہو گئے۔ تمام اکابرین اس مصیبت عظمیٰ کی وجہ سے بے انتہا مغموم و محزون تھے۔ حضرت علی نے اس موقع پر حضرت عمرؓ کے حق میں گونا گوں صورتوں میں اظہارِ غم کیا اور کلماتِ محبت فرمائے اور انکی عظمت کو بیان فرمایا۔ ان کی دیانت و امانت کی قدر دانی کی اور عزت افزائی فرمائی۔

حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی طرف سے موقعِ ہذا کے بیانات کثیر و میں سے صرف دو تین فرمودات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ناظرین حضرات اس سے ان دونوں بزرگوں کے حسنِ تعاقبات اور باہمی عقیدت مندی کا اندازہ لگا سکیں گے۔

حضرت علیؓ کی جانب سے فاروق اعظم
کے حق میں قدر دانی کے کلمات

... عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنْ لِي لَوِ اذِيعَتْ فِي قَوْمٍ فَدَعَا اللَّهُ نِعْمًا

بن الخطاب وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدَّوَصَمَ مَرْفَقَهُ
عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ يَرْحَمَكَ اللَّهُ أَنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ مَعَهُ
مَا جَبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرًا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ لَنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَالطَّلَقْتُ
وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ أَنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا فَأَلْتَفِفْتُ
فَإِذَا عَلَى بَنِي أَبِي طَالِبٍ ؟

(۱)۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۱۹، باب مناقب ابی بکر
وعمر، طبع نور محمدی دہلی -

(۲)۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۴۴، باب فضائل عمر، طبع دہلی -

(۳)۔ سنن ابن ماجہ، ص ۱۰، باب الفضائل، طبع علمی دہلی -

(۴)۔ مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۲، مسند ان حضرت علی

طبع مصر مع منتخب کنفر۔

(۵)۔ کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۵، جلد سادس روایت

۵۷۱۷، طبع قدیم دکن -

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ (انتقالِ فاروقی کے بعد) میں لوگوں میں موجود تھا۔
لوگ حضرت عمرؓ کے گرد اظہارِ تأسف کے لیے جمع تھے اور ان کے خن میں اللہ
تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کر رہے تھے۔ عمرؓ بن الخطاب کو چار پائی پر رکھا گیا
تھا اس وقت میری پشت کی طرف سے آکر میرے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر
حضرت علیؓ المرتضیٰ فرمانے لگے کہ اے عمر اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میں
امید اور توقع رکھتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی
اقدر سلعم و ابوبکر السدیق) کے ساتھ اور معیت میں کر دیگا اور ان سے ملا

دیگا اس وجہ سے کہ میں حضور علیہ السلام سے سُنتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے اس طرح کام کیا اور میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے۔ میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ خارج ہوتے، میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ چل پڑے۔

حضرت علیؓ کا حضرت فاروق اعظمؓ کے اعمانہ پر اظہارِ رشک کرنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا نماز جنازہ کے لیے حضرت عمرؓ کی میت مبارک کو لاکر رکھا گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے تمام اہل اسلام کے سامنے صنوں کے روبرو حضرت فاروقؓ کے ایمان و اسلام کی گواہی دی اور رشک کا اظہار فرمایا۔

— فاروق اعظمؓ کی دیانت و صداقت کے حق میں ایسی قیمتی شہادت اور کسی صحابی سے منقول نہیں ہے جیسی علی المرتضیٰؓ نے پیش کی۔

— گویا فاروق اعظمؓ کی تمام زندگی کی پاکدامنی اور بے عیبی کو ایک مختصر جملہ میں بیان فرماتے ہوئے اپنی کمال عقیدت کا اظہار کیا۔

— حضرت علیؓ کے اس بیان کو ”سجی“ والی روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بہت سے محدثین و فقہاء و مؤرخین سنی و شیعہ نے اس روایت کو اپنے اپنے اسناد

لہ تنبیہ۔ اہل علم کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ روایت مذکورہ بالا جو متعدد محدثین سے ہم نے نقل کی ہے اس کو حکم نیشاپوری نے المستدرک میں ابن عباس سے نقل کیا ہے وَقَالَ فِي آخِرِهَا هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرُوطِ الشَّيْخِينَ وَلَمْ يَخْرُجْ لَهُ (المستدرک للحاکم ص ۶۵ جلد ثالث، کتاب معرفۃ الصحابہ)۔ قولاً ولم يخرجه يقول العبد الضعيف المذنب لكتاب كيف قال الحاكم في القول وان البخاري قد ذكره الرواية مع تفاوت الالفاظ في باب مناقب عمر في صحيحه ج ۱ ص ۵۱۹-۵۲۰) ولم يخرجه البخاري في صحيحه ج ۱ ص ۲۴۲۔ ہذا عقده منہ عافا اللہ ایانا۔ سبحان من لا یسہو ولا یغفل ولا یقلط۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے ساتھ درج کیا ہے۔ ایک ترتیب کے ساتھ ہم بھی یہاں چند روایات ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

کتاب الآثار امام ابو یوسف میں مذکور ہے:

(۱)۔۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ وَهُوَ مُسَجِّي مَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى بِمِثْلِ صَخِيْفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمَسْجِي ۚ

کتاب الآثار امام ابی یوسف ص ۲۱۵ رقم ۹۵۲۔

طبع مصر (مختار اجیاد معارف النعمانیہ۔ دکن)

۔۔۔ اور کتاب الآثار امام محمد بن حسن میں باسند مذکور ہے:

(۲)۔۔۔ قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حِينَ طُعِنَ فَقَالَ رَحِمَكَ اللَّهُ فَوَاللَّهِ مَا فِي الْأَمْرِ مِنْ أَحَدٍ كُنْتُ أَلْقَى اللَّهَ بِصَخِيْفَتِهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ ۚ

(۲) کتاب الآثار امام محمد ص ۱۴۶ باب فضائل الصحابة

طبع الوار محمدی۔ کھنٹو۔ قديم طبع۔

حاصل مضمون یہ ہے کہ امام محمد و امام ابو یوسف نے اپنے اساتذہ امام ابو حنیفہ

سے روایت کی اور امام ابو حنیفہ نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے وہ فرماتے

ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت عمر کی نعش پر حاضر ہو کر فرمایا کہ اس کفن

پوش سے بہترین میرے نزدیک کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب

میں حاضر ہوں جیسا کہ اس کا اعمال نامہ ہے میرا بھی اعمال نامہ ویسا

ہی ہو ۚ

امام محمد باقر کی شہادت

(۳) قاضی ابو مؤید محمد بن محمود الخوارزمی نے اپنی تصنیف ”جامع مسانید الامام الاعظم“ میں متعدد اسانید کے ساتھ اس قول منقوی کو مؤید و مضبوط کیا ہے۔ اس میں سے ایک روایت یہاں پیش کی جاتی ہے جو امام محمد باقر کے ذریعہ منقول ہے:

..... حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ قَالَ أَتَيْتُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقَعَدْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ بِرَحْمَةِ اللهِ هَلْ شَهِدَ عَلِيُّ مَوْتَ عَمْرٍو فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ أَوَكَيْسَ الْقَائِلُ مَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُلْقَى اللهُ بِصَحِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمَسْبُوعِ ثُمَّ رَوَّجَهُ بِذَنبِهِ كَوْلَا اللهُ رَأَاهُ أَهْلًا مَا كَانَ يَذُوقُهَا أَيَّامًا وَكَأَنْتَ أَشْرَفَ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ جَدَّكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُوهَ عَلِيُّ ذُو الشَّرَفِ الْمُنِيفِ وَالْمُنْقِبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَأَمَّا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخُوهَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شِيَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَجَدْتُمَا خَدِيجَةَ

(۴) - جامع مسانید الامام الاعظم للفاضل الخوارزمی -

المتوفى ۳۱۵ھ، ص ۲۰۴، جلد اول، باب فضائل عمر

طبع دائرۃ المعارف دکن -

حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر کی خدمت میں پہنچا، سلام کیا اور بیچھڑ گیا اور گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ آپ پر نزول رحمت فرمائے کیا حضرت عمرؓ کی وفات کے موقع پر حضرت علیؓ موجود

تھے؟

تو محمد باقر فرماتے تھے کہ سبحان اللہ تعجب کی بات ہے یہ قول اُس وقت
کس نے کہا تھا؟ کہ
”لوگوں میں سے کوئی شخص میرے نزدیک اس کفن پوش سے زیادہ
پسندیدہ نہیں ہے کہ اس جیسے اعمال نامہ کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے
ملاقات کروں“

پھر محمد باقر نے فرمایا کہ علی المرتضیٰ نے اپنی دختر اُم کلثومؑ کا حضرت
عمرؓ سے نکاح کر دیا۔ اگر ان کو اس چیز کا اہل نہ سمجھتے تو یہ نزدیک نہ کرتے۔
اور یہ صاحبزادی (اپنے دور کی) تمام عورتوں سے اشراف و برتر تھی۔
اس کے نانا حضرت رسول خدا تھے اور اس کے باپ صاحب مناقب و
فضائل علی المرتضیٰ تھے، اس کی ماں خاتمۃ الزہراء تھی، اس کے بھائی حسینؑ
تھے جو جوان جنتیوں کے سردار ہونگے اور اس کی ماں کی ماں حضرت خدیجہ
الکبریٰ تھی... الخ

مسند امام احمد میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت علی کا یہ قول ذکر کیا گیا ہے:-

(۴) ”... ابو معشر نجیب المدینی صولی بنی ہاشم عن نافع
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَضِعَ عُمَرُ مِنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيْنَ الْمُنْبَرِ
وَالْقَبْرِ فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى قَامَ بَيْنَ يَدَيْ الصَّفْوَتِ فَقَالَ
هَؤُلَاءِ أُمَّاتُكَ مَرَّتِ لَكَ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ! مَا مِنْ حَلْوَى
اللَّهِ تَعَالَى أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَاهُ بِصَحِيْفَتِهِ بَعْدَ صَحِيْفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الْمَسْجِدِ“

(مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۰۹ تحت مسند ابی بنی علیؑ مع منتخب کنز العمال)

(۵) - ... یونس بن ابی یعقوب عن عون بن ابی حنیفہ عن ابيه قال
 كنت عند عمر وهو مسبى ثوبه قد قضى نعيمه فجاء على رضى الله
 عنه فكشف الثوب عن وجهه ثم قال رحمة الله عليك ابا حفص
 فوالله ما بقى بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم احد احب
 الى ان اتقى الله تعالى بصعيفته منك“

(۵) مسند احمد ص ۱۰۹، ج ۱، تحت منادات مرفوضی،

حاصل یہ ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف کے
 درمیان جب عمر فاروق کا جنازہ رکھا گیا تو حضرت علی تشریف لائے اور
 صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر تین بار فرمایا کہ اللہ کی رحمت آپ پر نازل
 ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سے میرے نزدیک کوئی بھی
 اس کفن پوش سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس جیسے اعمال
 کے ساتھ جا کر ملاقات کروں“

(۶) - اور طبقات ابن سعد (باب حالات عمر میں) اس مرفوضی قول کو بارہ عدد روایات

میں نقل کیا ہے۔ پانچ عدد اسناد امام جعفر صادق و محمد باقر دونوں سے مروی ہیں
 تین عدد اسناد صرف محمد باقر سے منقول ہیں۔ ایک عدد سند زید بن علی سے نقل
 کی ہے۔ ایک محمد بن حنفیہ کے مندرجہ سے مذکور ہے۔ باقی اسانید ان ہاشمی بزرگوں
 کے ماسوا لوگوں سے مروی ہیں۔ معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ تمام میں یہی مرفوضی
 کلام بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف ایک روایت اسناد محمد باقر سے نقل کر کے پیش
 کی جا رہی ہے۔ باقی وہاں رجوع کرنے سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ہم نے اہل علم
 کے لیے نشان دہی کر دی ہے۔

— احبرنا الس بن عیاض اللیثی عن جعفر بن محمد عن ابيه ان علیاً

لَسَاغَسِلِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكُفِنَ وَحُمِلَ عَلَى سَرِيرِهِ وَقَفَّ عَلَيْهِ
فَأَنْتَنِي عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللَّهِ مَا عَلَى الْأَمْرِ رَجُلٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَلْفَى اللَّهُ
بِصَعِيْقَتِهِ مِنْ هَذَا الْمُسَبَّحِي بِالتَّوْبِ ۚ

(۶) طبقات ابن سعد، باب حالات عمر علیہ السلام، ص ۲۶۹-۲۷۰

طبع یورپ لیڈن -

۷ - المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۷ - ۳۸ ج ۱۲ -

کتاب الفضائل طبع کراچی

مطلب یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو غسل
دے کر کفنا یا گیا اور چارپائی پر رکھ کر سامنے لایا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ شریف
لائے، حضرت عمر بن الخطابؓ کے جنازہ پر کھڑے ہو گئے اور ان کی تعریف
و توثیق فرمانے لگے (اس دوران فرمایا کہ) اللہ کی قسم کتنی شخص رُوئے زمین
پر مجھے اس کفن پوش سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب
میں اس کے اعمال نامہ جیسا اعمالا مرے کر ملاقات کروں ۚ

ایک انتباہ

اہل علم مطلع رہیں کہ یہ روایت بخاری شریف جلد اول، ص ۵۲۰، باب مناقب عمرؓ
میں مذکور ہے لیکن الفاظ میں قلیل سا تفاوت ہے اور معیت والی روایت کے ساتھ
مرتب و مخلوط کر کے درج کی گئی ہے اور اسی طرح مسلم شریف جلد ثانی باب فضائل عمرؓ میں
یہ روایت ہے لیکن دوسری روایت ان یجعلک اللہ مع صاحبیک کے ساتھ ملاری
گئی ہے۔

(۷) - یہی مسئلہ مستدرک حاکم جلد ثالث کتاب معزۃ الصحابہ میں حاکم نے اپنی سند
کے ساتھ ذکر کیا ہے :-

..... سَمِيَانَ بْنَ عَمِيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ عَلِيًّا دَخَلَ عَلَى عُمَرَ وَهُوَ مُسَبَّحٌ
فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ ثُمَّ قَالَ مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى
اللَّهَ بِمَا فِي صَحِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمَسْبُوحِ ۝

(۷) السننک للحاکم نیشاپوری، ص ۹۳-۹۴، جلد ثالث بیع تلخیص ذہبی
تلخیص ذہبی میں اس روایت پر کچھ نقد نہیں کیا۔ ترجمہ مذکور ہو چکا ہے۔

روایت مسیحی شیعہ بزرگوں میں

ناظرین بانگین کو یہ چیز معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ روایت مذکورہ جو ہم نے متعدد
طرق سے نقل کر کے پیش کی ہے شیعہ علماء و مجتہدین کے ہاں بھی یہ درست ہے۔ حضرت علی
نے حضرت عمرؓ کے جنازہ پر بطور رشک اور غیظہ کے یہ کلمات فرماتے اور علیؓ اس لاشہاد
بیان کیے تاکہ تمام حاضرین پر حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت علیؓ کے جذبات عقیدت واضح
ہو جائیں۔

(۱)۔ الشيخ الصدوق ابن بابويه القمي نے اپنی کتاب "معانی الاخبار" باب ۲۴۵ میں اس
کلام مرتضوی کو باسن نقل کیا ہے۔

«..... نَظَرَ إِلَى الثَّانِي وَهُوَ مُسَبَّحٌ بِشَوْبِهِ مَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ
أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِصَحِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمَسْبُوحِ... الخ»

کتاب معانی الاخبار للشيخ الصدوق، ص ۱۱۷، طبع

قدیم ایران۔ باب ۲۴۵

(۲)۔ روى جعفر بن محمد عن ابيه عن جابر بن عبد الله قال لما غسل
عمر وكفن دخل علي عليه السلام فقال صلى الله عليه وعلى آله
أحد أحب إلي أن ألقى الله بصحيفته من هذا المسبوح بين
أظهورهم»

(۲) - کتاب الشافی، ص ۱۶۱ و ۱۷۷ - بمع
 تلخیص الشافی، ص ۲۲۸ - طبع قدیم ایران)
 حاصل یہ ہے کہ امام جعفر صادق امام محمد باقر سے اور وہ جابر بن عبد اللہ سے
 نقل کرتے ہیں جب عمر بن الخطاب کو غسل دے کر کفن پوشی کی گئی تو اس
 وقت علی علیہ السلام تشریف لاتے اور فرمانے لگے کہ ان پر اللہ کی رحمت
 اور صلوات ہو، روتے زمین پر کوئی شخص میرے نزدیک تم میں سے (اس
 کفن پوشی سے) زیادہ پسندیدہ و محبوب نہیں ہے کہ اس جیسے اعمال امرہ کے
 ساتھ میں اللہ سے جا کر ملاقات کروں“

تنبیہ

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ شیعہ مجتہدین و علماء شیخ صدوق، سید مرتضیٰ
 علم الہدیٰ، شیخ ابو جعفر طوسی وغیر ہم نے مسیحی والی روایت کے بے اصل و جعلی ہونے کا
 قول نہیں کیا البتہ اپنی دیرینہ خصلت کے موافق اس فرمانِ مرنضوی کی تاویل میں تو جہیں ذکر
 کی ہیں اور اس قول کو خبر واحد قرار دے کر اس کے غیر مفید و غیر یقینی ہونے کا فتویٰ صادر
 کیا ہے۔ حالانکہ خبر واحد کا مفید و یقیناً تو مسلمات میں سے ہے اور اس قولِ مرنضوی کو نقل
 کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں لوگ ہیں کہ معنی درجہ شہرت کو پہنچتے ہیں۔ ہر بات کی تاویل
 کر دینا اور نہ تسلیم کرنا عداوت و مخالفت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ تعصب
 کو دور کر کے مسئلہ پر غور کریں۔ نیز تقیہ کا جبر یہ تو ہر مقام میں استعمال کیا جاتا ہے۔
 یہاں بھی آخر الحیل یہی ذکر کیا ہے۔

(۹)

دفن فاروقی میں حضرت علیؑ کا شامل و شریک ہونا

فصل چہارم میں چند عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ ان میں یہ آخری عنوان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے بعد دفن کے وقت حضرت علیؑ کو شریک و شریکاً کے قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں خود اترے ہیں اور اپنے دیرینہ دوست کے حق میں دوستی کا حق آخری دم تک ادا کیا۔ یعنی حضرت فاروق کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے میں شامل و شریک کا رہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

سہ مرا عہد سے ست با جاناں کہ تا جاں در تنم دارم
ہوا خواہاں کو تیش را چو جان خویشتم دارم
(سبحان اللہ)

مشکلہ انہ کی تسلی و رکار ہو تو مندرجہ ذیل مؤرخین و علماء کی عبارات ملاحظہ فرمادیں۔
(۱)۔ ابن جریر طبری نے ۲۳۳ھ کے تحت باب فصۃ الشوریٰ میں بایں الفاظ اس مضمون کو درج کیا ہے:-

وَنَزَلَ فِي قَبْرِهِ يَعْنِي فِي قَبْرِ عُمَرَ الْخَمْسَةَ يَعْنِي أَهْلَ الشُّورَى، الخ

(۱) تاج طبری، ج ۵ ص ۳۸ جلد خامس طبع مصر۔

(۲)۔ اور ابن اثیر خزری نے "الکامل" باب ذکر النجیر عن منقل عمرؓ میں یہ ذکر کیا ہے کہ

نَزَلَ فِي قَبْرِهِ رَعْمَسُ عُثْمَانَ وَعَلِيٌّ وَالذُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ

عُوفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ

(۲) الکامل لابن اثیر ج ۳ ص ۲۸، باب مذکور

(۳) حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد سابع میں ان الفاظ میں یہ مسئلہ درج کیا ہے:-
 نَزَلَ فِي قَبْرِ مَعْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَهْلَ الشُّوْرَى سِوَى طَلْحَةَ
 فَإِنَّهُ كَانَ غَائِبًا... الخ

(۳) البدایہ لابن کثیر جلد سابع، ص ۱۲۵- طبع مصر۔

مندرجات بالا کا حاصل یہ ہے کہ

”صہیب رومی نے حسب وصیت فاروقی جنازہ پڑھایا اس کے بعد (رضیہ ثنبوی میں) حضرت عمر کو قبر میں اتارنے کے لیے اہل الشوریٰ حضرات عثمانؓ و علیؓ و زبیرؓ و عبدالرحمنؓ و سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ شریک عمل ہوئے سوا حضرت طلحہؓ کے وہ اس وقت غائب تھے۔ (مدینہ میں موجود نہ تھے)“

فوائد فصل چہارم

فصل چہارم کے انتہام پر چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں جیسا کہ فصل ہذا کی ابتداء میں وعدہ کیا تھا۔

(۱)

پیش کردہ روایات میں سے بعض روایتوں کی بڑی سنہری سندیں ہیں جن کو ”سلسلۃ الذہب“ کے نام سے تعبیر کرنا روا ہے جیسے کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی روایتیں ہیں۔ یہ سندات ائمہ نے ائمہ سے روایت کی ہیں۔

نیز معلوم ہوا کہ ان حضرات میں باہمی افادہ و استفادہ ہوتا تھا۔ یہ چیز ان کے آپس میں ارتباط و روابط پر دلالت کرتی ہے۔

(۲)

حضرت فاروق نے اپنے خراب کی تعبیر حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس سے دریافت کی جس میں ان کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔ یہ ان بزرگوں کی باہمی محبت کی دلیل ہے۔

(۳)

نیز حضرت علی المرتضیٰ نے اس چیز کی شہادت دی کہ عمر بن الخطاب سے نبی آمد صلی اللہ علیہ وسلم رضامند ہو کر رخصت ہوئے، یہ ان کے کمال ایمان کی عظیم گواہی ہے۔

(۴)

اور خلافتِ فاروقی کے متفق علیہ ہونے کی حضرت علیؓ نے تصدیق و توثیق کی یعنی فرمایا کہ یہ خلافت نہ غاصبانہ تھی نہ منتقلبانہ تھی۔ نہ اختلافی تھی۔ حضرت عمرؓ کے منتخب ہونے میں اختلاف کو کچھ دخل نہ تھا۔

(۵)

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنی زندگی کو فاروقی زندگی پر قربان کر دینے کا اظہار فرمایا اور سوائے انبیاء کے ساتھ ہی انہیں اہل جنت کے سردار ہونے کی خوشخبری زبانِ نبوت سے سنائی۔

(۶)

جو مجلس شوریٰ انتخابِ خلیفہ کے لیے تجویز کی اس میں حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰ کو شامل و شریک کیا جو ان پر کمال اعتماد کی علامت ہے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کے حق میں حکم دیا کہ اس سے مشورہ تو لے لیں لیکن اسے حکومت کا کوئی عہدہ نہ دیا جائے۔ یہ فاروقِ اعظم کی گمانِ بے غرضی اور بے نفسی کی بے نظیر مثال ہے۔

(۷)

حضرت عمر فاروقؓ نے آخری اوقاتِ زندگی میں حضرت علیؓ کو خصوصی وصیتیں فرمائی تھیں جو ان بزرگوں کے باہم اخلاص و خیر خواہی کی نشانی ہے۔

(۸)

حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصیتِ اکبر کے ساتھ دائمی بیعت کا حُسن ظن رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔

(۹)

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے اعمال نامہ کے حق میں حضرت عمرؓ جیسا اعمال نامہ ہونے کی تمنا کی جو فاروقی دیانت کے کمال کا بے مثال ثبوت ہے اور ان کے حُسن اعمال و پاکیزہ کردار کی عمدہ دلیل ہے۔

(۱۰)

نیز ان مرویات سے عیاں ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کے غسل و کفن کے وقت موجود تھے اور نماز جنازہ و دفن میں شریک تھے حتیٰ کہ حضرت فاروقؓ کو قبر میں اتارنے کے آخری مرحلہ میں بھی حضرت علیؓ شامل تھے اور اپنے دیرینہ رفیق کا حقِ نفیث ادا کر رہے تھے۔

— ان تمام احوال و کوائف سے نمایاں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آخری دم تک ان بزرگوں کے باہمی تعلقات انتہائی مخلصانہ تھے اور یہ مراسم تازہ بہ تازہ قائم رہے۔

— حقیقت یہ ہے کہ یہ اکابر حضرات ایک دوسرے سے جدا نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے قریب تھے اور ایک دوسرے سے منقبض نہیں تھے بلکہ مرتبط تھے۔ ایک دوسرے سے منحرف نہیں تھے بلکہ باہم منسلک تھے۔ ایک دوسرے سے داہن کش

نہیں تھے بلکہ وابستہ تھے۔ ایک دوسرے سے رُوگردان نہیں تھے بلکہ آپس میں گرویدہ تھے۔ ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے والے نہیں تھے بلکہ ادا کرنے والے تھے۔
وَاللّٰهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ

باب چہارم

اس باب میں یہاں دو فصل قائم کیے جاتے ہیں۔ فصل اول میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ فاروق اعظمؓ کے تعلقات اور باہم عقیدت مندی کے واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔ دوسرے فصل میں آپ کے اور حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس اور حضرت عمرؓ کے باہمی روابط اور مراسم درج ہونگے۔

مندرجات ہذا بتلا رہے ہیں کہ حضرت فاروقؓ بنی ہاشم کے نہایت قدر دان تھے اور ان کی عزت و احترام کو ہر مرحلہ پر ملحوظ و محفوظ رکھتے تھے۔

فصل اول

فصل ہذا میں پانچ عدد عنوانات قائم کیے جاتے ہیں:

عنوان اول: طلبِ باران میں توسل

منقصہ یہ ہے کہ فاروقی دورِ خلافت میں جب کبھی بارش نہ ہوتی تھی اور لوگ تنگ ہو جاتے تھے تو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے حضرت عمر فاروقؓ بہ ندرت میر کرتے کہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب عم نبویؐ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جناب باری تعالیٰ میں توسل کرتے ہوئے

اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت طلب کرتے تھے۔ چنانچہ واقعہ ہذا اپنی کمی بیشی کے ساتھ کتبِ ذیل میں موجود ہے :-

یہاں صرف بخاری شریف جلد اول البواب الاستسقاء سے واقعہ نقل کیا جاتا ہے :-

”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا تَحَطَّوْا اسْتَسْقَى بِأَبِصَاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِسَبِيئَاتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ سَبِيئَاتِنَا فَاسْقِنَا قَالَ قَبِيضُونَ“

(۱)۔ بخاری شریف، جلد اول ص ۱۳۷۔ پارہ چہارم۔

البواب الاستسقاء۔ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲)۔ تالیف خلیفہ ابن خیاط (المتوفی ۱۸۰ھ) تحت

سنتہ ثمان عشرۃ ص ۱۰۹۔ طبع جدید۔

(۳)۔ المستدرک للحاکم مع تخمین للذہبی، ج ۳ ص ۳۳۲

کتاب معرفۃ الصحابہ۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۴) کنز العمال للعتقی البندی، جلد سابع ص ۶۵۔ بحوالہ ج۔

ابن سعد۔ ابن خزیمرہ۔ ابی عوانہ وحب وطلب و سہقی۔

طبع قدیم حیدرآباد دکن۔

حاصل یہ ہے کہ :-

”انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب لوگوں میں قحط پڑ جاتا تو عمر فاروق عباسیؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ توسل کرتے ہوئے اللہ سے بارش طلب کرتے تھے اور جناب باری کی خدمت میں عرض کرتے کہ اے اللہ ہم تیری طرف تیرے نبی کے ذریعے توسل پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش عنایت فرمادیتا تھا۔ اب ہم

اپنے نبیؐ کے چچا کے ذریعہ تیری جناب میں توسل کرتے ہیں تو میں بارانِ رحمت عنایت فرما۔ اُسؑ کہتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے (باشِ برستی تھی) اور لوگوں کو پانی مل جاتا تھا۔“

مسندِ رکِ حاکم وکنز العمال کی روایت میں مزید یہ اضافہ پایا جاتا ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ دیا، اس میں فرمایا کہ اے لوگو! سردارِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس کے حق میں پوری طرح تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے تھے اور ان کی قسم کو پورا کرتے تھے جس طرح ایک بیٹا اپنے والد کے حقوق کی رعایت کرتا ہے پس اے لوگو! اپنے نبیؐ کے چچا کو تم کے حق میں اپنے نبیؐ کی افتداء کرو اور پیش آمدہ مصائب میں اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناؤ۔

— عنوانِ دوم —

حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان میزاب کا ایک واقعہ

— واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی کی طرف جانے کے

راستہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک میزاب یعنی پینالہ لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ اس کے نیچے گزرنے سے حضرت عمرؓ کے کپڑے خراب ہو گئے۔ انہوں نے میزاب کو یہاں سے اٹھا دینے کا حکم دیا اور حضرت عباسؓ نے معارضہ کیا۔

اس کی تفصیلات مندرجہ ذیل حدیث و سیر کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہم یہاں حضرت

مسند احمد کی عبارت نقل کرتے ہیں:-

— عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَخِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

كَانَ لِلْعَبَّاسِ مِيزَابٌ عَلَى طَرِيقِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَبَسَ

عُمَرُ ثِيَابَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ كَانَ ذِمَّحٌ لِلْعَبَّاسِ فَرُحَانٍ فَلَمَّا وَافَى

الْمِيْرَابِ صُبَّ مَاءٌ بِدَمِ الْفَرَخَيْنِ فَأَصَابَ عُمَرُ وَفِيهِ دَمُ الْفَرَخَيْنِ
فَأَمَرَ عُمَرُ بِغُلْعِهِ ثُمَّ رَجَعَ عُمَرُ فَلَمَّحَ ثِيَابَهُ وَكَبَسَ ثِيَابًا أُخْرَى
ثِيَابَهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنَّهُ
لَمَوْضِعُ الَّذِي وَصَّعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ
لِلْعَبَّاسِ وَأَنَا أَعَزُّمُ عَلَيْكَ لَمَّا صَعَدْتَ عَلَى ظَهْرِي حَتَّى تَضَعَهُ فِي
الْمَوْضِعِ الَّذِي وَصَّعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَعَلَ
ذَلِكَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ۝

(۱) - مسند احمد، جلد اول، ص ۲۱۰، معہ منتخب کنز۔ تحت
مسندات عباسؓ۔

(۲) - المصنف لعبد الرزاق، ج ۸ ص ۲۹۲، طبع بیروت
(۳) - کتاب المراسل لابن داؤد سليمان بن الأشعث السجستاني ص ۱۷۸
باب ما جاء في الضرار مطبوعه مصر۔
(۴) - مجمع الزوائد للهيتمي جلد ۴ ص ۲۰۶ - باب في الصلح - رواه
احمد ورجالہ ثقات -

(۵) - سير اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲ ص ۷۰ - تذکرہ عباس بن عبدالمطلب۔

— مندرجہ روایت کا خلاصہ یہ ہے

» حضرت عباس بن عبدالمطلب کے بیٹے عبید اللہ بن عباس (جو عبد اللہ
بن عباس کے بھائی ہیں)، بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ ثانی عمر فاروق جس راستے سے
گزر کر مسجد نبوی میں تشریف لاتے تھے، اس راستہ پر مارے والد عباس
بن عبدالمطلب کے مکان کا میزاب یعنی پرنالہ لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے
روز حضرت عمرؓ کپڑے پہن کر مسجد کی طرف تشریف لارہے تھے اور حضرت

عباس کے لیے ان کے مکان کی چھت پر دو چوڑے ذبح کیے گئے تھے۔
 میزاب سے ان کا خون اور پانی ٹپک کر حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر گر گیا۔ حضرت
 عمرؓ نے حکم دیا کہ میزاب کو یہاں سے اگھیر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے واپس
 تشریف لا کر لباس تبدیل کیا پھر مسجد میں پہنچے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔
 اس کے بعد حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا
 کہ اللہ کی قسم یہ میزاب تو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام میں
 نصب کرایا تھا۔ آپ نے اس کو اگھیر دیا ہے تو حضرت عمرؓ فاروق نے کہا
 کہ اے عباسؓ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار
 ہو کر اس میزاب کو وہیں لگا دیں جہاں نبی کریمؐ نے نصب فرمایا پس عباس
 بن عبدالمطلب نے اسی طرح کیا۔“

— عنوان سوم —

حضرت عباسؓ کا مقام عمر فاروقؓ کی نظر میں

تاریخ ابن جریر طبری میں ۳۵ھ کے تحت فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عباسؓ
 اور حضرت عمرؓ کے سفر شام کا ایک واقعہ منقول ہے۔ اس میں باہمی اکرام و اعزاز کی متعدد
 چیزیں برآمد ہوئی ہیں کئی علماء نے اس کو نقل کیا ہے چند ایک حوالے یہاں ثبت کیے جاتے
 ہیں :-

... عَنْ عَبْدِ بْنِ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا اسْتَمَدَّ اَهْلُ الشَّامِ
 عُمَرَ عَلَى اَهْلِ قَسَطِيْنِ اسْتَخْلَفَ عَلِيًّا وَخَرَجَ مِيْدًا لَّهُمْ فَقَالَ عَلِيٌّ
 اِنَّ مَخْرَجَ بَنِي سَيْدِكَ اِنَّكَ تَرْبِيْدُ عَدُوًّا كَلْبًا فَقَالَ اِنِّي اِيَادِمُ بِحِمَارِ
 الْعَدُوِّ مَوْتِ الْعَبَّاسِ اِنَّكُمْ لَوَقَفْتُمْ لَمَّا الْعَبَّاسِ لَا تُتَفَضُّ بِكُمْ الشَّرُّ

كَمَا تَنْقِضُ أَوَّلَ الْحَبْلِ ۝

- (۱) - تاریخ ابن جریر الطبری جلد ۱ ص ۵۹ تحت السنۃ
الخامسة عشر، باب ذکر فتح بیت المقدس طبع مصفیوم
- (۲) - سیر اعلام النبلاء للذہبی، جلد ثانی، ص ۵۸ - تذکرہ
عباس بن عبدالمطلب -
- (۳) - کنز العمال (بحوالہ سیف کمر) ج ۷، ص ۶۹ -
روایت ۵۶۸ طبع قدیم -

خلاصہ یہ ہے کہ :-

جب اہل شام نے فلسطینیوں کے خلاف حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق
سے (مرکزی) امداد طلب کی تو حضرت عمر ان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے
نکلے اور حضرت علی بن ابی طالب کو مدینہ پر اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔
اس وقت حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت فاروق کو (خیر خواہانہ) طور پر ذکر
کیا کہ آپ بذات خود کہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ جس دشمن کا
ارادہ کر رہے ہیں وہ ایک کتے کی مثال ہے (یعنی جیسے کتے کے حملہ سے
احتیاطاً بچاؤ رکھا جاتا ہے اس طرح آپ کو بچاؤ رکھنا چاہیے) حضرت عمر
نے (جو اب ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا میں حضرت عباس بن
عبدالمطلب کی زندگی میں جہاد کی طرف مبادرت اور جلدی کرنا چاہتا ہوں،
اگر (خدا نخواستہ) حضرت عباس تم سے مفقود ہو گئے تو تم پر شر ٹوٹ پڑگی
جیسے رسی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔

(فاضل ذہبی نے مزید ذکر کیا کہ)

حضرت عباس ان کے پیش پیش ایک گھوڑے پر سوار تھے، سیدنا عباسؓ

بڑے جمیل و خوبصورت مرد تھے۔ رومی فرج کے جرنیل اور سیسیائیوں کے پیشوا اسٹن سے آتے اور ان کو خلیفہ اسلام سمجھ کر سلام کہتے، حضرت عباسؓ اشارہ کرتے کہ یہیں خلیفہ نہیں ہوں وہ عمر بن الخطاب خلیفہ المسلمین ہیں۔“ اور کنز العمال میں یہ بھی مذکور ہے کہ:

”اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کے مسئلہ پر ۳۲ھ میں حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا۔ اللہ کی قسم (اس وقت سے) لوگوں پر شر ٹوٹ پڑا اور پھیل گیا۔“

— عنوان چہارم —

حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی نگاہ میں حضرت عباسؓ کا احترام

بزرگوں کا احترام و اکرام اسلام کے واجبات میں سے ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ان حضرات خلفاء سے عمر رسیدہ ہونے کے علاوہ عم نبوی ہونے کی وجہ سے بھی قابلِ صد تکریم و تعظیم تھے۔ اس بنا پر ہر دو خلفاء (حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ) اپنے اپنے دورِ خلافت میں ان کی بہت توقیر پیش نظر رکھتے تھے۔

اس مسئلہ کے لیے حوالہ جات ذیل کا مطالعہ فرمادیں:

— إِنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَمْ يَمُرَّ بِعَمْرٍو وَلَا بِعُثْمَانَ وَهُمَا رَاكِبَانِ إِلَّا نَزَلَا حَتَّى يَحْوِزَا الْعَبَّاسَ إِجْلَالًا لَهُ وَيَقُولَانِ عَمَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ —

(۱) — الاستيعاب لابن عبد البر جلد ثالث، محلہ صابہ

ص ۹۸۔ تذکرہ عباس بن عبدالمطلب۔

(۲) — سیر اعلام النبلاء للذہبی جز ثانی، ج ۲ ص ۹۸ تذکرہ عباسؓ۔

(۳) — تہذیب التہذیب ص ۱۲۲، ج ۵۔ تحت عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

اور کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر اس طرح درج ہے کہ
 ”... عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي وَلَا يَتَّبِعَانِي إِلَّا يَلْقَى الْعَبَّاسَ
 مِنْهُمَا وَاحِدًا وَهُوَ رَاكِبٌ إِلَّا نَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ وَقَادَهَا وَمَشَى مَعَ
 الْعَبَّاسِ حَتَّى بَلَغَهُ مَنْزِلَهُ أَوْ مَجْلِسَهُ فَيَقَارِقُهُ“

(۳) - کنز العمال، ج ۷ ص ۶۹ - روایت ۵۶۷ طبع اول تیرم

حاصل یہ ہے کہ:

”حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمانؓ دونوں بزرگوں کا معمول تھا کہ
 سواری پر سوار ہو کر جا رہے ہوں اگر (سامنے سے) حضرت عباسؓ تشریف
 لائیں یا ان پر گزر رہو ہاتھ تو ان کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے خود سواری
 سے اتر جاتے اور کہتے کہ ہمارے نبی محترم کے چچا تشریف لا رہے ہیں“

(کنز العمال میں ہے) کہ اگر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سواری پر جا رہے ہوں اور سامنے
 حضرت عباسؓ کی ملاقات ہو جائے تو اپنی سواری سے اتر جاتے اور حضرت عباسؓ کے ساتھ
 چل دیتے حتیٰ کہ ان کی منزل تک ان کو پہنچاتے یا اُس مجلس تک جہاں انہوں نے پہنچنا
 ہوتا ان سے جدا نہ ہوتے۔

— عنوانِ پنجم —

فاروقی خلافت میں حضرت عباسؓ کے مالی حقوق کی رعایت

خلافتِ فاروقی کے اواخر میں فتوحاتِ کثیرہ کی وجہ سے بہت اموال پہنچے اور حضرت
 عمرؓ کی مجلس میں تقسیمِ اموال کے سلسلہ میں مشورہ کا اجتماع ہوا۔ فیصلہ ہوا کہ جن لوگوں کی
 اسلام کے لیے زیادہ اور قدیم خدمات ہیں ان کو مقدم رکھا جائے۔
 نیز حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو

زوات دینے میں مقدم رکھا جائے اور وظیفہ خواروں کے لیے ایک فہرست مرتب کیے
بیت المال میں محفوظ کر دی جائے جو موقعہ بموقعہ کام دیتی رہے۔ قبائل کے انساب کے
ماہر لوگ اس فہرست کو مرتب کرنے میں صحیح نسب بیان کر کے نام درج کرائیں۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ذیل میں روایات نقل کی جاتی ہیں:-

(۱) قَدَّعَا عَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ مُحَمَّدَ بْنَ نُزَيْلٍ وَ جَبْرِ بْنَ مُطْعِمٍ

وَ كَانُوا مِنْ نُسَابِ قُرَيْشٍ فَقَالَ الْكُنُوزُ النَّاسَ عَلَى مَا نَزَلِهِمْ

. وَ لَكِنْ ابْدَأُوا بِعَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَقْرَبِ

فَالأَقْرَبِ حَتَّى تَصْعَا عُمَرُ حَيْثُ وَصَّعَهُ اللَّهُ ۚ

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۳ - قسم اول

باب عمر - طبع قدیم یورپ لیڈن -

(۲) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، جلد خامس تحت

سلسلہ - بحث تدوین العطاء -

(۳) کتاب الاموال، ص ۲۲، باب فضل الاعطیة

من الفی - طبع مصر -

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ ص ۳۶۴ - ابواب

تقسیم اموال الفی و الغنائم -

سے مطلب یہ ہے کہ

حضرت عمر فاروق نے ولید بن ہشام بن مغیرہ کی مذکورہ تجویز کو پسند کیا اور
قبائل قریش کے انساب کے ماہر بن عقیل بن ابی طالب - مخزوم بن نوفل -
جبیر بن مطعم کو بلا کر حکم دیا کہ قبائل کے تفصیل وار نام حسب مراتب حسب
میں درج کرائیں کسی صاحب نے درمیان سے کہہ دیا کہ خلیفہ اسلام حضرت

عمر کے قبیلہ کا نام پہلے درج کیا جائے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نہیں! بلکہ سب سے پہلے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ و قرین حضرت (نبی ہاشم) کے نام درج ہو جائیں اور عمرؓ کو اندراج میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ دے رکھی ہے۔“

تَنْبِيْه

تحقیق کے متلاشی احباب کے لیے اطلاع کی جاتی ہے کہ مذکورہ مضمون و مفہوم کو شیعہ علماء نے بھی درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح پنج البلاغ لابن ابی الحدید شیعہ، ج ۳ ص ۱۶۶۔ تحت تمن دله بلاد فلان فقد قوم الاوكد وداوی طبع بیروت۔ ج ۳ ص ۱۶۶۔ اور ان حوالہ بات شیعہ کی عبارت قبل ازین باب دوم فصل رابع میں بلفظہ تحریر کی جا چکی ہے رجوع فرمائیں۔

(۲)۔ اس مسئلہ کو مزید تشریح کے ساتھ مقامات ذیل میں مطالعہ فرمادیں۔ عبارت یہ ہے :-

..... وَفَوْضَ بِنِعْبَاسٍ ثُمَّ يَعْلِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

وَفَوْضَ بِنِسَاءِ الْمَهَارِجَاتِ فَفَوْضَ لَصَغِيَّةٍ بِنْتِ عَيْدِ الْمُطَلِّبِ
بِنْتِ الْاَبِ دُرْهِمٍ وَلَا سَمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسِ الْاَبِ دِمَاهِمِ الْج...

(۱) کتاب الخراج للامام ابی یوسف ص ۳۳-۳۴ فصل

کیفیت کان فرض عمر لاصحاب الرسولؐ۔

(۲) کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام ص ۲۲۴۔

۲۲۶، باب فرض الاعطية۔

(۳) طبقات ابن سعد ص ۲۱۳-۲۱۴ ج ۳ تذکرہ عمرؓ

الخطاب۔ طبع قدیم۔

(۴) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵-۴۵۵۔
باب ذکر العطاء فی خلافت عمرؓ۔

حاصل یہ ہے کہ :

رہنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے
حضرت عباس بن عبدالمطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت
عمرؓ نے مقرر فرمایا۔ (جب دوسری مہاجر عورتوں کی خاطر وظیفہ
منتعین فرمایا) تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی بھوپھی
(عمہ محترمہ) حضرت صفیہؓ دختر عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ
مقرر فرمایا۔ اور حضرت علیؓ کی اہلیہ محترمہ اسماءؓ دختر عثمانؓ کے لیے ایک
ہزار سالانہ منتعین و مقرر فرمایا۔

فصل اہذا کے یکجا فوائد و ثمرات

- (۱)۔ مشکل مواقع (فحط سالی وغیرہ) میں حضرت عمرؓ نے حضرت سیدنا عباسؓ کے ساتھ توسل
اختیار کیا۔ اور دیگر لوگوں کو بھی ان کو اللہ کی طرف وسیلہ بنانے کی تلقین کی۔ یہ ان
کے احترام و اکرام کے پیش نظر کیا گیا۔
- (۲)۔ میزاب کے معاملہ میں حضرت عباسؓ کی صداقت پر اعتماد و اعتبار کرتے ہوئے
حضرت عمرؓ نے اپنے حکم سے فوراً رجوع کر لیا اور اپنا انتہائی عجز و انکسار پیش کر کے
فرمان نبوت کی ندر دانی کی اور اس کو بحال و برقرار کر دیا۔
- (۳)۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سفرِ شام کی رفاقت کے لیے حضرت عباسؓ کو منتخب کیا
اور حضرت عباسؓ ہمیشہ اسلامی کے پیشین پیش رہے۔ مسلمانوں کے مابین حضرت
عباسؓ کے وجودِ مسعود کو حضرت فاروقؓ نے شرور و فتن سے محفوظ رکھنے کا سبب

قرار دیا۔

(۴) - عم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) و عم علی المرتضیٰ کا احترام حضرت عمرؓ اس قدر کرتے کہ ان کے سامنے سواری سے اتر جاتے حتیٰ کہ وہ گزر کر تشریف لے جاتیں۔

(۵) اموال فی وغیرہ میں بیت المال کی طرف سے حضرت عباسؓ کا سالانہ وظیفہ صرف عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر جاری کیا ورنہ عباسؓ بن عبدالمطلبؓ ہجرت سابقین میں سے نہیں تھے۔ ان طرح نبی و علیؓ کی پھوپھی کا وظیفہ بھی اسی وجہ سے مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کی اہلیہ کا بھی خیال رکھا۔

یہ نبی ہاشم کا احترام و اکرام ہے۔ (سبحان اللہ علیٰ حسنِ رفاقتہم)

ناظرین با انصاف غور فرمادیں۔

یہ تمام تر واقعات ان بزرگوں کے باہمی تعلقات اور روابط کے لیے واضح نشانے ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ عم رسول و عم علیؓ کو معزز و مؤثر جانتے تھے۔ ایک دوسرے کا لحاظ و اعزاز کرتے تھے۔ بشرط انصاف دیکھا جاتے تو حضرت عمرؓ کی جانب سے نبی ہاشم کی یہ سجد توفیر و تعظیم ہے۔ با ایں ہمہ اگر کوئی شخص ان حضرات کے درمیان بغض و عداوت منافرت و بغاوت کی رٹ لگاتے رکھے تو یہ محض حسد و تعصب ہوگا جس کا کوئی علاج نہیں ہے ہم نے واقعات صحیحہ بلا کم و کاست ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ منصف طبائع خود بخود حقیقتِ حال سے آگاہ ہو سکیں گے۔

فصل دوم

اس میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کے باہمی مراسم و روابط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن عباس حضور نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس کے بیٹے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی ہیں نبی ہاشم میں سے بہت بڑے صاحب علم و فضیلت ہیں حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں زیادتی علم کی دعائیں فرمائیں جو یقیناً مستجاب ہوئیں اور نبی ہاشم میں حضرت علی کے بعد ان کا علمی مقام بہت بلند ہے شیخ مجتہدین نے بھی ان کی علمی فضیلت کے متعلق واضح روایات نقل کی ہیں شیخ ابو جعفر طوسی نے "امالی" میں اس مسئلہ کو باسناد نقل کیا ہے۔ ابن عباس اپنے مخاطب کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

..... قَالَ تَعْلَمُكَ أُمَّكَ عَلِيٌّ عَلَمِيٌّ وَكَانَ عَلِمُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَرَسُولُ اللَّهِ عَلِمَهُ اللَّهُ مِنْ قَوْعِ عَرْشِهِ فَعَلِمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنَ اللَّهِ وَعَلِمَهُ عَلِيٌّ مِنَ النَّبِيِّ وَعَلِيٌّ مِنْ عَلِمِ عَلِيٍّ

”امالی شیخ ابی جعفر طوسی، ج ۱ ص ۱۱۔ مطبوعہ

عراق نجف اشرف

”یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تیری ماں تجھے گم پائے اور دادیلا کرے، حضرت علی نے مجھے تعلیم دی اور ان کا علم نبی علیہ السلام

حاصل تھا اور نبی کو اللہ نے عرش کے اوپر سے تعلیم دی۔ پس نبی کا علم خدا کی طرف سے ہے اور علی کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم علی کے علم سے ماخوذ ہے۔
 — واضح رہے کہ مندرجہ ذیل شعبی علماء مجتہدین نے عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی بڑی تعریف و توثیق نقل کی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کا خاص حامی ہونا درج کیا ہے۔
 مجالس المؤمنین مجلس سوم مقدمہ ثانیہ تحت طائفہ اولی درشاہیر سنی ہاشم۔ نتیجہ المقال از عبداللہ امامتانی تحت تذکرہ ابن عباس۔ وغتہی الآمال جلد اول، باب سوم، فصل ہفتم، عشا پانزدہم میں شیخ عباس قمی نے ابن عباس کا ذکر خیر کیا ہے۔ وغیرہ۔
 اس تشریح کے بعد اب ہم حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس کے باہم تعلقات کا نمونہ چند ایک عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام اس کو پسند فرمائیں گے۔

— عنوان اول —

فاروقی مشوروں میں ابن عباس کا شمول

(۱)

(۱) طبقات ابن سعد تذکرہ ابن عباس میں مذکور ہے کہ:

..... عن عطاء بن يسار ان عُمَرُ وَعُثْمَانُ كَانَا يَدْعُوَانِ ابْنَ عَبَّاسٍ
 فَيُسَيِّرُوهُ مَعَ اَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ يُعْتَبَرُ فِي عَهْدِ عُمَرُ وَعُثْمَانَ اِلَى يَوْمِ مَاتَ:

طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۲۰-۱۲۱-۲ تذکرہ

ابن عباس - طبع قدیم

”یعنی عطاء بن یسار کہتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان اپنی نفلت کے دوران، ابن عباس کو مشورہ کے لیے بلا کر بدری صحابہ کے ساتھ شریک

رکھتے تھے اور ابن عباسؓ دونوں خلفاء کے دور میں فتویٰ دہی کا کام کرتے تھے۔ تا حیات یہ کام جاری رہا۔

(۲)۔ اسی طرح طبقات ابن سعد، ص ۱۲۰، ج ۲، ق ۲، طبع قدیم تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ میں سعید بن جبیر سے روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ کا ابن عباسؓ کو اہل بدر کے ساتھ مشورہ میں شامل کرنا مذکور ہے۔

(۳) نیز مسند احمد، ج ۱ ص ۱۴ میں مسندات عمر فاروق کے تحت عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اس نے ابن عباسؓ سے اسی نوع کا مضمون ذکر کیا ہے۔

(۲)

طبقات ابن سعد میں ہے :

..... عَنْ مَرْوَانَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمًا فَسَأَلَنِي عَنْ مَسْئَلَةٍ كَتَبَ إِلَيْهِ بِهَا يَعْلَى بْنُ أُمَيَّةَ مِنَ الْيَمَنِ وَاجْتَبَتْ فِيهَا فَعَالَ عُمَرُ أَشْهَدُ أَنَّكَ تَنْطَلِقُ عَنْ بَيْتِ بُنْتَوَى“

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۲، ق ۲، ص ۱۲۲۔ تذکرہ ابن عباسؓ۔

(۲) کنز العمال، ج ۴، ص ۵۳۔ روایت ۴۱۸۔ طبع قدیم

یعنی عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا۔ میں سے یعلیٰ ابن اُمیہ نے ایک مسئلہ کی صورت دریافت کی یہ ارسال کی تھی۔ مجھ سے حضرت عمر فاروق نے وہ صورت دریافت کی۔ میں نے اس کا صحیح جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ فائدہ نبوت سے کلام کرتے ہیں (یعنی آپ کا علم صحیح اور درست ہے)۔

(۳)

کنز العمال میں بحوالہ ابن سعد لکھا ہے :

..... عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَشِيرُ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ فِي الْأُمُورِ إِذْ أَهَمَّهُ وَ يَقُولُ عَصَّ عَوَّاصٌ ؟

کنز العمال علی تنقیہ ہندی، ج ۷، ص ۵۳ -

روایت ۴۱۳ طبع قدیم بحوالہ ابن سعد

یعنی یعقوب بن یزید کہتا ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش
آتا تھا تو عبداللہ بن عباسؓ کو مشورہ کے لیے بلاتے تھے اور فرماتے کہ
اے غوطہ لگانے والے (علم کے دریا میں) غوطہ لگائیے (یعنی گہری سچ
کر کے جواب دیجیے)۔

— عنوان دوم —

حضرت فاروقؓ کا ابن عباسؓ کی عیادت کرنا

طبقات ابن سعد میں ہے۔

..... عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي زَيْنَادٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ
الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ لِيُؤَدِّكَ وَ هُوَ يَجْعَمُ فَنَقَلَ عُمَرُ أَخْلًا
بِنَا مَرَضِكَ فَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ

طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عباسؓ ج ۲، ق ۲، ص ۱۲۳ طبع قدیم،

یعنی ایک دفعہ ابن عباسؓ بیمار کی تکلیف سے بیمار ہوئے ان کی
بیمار پرسی کے لیے حضرت عمرؓ تشریف لے گئے۔ فرمانے لگے اے ابن
عباسؓ، آپ کی بیماری نے ہمارے کام میں خلل اور نقصان ڈال دیا۔

— عنوان سوم —

عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی فاروق اعظمؓ کی مدح سرائی

شعبہ کے مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک (المتوفی ۱۲۹۶ھ) نے "ناسخ التواریخ" میں مشہور شیخی مؤرخ المسعودی سے نقل کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کی عمدہ تعریف و توثیق نقل کی ہے۔ اس میں فاروقی اوصاف کو شاندار طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اصل و نقل دونوں کتابوں سے احباب کی خدمت میں حوالہ بند بطور الزام پیش کیا جاتا ہے۔ قبول فرمادیں۔

— رَحِمَ اللهُ أَبَا حَفْصٍ كَانَ وَاللَّهِ حَدِيْفَتَ الْإِسْلَامِ وَمَا دَى
الْأَيْتَامِ وَمُنْتَهَى الْإِحْسَانِ وَمَحَلَّ الْإِيْمَانِ وَكَمَفَّ الصُّعْفَاءِ وَصَغِيْلَ
الْحُنْفَاءِ وَقَامَ بِحَقِّ اللهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتَّى أَوْضَحَ الدِّيْنَ وَفَتَمَ
الْبِلَادَ، وَامَنَّ الْعِبَادَ أَعْقَبَ اللهُ مَنْ يَنْقِصُهُ اللَّعْنَةُ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ“

(۱) — مروج الذهب المسعودی المتوفی ۳۲۶ھ۔ جز ثلث

ص ۶۰۔ تحت عنوان ذکر الصحابة ومدحهم... الخ۔

(۲) — ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک، جلد پنجم،

کتاب دوم، ص ۱۴۴۔ طبع ایران۔

حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ ابو حفص رُغمین الخطابؓ پر اللہ رحم فرمائے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے ساتھ عہد و پیمان رکھنے والے تھے یتیموں کے ماوی اور جاتے پناہ تھے، احسان کرنے میں انتہا کو پہنچنے والے تھے، ایمان کے مرکز تھے، ضعیفوں کو پناہ دینے والے تھے۔

راست کار و راست باز لوگوں کے لیے جاتے پناہ تھے، صبر کے ساتھ ارادہ خیر رکھتے ہوئے اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کے لیے قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے دین کو واضح کر دیا اور شہر وں کو فتح کر ڈالا اور خدا کے بندوں کو پناہ دی۔ جو شخص حضرت عمرؓ کی تعقیس و عیب جوئی کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔“

— عنوان چہارم —

فاروقی روایت پر ابن عباسؓ کا اعتماد

مسند امام احمدؒ مسندات عمر بن الخطاب میں مذکور ہے:

عن قاتکہ عن ابی العالیۃ عن ابن عباسؓ قال شہد عندی رجال مرضیون منهم عمرؓ وأرضهم عندی عمروان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لا صلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوة بعد الصبح حتی تطلع الشمس۔

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۸، مسندات عمر بن الخطاب طبع مصر)

در یعنی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمدہ لوگوں نے میرے پاس (اس مسئلہ کی)

شہادت دی ہے اور ان میں سب سے پسندیدہ عمر بن الخطابؓ ہیں۔ وہ فرماتے

ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کے بعد غروب آفتاب تک

کوئی نماز نہیں ہے اور صبح کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے۔

— ناظرین کے لیے عرض ہے ابن عباسؓ کے حضرت عمرؓ سے روایت حاصل کرنے کی

مرت یہ ایک مثال عرض کی ہے ورنہ مسند احمد و دیگر حدیث کی کتابوں میں اس نوع

کی بے شمار مثالیں منقول و مندرج ہیں البتہ اس میں جو بات بہت عمدہ پائی جاتی ہے

وَهُ وَارَضَاهُمْ عِنْدِي مُحَمَّدٌ“ کا قول ہے ”یعنی باقی لوگوں سے میرے نزدیک نے یا نہ پسندیدہ عمر بن الخطاب میں۔“ یہ فاروق اعظم کی دیانت، و امانت و صداقت کی گواہی ابن عباسؓ سے رہے ہیں۔

— عنوانِ خبیم —

حضرت فاروق کی حقانیت بروایت بنی ہاشم

تاریخ کبیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے باسند روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ: ... ”عَنْ مَطَاةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَقُّ بَعْدِي مَعَ عُمَرَ حَيْثُ كَانَ“

”یعنی ابن عباسؓ اپنے بھائی فضل بن عباس سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے جہاں موجود ہو۔“ (تاریخ کبیر للبخاری ص ۱۲، ج ۴، قسم اول تحت الفضل بن عباسؓ)

— عنوانِ ششم —

ابن عباسؓ کا حضرت ابوبکرؓ و سیدنا عمر فاروقؓ

کے قول کو محبتِ شرعی قرار دینا

— روایات کی کتابوں میں بصراحت منقول ہے کہ حضرت علیؓ کے چچا زاد برادر عبداللہ بن عباسؓ کا مسائلِ دینیہ کے استنباط میں یہ طریقہ تھا کہ جب کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آتی تو پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل تلاش کرتے اور اگر قرآن مجید سے اس کا حل نہ مل سکتا تو سنتِ نبویؐ میں اس کا جواب ڈھونڈتے۔ اگر وہاں بھی جواب نہ دستیاب

ہوتا تو دیکھتے کہ ایسے معاملہ میں حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ فاروق نے کیا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے۔

کبار علماء نے ان کے اس طریق کار کو متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔
چنانچہ پہلے بیہمی کا سنن کبریٰ سے اور بغوی کا شرح السنہ سے حوالہ پیش خدمت ہے:-

..... « عن عبید اللہ بن ابی یزید قال سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ هُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ بِهِ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِهِ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بِهِ وَإِلَّا اجْتَهَدَ رَأْيَهُ »

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد عاشر، ص ۱۱۵ طبع دکن۔

(۲) شرح السنہ لاناام البغوی جلد اول، ص ۲۰۸۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے جب کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا جاتا وہ کتاب اللہ میں ہوتا تو کتاب اللہ سے بیان فرماتے اگر کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور سنت نبویؐ میں بیان کیا گیا ہوتا تو سنت سے بیان فرماتے۔ اگر نہ کتاب اللہ نے اور نہ رسول اللہؐ نے اس کے متعلق کچھ بیان کیا ہے لیکن ابو بکرؓ و عمرؓ نے اس کو بیان کیا ہے تو ان کا قول لے کر اسے بیان فرماتے تھے۔ اس کے بعد اس میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی تو اپنی رائے ذکر کرتے تھے،

اور حافظ ابن تیمیہ الحمرانی نے اپنی کتاب الفتاویٰ الکبریٰ "جلد اول میں اس مسئلہ کو اپنے الفاظ میں مفصل طریقہ سے عبارت ذیل درج کیا ہے۔ ناظرین کے افادہ کے لیے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:-

«... وَقَدْ ثَبَّتَ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يُعْتَبِرُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ

يَجِدُ فِيهَا سُنَّةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَفْتَى الْقَوْمِ
 إِلَى بَكْرِ وَعُمَرَ وَلَعَنَ بَيْنَ يَفْعَلُ ذَلِكَ يُعْتَمَنُ وَعَلَى وَابْنِ عَبَّاسٍ حَبْرُ
 الْأُمَّةِ وَأَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَأَقْرَبُهُمْ نِيَّزَمَانِيَهُ وَهُوَ لَيْفَتِي يَقُولُ إِلَى بَكْرِ
 وَعُمَرَ مُقَدِّمًا لِقَوْلِهِمَا عَلَى قَوْلِ غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَدْ
 ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اللَّهُمَّ فَقِّمْنَا فِي الدِّينِ
 وَعَلِمْنَا النَّاسِ بِإِلَهِ ۝ (النفاوي الكبرى، جلد اول، ص ۴۶۶)

”یعنی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ابن عباسؓ اور بوقت ضرورت،
 کتاب اللہ سے فتویٰ دیتے تھے۔ اگر وہ مثلہ کتاب اللہ میں نہ مل سکتا تو سنت
 کے ساتھ فتویٰ دیتے تھے اور کتاب و سنت دونوں سے دستیاب نہ ہوتا
 تو حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے اقوال کو لے کر فتویٰ دیتے تھے۔ اور حضرت
 عثمانؓ و علی المرتضیٰؓ کے اقوال کو یہ درجہ نہیں دیتے تھے۔ اور ابن عباسؓ
 امت کے بہت بڑے عالم تھے صحابہؓ کی جماعت میں بہت دانا تھے
 اور زمانہ کے فقیہ تھے فتویٰ دینے کے معاملہ میں حضرت ابو بکرؓ و عمر فاروقؓ
 کے قول کو دوسرے صحابہ کے اقوال پر مقدم رکھتے تھے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ابن
 عباس کے حق میں دعا فرمائی یا اللہ اس کو تفقہ فی الدین عطا فرما اور اس کو
 دین کا معنی سمجھا دے۔

فصل ہذا کے فوائد

(۱)۔ فاروقی خلافت کے دوران نبی ہاشم میں سے جیسے حضرت علی المرتضیٰ صحابہ کرام
 کی مجلس شوریٰ کے مستقل ممبر تھے اور دائمی رکن رکین تھے اسی طرح حضرت عمرؓ کی

طرف سے حضرت عباسؓ کے صاحبزادے ابن عباسؓ کو بھی اہم مشورہ بات میں شامل و شریک رکھا جاتا تھا اور ان کے مشوروں کو بڑا وزنی تصور کیا جاتا تھا۔

(۲) - عبداللہ ابن عباسؓ کی بیماری میں خلیفہ اسلام کا عیادت کو تشریف لے جانا جس طرح باہم دوستی اور مؤدت کا اظہار ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کی جانب سے بنی ہاشم کی قدر دانی و عزت افزائی کا بہترین نمونہ ہے۔

(۳) - عبداللہ ابن عباسؓ کا حضرت خلیفہ ثانی کے اوصاف و کمالات کو بہتر سے بہتر عنوانات میں بیان کرنا دونوں حضرات کے لیے باہم عقیدت مندی و حق پسندی کا عجیب نمونہ ہے۔ اس چیز کا فریق ثانی کو کبھی انکار نہیں ہے۔

(۴) یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے سے دینی و مذہبی روایات و مسائل حاصل کرتے تھے اور ہاشمی حضرات کے نزدیک خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نہایت معتقد و موثق و موثق راوی شمار ہوتے تھے۔

(۵) - بنی ہاشم کے بزرگوں اور حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائیوں نے یہ فرمان نبوت اُمتِ مسلمہ کو پہنچا کر اعلان کر دیا کہ حق بہر حال عمر فاروقی کے ساتھ ہے۔ لہذا خلیفہ ثانی کی خدمت اور اس کے تمام کارنامے و دینی خدمات سب کے سب برحق اور صحیح ہیں۔

(۶) - نیز واضح ہوا کہ ہاشمی حضرات سیدنا عمر فاروقی کے قول کو محبتِ شرعی کا درجہ دیتے تھے اور ان کے فرمان کو دینی مسائل میں دلیلِ شرعی تسلیم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو باہم دوستی نصیب فرمائے اور اپنے بزرگانِ دین کی غلامی و اطاعت بخشے جو آپس میں سراسر مؤدت و محبت کے نمونہ تھے۔ اور
رَحْمًاؤْ بَيْنِهِمْ كَيْ يَصْحَحَ مَصْدَاقُ تَحْتِهِ۔

باب پنجم

کتاب ”رحمۃ علیہم“ کے فاروقی حصہ کا باب پنجم آخری باب ہے۔
اس میں حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریف کے مختصر بیانات حضرت عمر بن الخطاب کی توثیق
و تعریف و تصدیق سے متعلقہ جمع کیے جاتے ہیں۔ ایک منصف طبع انسان بیانات نہ اپر نظر غائر
کرنے کے بعد ان دونوں بزرگوں کی باہم عقیدت مندی و دوستی اور عمدہ تعلقات کو تسلیم کریگا
اور حسن روابط کی داد دے گا۔

اس باب کے پانچ فصل مرتب کیے جاتے ہیں اور بطریق ذیل اس کی ترتیب تجویز کی
گئی ہے۔

فصل اول۔ امام حسن اور محمد بن الحنفیہ اور عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ وغیر ہم کے حضرت
عمر فاروق کے حق میں بیانات۔

فصل دوم۔ امام زین العابدین اور ان کے بیٹے زید کے اقوال۔

فصل سوم۔ امام محمد باقر کے فرمودات۔

فصل چہارم۔ امام جعفر صادق کے ارشادات۔

فصل پنجم۔ عمر فاروق کا نام حضرت علی کی اولاد میں۔

فصل اول

(۱)

امام حسنؑ کا فرمان کہ عشر بن الخطاب اور علیؑ المرتضیٰ میں مخالفت نہ تھی

محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں ابن السمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:
 «أَنَّهُ أَخْرَجَ فِي كِتَابِهِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ لَا أَعْلَمُهُ عَمِلًا خَالَتَ
 عُمَرُ وَلَا عَيَّوْ مَشِيئًا مِمَّا صَنَعَ حِينَ قَدِمَ الْكُوفَةَ»

(۱) — ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحبت الطبری، ج ۲، ص ۸۵

فصل فی ما رواہ علیؑ فی فضل عمرؓ الخ طبع معمری

(۲) از آلہ الخفاء فی خلافت الخلفاء مولانا شاہ ولی اللہ، ج ۱، ص ۱۸

طبع قدیم۔ (فارسی)۔ بحث آخر مسانید صحابہ و تابعین

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت علیؑ المرتضیٰ کو نہ

میں تشریف لائے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپؑ نے بھی عمرؓ بن الخطاب کی

کسی کام میں مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تبدیلی کر دی ہو۔

(۲)
 حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ السدیقی کے حق میں حضرت علیؑ سے بن حنفیہ کا سوال پھر ان جواب
 ناظرین نامکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد بن حنفیہ حسینؑ شریفین کے بعد حضرت علیؑ کی

اولاد میں بڑے صاحب فضل و کمال بزرگ ہیں شیعی عالم و مجتہد سید جمال الدین ابن عبدین نے عمدۃ الطالب میں ان کے حق میں تحریر کیا ہے کہ :-

«كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ أَحَدَ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ
وَالْعِبَادَةِ وَالسَّجَاعَةِ وَهُوَ أَفْضَلُ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بَعْدَ الْحَسَنِ
وَالْحُسَيْنِ»

«یعنی محمد بن الحنفیہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم و زہد، عبادت، عجمت
میں افضل تھے۔ سیدنا حسن و حسین کے بعد حضرت علی کی اولاد میں انہی کا
برتر مقام ہے»

(۱) عمدۃ الطالب فی النسب آل ابی طالب طبع نجف اشرف
ص ۳۵۲، الفصل الثالث -

اسی طرح بے شمار شیعہ علماء و مجتہدین نے ابن حنفیہ کی تعریف و توثیق کی ہے ملاحظہ
ہو مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستر، ابتدا مجلس چہارم - غتہی المقال و تنقیح المقال
ماقانی وغیرہ -

محمد بن حنفیہ کا قول ذیل میں درج کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں :-

« قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ الْحَنَفِيَّةِ قُلْتُ لِأَيِّ أُمَّي النَّاسِ حَبِيبٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ عُمَرُ ...
قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ قَالَ مَا مَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ »

(۱) بخاری شریف، باب مناقب ابی بکر، ج ۱، ص ۵۱۸ طبع دہلی -

(۲) ابوداؤد شریف، جلد ثانی، ص ۲۸۸ - کتاب السنۃ

باب التفضیل، طبع محبتی دہلی

(۳) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم (صفہائی، جلد ۵، ص ۲۸، تذکرہ بیس بن ابی راشد

مطلب یہ ہے کہ ابو محمد عبداللہ محض بن حسن ثنی بن امام حسنؑ بہترین بزرگ تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے موزوں پر مسح کیا کسی شخص نے دیکھ کر کہا کہ آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مسح کرتا ہوں اور (استدلالاً) کہا کہ عمر بن الخطاب مسح کرتے تھے اور جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عمر بن الخطاب کو دلیل بنایا اس نے مضبوط سند اختیار کی۔“

(۴)

حضرت علیؑ کے حقیقی برادر عقیل بن ابی طالب سے حضرت عمرؓ کی تعریف میں مرفوع روایت منقول ہے، ملاحظہ فرمائیں:

عن عقیل بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعمر بن الخطاب ان عصبك عذو وذاك حكمة

(انخبار اصفہان لابن نعیم اصفہانی ص ۹۷، ج ۱ طبع لیدن یورپ)

”عقیل بن ابی طالب کہتے ہیں کہ نبی کریم صلم نے عمر بن الخطاب کو فرمایا تیرا غضب وہی حمیت ہے اور تیرا اضماد ہونا پسندیدہ حکم ہے۔“

فصل دوم

حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدین) اور ان کے صاحبزادے امام زید کے چند ایک بیانات حضرت عمر فاروق کی فضیلت و منقبت میں درج کیے جاتے ہیں۔ اس چیز سے حضرت عمرؓ کا مقام ان حضرات کے نزدیک واضح ہوگا۔

(۱)

حضرت عمرؓ و حضرت ابو بکرؓ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اتنا قدر نزدیک تھے جس قدر اب قریب ہیں

مسند امام احمد سندت ذی البیہن جلد چہارم میں مروی ہے کہ:

« حَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيٍّ
بِئِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ مَا كَانَ مِنْزِلَةً ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنَ ابْنِي صَلَّيَ اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَنْزِلَتُهُمَا السَّاعَةَ »

(۱)۔ مسند امام احمد، ج ۴، سندت ذی البیہن، طبع مصر
مع منتخب کتب۔

(۲)۔ سیرت عمرؓ، الخطاب لابن الجوزی، ص ۳۲-۳۳ و
ص ۲۱۶۔ طبع مصر۔

(۳)۔ تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج ۲، ص ۳۰۶۔
تذکرہ علی بن الحسینؓ۔

(۴)۔ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۳ مطبع مجتہائی دہلی فصل
فی الامارہ بیت الواردة فی فضلہ (الصّدیقی)
مترجمًا بالجبر سہوئی ما تقدم۔

حاصل یہ ہے کہ:

”ایک شخص نے زین العابدین (علی بن الحسین) کے پاس حاضر ہو کر کہا
کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین
العابدین نے فرمایا کہ جو نزدیک اور قُرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بجا
حیات ان کو یہی تقرب نسیب تھا“

حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اعتراف اور ان پر

طعن کرنے والوں کا ردّ

ابنِ علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی جلد ثالث
مذکورہ زین العابدین میں زین العابدین سے ایک مفصل روایت مروی ہے اس میں
انہوں نے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے حق میں عراقی مغضبینِ طاعنین
کا قرآنی آیات سے استدلال کر کے خوب ردّ کیا ہے اور اس بات کی شہادت
اور گواہی دی ہے کہ تم ایسے مسلمانوں میں سے ہو گز نہیں ہو جن کے حق میں قرآن مجید
تعلیم دیتا ہے کہ خدا سے ان کی مغفرت طلب کی جائے۔ رَدِّتْنَا اَعْفُوْنَا وَ
لِخَوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَّحُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (۱۰)

آخر کلام میں ان کے لیے بددعا کی اور اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دیا
(قَالَ اَحْبِبُّوا فَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ)۔

رحلیۃ الاولیاء، جلد ثالث، تذکرہ (علی بن الحسین

ج ۳ ص ۱۲۷ - طبع مصر)

اور حافظ ابن کثیر نے زبیر بن بھار کے حوالہ سے عراقی معتز ضہین کے حق میں زین العابدین کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

«حَقُّوْهُ اَعْتَى لَا بَارَكَ اللهُ فِيْكُمْ وَلَا قَدَبٌ دُوْرَكُمْ - اَنْتُمْ

مُسْتَهْزِئُوْنَ بِاِسْلَامٍ وَكُنْتُمْ مِنْ اَهْلِهِ»

» یعنی زین العابدین نے عراقی طائیفین کو حکم دیا کہ ہمارے ہاں سے

اٹھ جاؤ، اللہ تم میں برکت نہیں اور تمہارے گھر رحمت کے قریب نہ

ہوں۔ تم اسلام کے ساتھ مسخری کرتے ہو اور تم اہل اسلام سے نہیں ہو»

(البدایہ، جلد ۹ ص ۷۰۷ - تحت تذکرہ علی بن الحسین)

(۲)

اس کے بعد زین العابدین کے حقیقی لڑکے اور محمد باقر کے حقیقی بھائی امام زید بن

زین العابدین کا بیان لکھا جاتا ہے:

(۱) - «سَنَ زَيْدٍ اِنْ تَدَيَّا كَانَ كَيْدِيْنَهُ بِعَمَدٍ فِي السِّيَرَةِ»

(ریاض النضرہ، ج ۲ ص ۸۵ - فصل فی مارواہ

علی فی فضل عمرؓ)

» یعنی یقیناً حضرت علیؓ کی سیرت و عملی زندگی حضرت عمرؓ کے ساتھ

مشابہ تھی اور ان دونوں حضرات کا ایک کردار اور ایک عمل تھا»

اسی وجہ سے حضرت زیدؓ کو فرمایا کرتے تھے کہ اَلْبَوَاكَا مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ

بِرَاةٍ مِنْ عَلِيٍّ»

» ابو بکرؓ و عمرؓ سے تبری و برأت کرنا بعینہ علیؓ بن ابی طالب سے

بیزاری اختیار کرنا ہے“

(۱)۔ سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۳۲-۳۳
طبع مصری -

(۲) ریاض النضرہ ص ۵۸، جلد اول

(۲)۔ حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت زیدؓ کی عقیدت مندی اور ان کی دیانت داری
درست عملی کا اقرار و اعتراف کرنا اب شیعہ کی مقبر کتابوں سے ناظرین
کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مضمون پڑا مسلم الطرفین ہو جائے۔ اور
قبل ازیں یہ مسابین ذرا تفصیل سے ہم حسد صدیقی کے آخری باب پنجم میں درج
کر چکے ہیں۔

۔۔۔۔۔ سید جمال الدین ابن عنینہ شیبی نے کتاب ”عمدة الطالب“ میں تحت اخبار
زید شہید کے لکھا ہے :

..... وَكَانَ أَحْبَابَ زَيْدٍ لَمَّا خَرَجَ سَأَلُوهُ مَا تَقُولُ فِي آيَةِ
بَلَدٍ وَعَمْرٍ؟ فَقَالَ مَا أَقُولُ فِيهِمَا إِلَّا الْخَيْرَ وَمَا سَمِعْتُ مِنْ أَهْلِ
فِيهِمَا إِلَّا الْخَيْرَ فَتَعَالَوْا لَسْتُ بِصَاحِبِنَا
..... وَتَفَرَّقُوا عَنِّي فَقَالَ رَفَضُونَا الْقَوْمَ قَسَمُوا الرَّافِضَةَ“

ماصل یہ ہے کہ حضرت زید نے جب (خلیفہ وقت) کے خلاف خروج کیا
اس وقت زید کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق
آپ کا کیا خیال ہے؟ زید فرماتے لگے کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر
ہی کہتا ہوں اور اپنے خاندانی بزرگوں سے بھی ان کے بارہ میں میں نے کلمہ خیر
ہی سنا ہے۔ یہ جواب سُنکر وہ کہنے لگے کہ آپ ہمارے خلیفہ دامیر
نہیں ہیں۔ زید سے یہ لوگ متفرق ہو گئے اور ساتھ چھوڑ دیا۔ زید کہنے لگے

کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، پس ان کا نام رَضْفہ ورافضی رکھا گیا۔
 (جماعت کو چھوڑ دینے والے)“

— ایرانی بادشاہ چاہ قاچار کے وزیر اعظم مرزا تقی لسان الملک نے اپنی
 مشہور تصنیف ناسخ التواریخ بلد و دم میں اس واقعہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے
 بد کہ طائفہ از معارف کوفہ با زید بیعت کردہ بوزند، در خدمت رضو
 یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکر و عمر چی گوئی؟ فرمود در بارہ ایشان
 مجزئ بخیر سخن نگویم و از اہل خود نیز در حق ایشان جز سخن خیر نشنیدہ ام.....
 بالجملہ زید فرمود ایشان بر کسے ظلم و ستم نہ اندزد و بکتاب سنت
 رسول کار کردند“

(ناسخ التواریخ بلد و دم ۲ ص ۵۹۰۔ طبع ایران۔ قدیم طبع)

”یعنی کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے حضرت زید کے
 ساتھ بیعت کی ہوئی تھی) زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پر
 رحم فرمائے ابو بکر و عمر کے حق میں آپ کیا خیال رکھتے ہیں؟ زید بن امام
 زین العابدینؓ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر اور بہتر بات
 کے سوا کوئی قول نہیں کرتا۔ اور میں نے اپنے خاندان راہل بیت سے
 بھی ان دونوں کے بارہ میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہیں سنا۔
 (مطلب یہ ہے کہ تمام خاندانی بزرگ شیخین کے متعلق اچھا گمان رکھتے تھے)
 اور فرمایا کہ ابو بکر و عمر نے کسی ایک شخص پر ظلم و ستم نہ روا نہیں رکھا تھا
 اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر کار بند تھے“

فصل سوم

اس فصل میں سیدنا محمد باقرؑ کے فرمودات جو حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں مروی ہیں وہ یہاں نقل کیے جلتے ہیں۔ قبل ازیں صدیقی حصہ کے باب پنجم میں بھی ذرا تفصیل سے درج کیے جا چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ نقل کیے ہیں تاکہ جس دوست کے سامنے حصہ صدیقی نہیں گزرا وہ بھی ائمہ اہل بیت کے فرامین سے ناواقف و ناآشنا نہ رہے، بلکہ ان سے مستفید ہو سکے۔

(۱)

جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت نہیں پہچانتا وہ سنت نبویؐ سے جاہل ہے

..... حدیثنا یونس بن بکر عن محمد بن اسحاق عن ابی جعفر محمد بن علی قال من لم یعرف فضل ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقد جهل السنۃ =

(۱) حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اسفہانی، ج ۳ ص ۵۸ تذکرہ محمد باقرؑ

(۲) ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۶ بحوالہ ابن السمان (الباب الخامس)

یعنی حضرت باقرؑ فرماتے ہیں کہ

”جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت کی شناخت نہیں رکھتا اور ان

کے مزید کو نہیں پہچانتا وہ سنت نبویؐ سے جاہل ہے =

(۲)

سیدنا محمد باقرؑ سیدنا ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں بزرگوں کے ساتھ محبت و دوستی رکھتے تھے اور ان کے حق میں استغفار کرتے تھے

... حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ...
أَكَانَ مِنْكُمْ أَهْلُ الْبَيْتِ أَحَدٌ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ لَا فَاجِبُهُمَا
أَنَوْلَاهُمَا وَاسْتَعْفَرَهُمَا ۝

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۶ - تذکرہ محمد باقر طبع

(بیدن یورپ)

حاصل یہ ہے کہ بابر کہتا ہے کہ میں نے محمد باقر کو کہا کہ ... تم اہل بیت میں کوئی شخص ایسا گزرا ہے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب و تتم کرتا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے موالا ت اور محبت رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں ۝

(۳)

جو لوگ شیخین (ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ) سے بیزاری و

تبری اختیار کریں ان سے امام باقرؑ بیزار ہیں

(۱) — حَدَّثَنِي شُعْبَةُ الْخِطَّاطُ مَوْلَى جَابِرِ الْمُجَمِّعِيِّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو جَعْفَرٍ
مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَمَّا وَدَعْتُهُ أَبْلَغِ أَهْلَ الْكُوفَةِ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْ تَبْرَأَ

مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَرْضَاهُمَا

(۱)۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳ ص ۱۸۵۔ تذکرہ محمد باقرؑ

(۲)۔ ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۸۔ الباب الخامس

یعنی شعبہ خبیاط کہتا ہے کہ جب میں محمد باقرؑ کو نصرت کرنے گیا تو آپ نے مجھے بطور وصیت فرمایا کہ میری طرف سے اہل کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابو بکرؓ و عمرؓ سے بیزاری کرتا ہے میں اس سے بری ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں۔

(۲)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ يَا جَابِرُ يَلْعَنِي أَنْ قَوْمًا بِالْعِرَاقِ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُحِبُّونَا وَبَيْنَنَا وَكُونِ آبَائِكَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَيَزْعُمُونَ أَنِّي أَمَرْتُهُمْ بِذَلِكَ فَأَبْلِغْهُمْ إِنِّي إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ بَرِيٌّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِي لَوُؤِلَّتْ لَتَقَرَّبْتُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِدِي مَا يُهْمُ لَأَنَّا لَتُنِّي شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ إِنْ كُنَّا لَمْ نَسْتَعْفِرْ لَهُمَا وَاتَّوَحَّحُمْ عَلَيْهِمَا أَنْ أَعْدَاءَ اللَّهِ لِنَا فِلُونِ عَنْهُمَا

(۱)۔ حلیۃ الاولیاء اصغہا فی، ج ۳ ص ۱۸۵۔ تذکرہ

امام باقرؑ

(۲)۔ ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۸۔ الباب الخامس۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا کہ آے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعویدار ہیں اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق کمی بیشی (اور طعن تشنیع) کرتے ہیں۔ فریڈ برآں یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے (میری جانب سے) ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ گواہ و شاہد ہے کہ میں ان سے بری و بیزار

ہوں۔ جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی و قتل کر کے اس کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترحم و دعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں (کے مقام) سے غافل ہیں۔“

(۳) — وَأَخْرَجَ الدَّارِقُطْنِي عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ سَأَلَ أَبَا جَعْفَرٍ الْبَاقِرَ عَنِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّهُ لَيَقُولُونَ عِنْدَنَا بِالْعِرَاقِ إِنَّكَ تَبَوَّأْتَهُمَا فَقَالَ مَعَاذَ اللَّهِ كَذَبُوا قَدِ ابْتِغَيْتُمُ اللَّعْنَةَ ثُمَّ ذَكَرَ لِي حَنِيفَةَ تَزْوِجَ عَلِيٍّ بِبِنْتِهِ أُمَّ كُلثُومٍ بِنْتِ فَاطِمَةَ مِنْ عُمَرَ وَأَنَّهُ لَوَلَمْ يَكُنْ لَهَا أَهْلًا مَا زَوَّجَهُ إِيَّاهَا فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَوْ كَتَبْتَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَا يَطِيعُونِي بِالْكِتَابِ“

الصواعق المحرقة، ص ۲۸۔ الفصل الخامس في ذكر الشبهات
الشيعة تحت الشبهة الحادية عشرة، ص ۲۸ طبع مطبع مطبعة بيروت
— المناقب لمام الأعلام للرفعي بن أحمد المكي ج ۲ ص ۱۶۵
— المناقب لملكي ص ۱۱۰ ج ۲ طبع دکن۔

یعنی دارقطنی نے امام ابو حنیفہؒ سے تخریج کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ابو جعفر امام محمد باقرؓ سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے حضرت صدیقؓ و حضرت فاروقؓ اعظمؓ پر ترحم کے کلمات دعا تیبہ ارشاد فرمائے۔ یہ سنکر ابو حنیفہؒ نے محمد باقرؓ کو کہا کہ ہمارے ہاں عراق میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابو بکرؓ و عمرؓ سے تبریٰ و بیزاری

کیا کرتے ہیں۔ محمد باقرؑ نے کہا کہ معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) رب کعبہ کی قسم انہوں نے یہ سب جھوٹ اور دروغ کہا۔ پھر سیدنا باقرؑ نے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ترمذیہ اہم کلثوم کے ساتھ استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر عمر بن الخطاب اس چیز کے اہل نہ ہوتے تو ان کو حضرت علیؑ اپنی دختر اہم کلثوم کا نکاح نہ کر دیتے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ آپ یہ چیز اہل عراق کو لکھ کر ارسال کریں تو بہتر ہوگا آپ نے فرمایا وہ میری تحریر کو تسلیم نہیں کرتے۔

(۴۲)۔ اسی مضمون کی ایک روایت ابن جریر طبری نے کثیر النوا کے ذریعہ امام باقرؑ سے نقل کی ہے۔ اس میں محمد باقرؑ نے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ سے تبری و نیازی کرنے کو عناد لگتے ہوئے قرار دیا ہے اور ان حضرات کے ساتھ توفی و محبت رکھنے کی تلقین کی ہے۔

(۱)۔ تفسیر ابن جریر طبری جلد ۲ ص ۲۶ معونہ نیشاپوری

تحت الآیہ واخوانا علی سمر متقابلین۔

(۲)۔ تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ ج ۲ ص ۵۵۳۔

طبع مصر۔

(۴)

اراضی کو ثلث و ربع پر کاشت کے لیے دینے کا مسئلہ

سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ نے زمین کو حصہ سوم و حصہ چہارم پر مزارعت کے لیے دینے کے جواز کی خاطر استدلال قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

” قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ اَلْ اَبْنُ بَكْرٍ وَاَلْ اَعْمَرُ وَاَلْ عَلِيُّ

يَدْفَعُونَ أَرْضِيهِمْ بِالثَّلَاثِ وَالرُّبْعِ ۚ

المصنف لعبدالرزاق، ج ۸ ص ۱۰۱۔ باب المرافعة على الثلث والرابع

دریسی آل ابی بکر اور آل عمر اور آل علی اپنی اپنی اراضی آمدن کے

ثلث اور ربع پر مزاجین کو دیا کرتے تھے۔

حضرت محمد باقر کے استدلال سے واضح ہو گیا کہ ان بزرگوں کا دین و مذہب ایک

تھا۔ الگ الگ مذہب نہ تھا۔ مسائل میں ایک دوسرے کے افعال کو دلیل بنتے اور

اعمال کو استدلال میں پیش رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور دوستی اور دینی

اتحاد کا بین ثبوت ہے۔

(۵)

ابامحمد باقر کے اقوال و فرامین کے آخر میں ان کا قول پیش کیا جاتا ہے جو شیخ علماء

اور اہل ائمتہ علماء دونوں نے نقل کیا ہے کثیر النوائے کے ذریعہ منقول ہے۔ کثیر النوائے

کا خلوص نشیخ محتاج دلیل نہیں ہے۔ امام کے اس فرمان سے بہت سے فوائد حاصل ہو

سہے ہیں ان میں سے چند ایک بصورت عنوان یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر و عمر نے جب برابر بھی اہل بیت کے حقوق ضائع نہیں کیے۔

(۲) دونوں عالم میں دوستی و تولی کے مستحق ہیں۔

(۳) مُغیرہ اور بنان نے ائمہ کرام پر جھوٹ و کذب تجویز کر کے

مسلمانوں میں نشر کر دیئے۔

_____ قَالَ أَبُو بَكْرٍ (الْبَصِيصِيُّ) قَالَ يَحْيَى بْنُ الْمُنْزَلِيِّ أَبُو

عَقِيلٍ كَثِيرُ النِّوَابِ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ

أرأيت أبا بكرٍ وعمرَ هل ظَلَمَاكَمُ مِنْ حَقِّكُمُ شَيْئًا أَوْ قَالَ ذَعْبًا بِهِ
 مِنْ حَقِّكُمُ فَقَالَ لَا وَالَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ
 لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا مَا ظَلَمَانَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
 قُلْتُ جُعِلَتْ فِدَاكَ أَفَأَنْتَ لَاهُ أَقَالَ نَعَمْ وَيْحَكَ كَذَّبْتُمَا فِي
 الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا صَابَكَ فَبِعَنِّي ثُمَّ قَالَ فَعَلَّ اللَّهُ بِالْمُؤْمِنِينَ
 وَبَنَاتٍ فَأِنَّهَمَا كَذَبَا عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ

(۱) - وفاء الرفاء باخبار وار المصطفى از علامہ نور الدین السہروردی

ج ۳ ص ۱۰۱ - فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم -

(۲) - شرح منہج البلاغہ لابن ابی الحدید المقتدر الشیعی طبع

بیروت، شام، ج ۴ ص ۱۱۳ - بحث فدکہ الفصل الاول

حاصل یہ ہے کہ:

”کثیر النواہ کہتا ہے کہ میں نے امام باقرؑ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قرآن
 جاؤں کیا ابوبکرؓ و عمرؓ نے تمہارے حقوق میں ظلم و ستم روا رکھا تھا؟
 یا تمہارے حق کو برباد اور ضائع کر دیا تھا؟ امام نے جواب دیا کہ بالکل نہیں!
 اس ذات کی قسم جس نے تمام عالم کے نذیر پر اپنا قرآن مجید نازل فرمایا۔ ان
 دونوں (بزرگوں نے) ہمارے حقوق سے ایک دانہ کے برابر کبھی ضائع نہیں
 کیا اور ظلم نہیں کیا۔

کثیر کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا میں آپ پر قرآن ہوں ان دونوں
 کے ساتھ تولی اور دوستی رکھوں؟ سیدنا محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ان سے تجھے
 دنیا و آخرت دونوں عالم میں دوستی رکھنی چاہیے! اور (بالقرض) کوئی وبال
 پیش آتے تو وہ میری گردن پر ہوگا۔

پھر فرمایا کہ مغیرہ بن سعید اور بنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہی معاملہ فرماتے
 جس کے وہ اہل ہیں ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ، کذب و افتراء
 و دروغ بنا بنا کر پھیلادیے اور ہماری طرف منسوب کر دیتے۔
 — محمد باقر کا یہ فرمان جس کو شیعہ وحشی علماء نقل کر رہے ہیں بڑا فزنی ہے اور ہزار تو قہ
 کا مستحق ہے۔ ناظرین کرام اس کو بار بار ملاحظہ فرما کر صحیح رہنمائی حاصل کر سکتے
 ہیں۔

فصل چہارم

اس فصل میں حضرت جعفر صادقؑ کے وہ اقوال درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ قبل ازیں حصہ صدیقی باب پنجم میں یہ مضمون مفصل گزر چکا ہے یہاں مختصراً تحریر ہے۔

(۱)

جو شخصین (ابوبکر و عمرؓ) کے ساتھ توی و دوستی نہ کرے اس کو شفاعت نبوی نصیب نہ

..... "عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَبُو بَكْرٍ جَدِّي، أُوَيْسْتُبُ الرَّجُلُ جَلَدًا أَوْ نَالَ نَبِيًّا شَاؤُهُ يَأْتِيهِمَا أَلَمًا
أَلَمُ الْوَدَّاعِ هَا وَابْرَأُ مِنْهُ تَرَوِيهِمَا ۚ"

(۱) (سیرت عمرؓ، اصحابہ، ج ۱، ص ۳۲) (۲) (سیرت عمرؓ، اصحابہ، ج ۱، ص ۳۲) (۳) (کتاب السنن، امام أحمد، ص ۱۹۷، طبع مکتبہ مکرّمہ)
یعنی سالم کہتا ہے کہ میں نے اپنے چچا جعفر صادقؑ سے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے چچا اور
انا ہیں، کوئی شخص اپنے آبا و اجداد کو گالی دیتا ہے، نبیؐ انہیں محمد صلی اللہ
تعلیہ وسلم کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو، انہیں ابوبکرؓ و عمرؓ سے توی اور
دوستی نہ رکھوں اور میں ان کے دشمن سے بیزار رہتا ہوں، انہیں نہ کروں ۚ

(۲)

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ امام عادل تھے حق پر تھے تاریست حق پر قائم ہے
قیامت میں ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ قَالَ ابْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

فِي حَقِّ ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرُو فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُمَا رَاةٌ مَانِ عَارِلَانِ
تَأْسِلَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَا تَأْتِيهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللَّهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ ۝

کتابت احقاق الحق، قاضی نور اللہ شمس الدین شمسی، ج ۱، ص ۶ طبع
مصر قدیم، ص ۷۰، بلادوں طبع، بدیدہ طہرانی مرتبہ تعینات شخصی،

حاصل یہ ہے کہ :

”ایک شخص نے جعفر صادق سے ابو بکر و عمر کے متعلق سوال کیا تو امام
موصوت نے جواباً فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ و تمام اہل اسلام کے امام تھے
عدل و انصاف کرنے والے تھے، حق بات پر قائم رہے، حق پر ہی ان کا نام
ہوا۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے“

(۳)

حضرت جعفر صادق حضرت ابو بکر و عمر کے ساتھ تولی و دوستی رکھتے
تھے۔ ان کی قبر پر جا کر سلام سنون کہتے تھے۔

— وَأَمْرٌ عَنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ كَانَ يَتَوَلَّاهُمَا وَيَأْتِي
الْقَبْرَيْنِ يَسَلِّمُهُمَا عَلَيْهِمَا مَعَ تَسْلِيمِهِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝

(۱)۔ کتاب الشافی، ص ۲۳۸۔ طبع قدیم مجمع تہذیب الشافی

از سید مرتضیٰ الشیبی۔

(۲)۔ شرح نوح البلاغہ لابن ابی الحدید الشیبی، ج ۴، ص ۱۴۰۔

بحث فدک الفصل الثالث

مطلب یہ ہے کہ جعفر صادقؑ سنرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ دوستی اور
 موت رکھتے تھے جس وقت سید الاولین و الآخرین نبی کریمؐ علیہ الصلوٰۃ
 و التسلیمؐ کی قبر شریف پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوئے
 تو ابوبکرؓ استدیق اور عمرؓ بن الخطابؓ کی قبور پر بھی سلام و تسلیم کہتے تھے۔
 — اہل علم پر واضح رہے کہ صاحب الشافی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اس چیز کا کوئی مقول
 جواب نہیں پیش کر سکے۔ آخر الجیل دبی دیرینہ نسخہ استعمال فرمایا ہے کہ امام سے
 یہ کلام بطور تفسیر کے صادر ہوا ہے۔“

فصل پنجم

— — — یہ اس باب کا آخری فصل ہے اس میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں اپنے بیٹوں کا نام عمر تجویز کیا ہے۔ امام حسنؑ کی اولاد میں ان کے ایک لڑکے کا نام عمر موجود ہے۔ امام حسینؑ کے صاحبزادے میں شیعہ علماء نے ایک کا نام عمر تجویز کیا ہے۔ اسی طرح زین العابدین نے اپنے ایک لڑکے کا نام عمر رکھا ہے۔

— — — حضرت عمرؓ کا مبارک نام حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریفین میں نسلاً بعد نسل جاری رہنا کوئی اتفاقیہ امر نہیں اور نہ ہی کوئی وقتی واقعہ ہے یہ ایک حقیقت صحیحہ ہے جو ان ائمہ کرام کے درمیان ہمیشہ جاری رہی۔

اس چیز نے ثابت کر دیا کہ سیدنا حضرت علیؑ اور سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے درمیان مودت تھی، محبت تھی، دوستی تھی، یگانگت تھی۔ ان حضرات کے درمیان کسی قسم کی مذہبی یا سیاسی کوئی دشمنی نہ تھی، نفرت نہ تھی، مخالفت نہ تھی، معاندت نہ تھی۔

اس مسئلہ کے لیے مندرجہ واقعات مضبوط دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب شیعہ بزرگوں کی معتبر کتابوں سے حوالہ بات بلفظہ نقل کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ مضمون حتمہ صدیقی کے آخری باب پنجم کے فصل ہفتم میں ذرا مفصل بیان کیا جا چکا ہے اور سنی و شیعہ دونوں جانب کی کتب سے بیان ہوا۔ اب یہاں یہ مسئلہ مختصراً صرف شیعہ کتابوں سے نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱)

حضرت عمر بن الخطاب کا مبارک نام حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادوں میں

اقل:

مشہور شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب المتوفی ۲۵۷ھ یا ۲۵۹ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی میں حضرت علی کی ذکور اولاد یعنی صاحبزادے شمار کرتے ہوئے گیارہویں نمبر پر عمر بن علی کا ذکر کیا ہے۔ عبارت ذیل ہے:

”..... وَكَانَ لَهُ مِنَ الْوَلَدِ الذَّكَوْرُ اَرْبَعَةٌ عَشْرًا ذَكَوْرُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَحَسَنٌ مَاتَ صَغِيرًا اُمَّهُمْ فَاَطْمَئَنَتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (۲) وَعُمَرُ اُمُّهُ اُمُّ حَبِيْبٍ بِنْتُ رَيْبِعَةَ الْبَكْرِيَّةِ..... الخ“

تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۲۱۳ تحت حالات
علی المرتضیٰ، طبع جدید بیروت

دوم:

شیعہ کے مسلم مجتہد علامہ الشیخ المفید (محمد بن محمد بن النعمان) متوفی ۳۱۳ھ نے اپنی معتبر تالیف ”الارشاد“ باب ذکر اولاد امیر المؤمنین علیہ السلام میں حضرت علی المرتضیٰ کی مذکورہ نوشت اولاد ستائیس عدد نام بنام درج کی ہے۔ الحسن والحسین اور چھٹے و ساتویں نمبر پر عمر اور ان کی بہن زینبہ کو جو اس کی توأم ہے یعنی جڑوں جی بیٹی ہے، لکھا ہے وغیرہ زینبہ کا نام زینبہ الخ“

ارشد شیخ مفید ص ۱۶۷-۱۶۸۔ طبع جدید طہرانی بسا
ذکر اولاد علی علیہ السلام۔

د سوم :

تبعیہ کے مشہور و معروف مناقبت گو ذراہم نویس فاضل علی بن عیسیٰ اربیلی نے اپنی
کتاب کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ زجر ۱۶۷ کی تصنیف ہے۔ میں حضرت علیؑ کی اولاد
شریفیت کے ذکر میں چودہ عدد سا جزا دے اور انہیں اعداد لڑکیاں تحریر کی ہیں وہاں شمار
میں تیرہویں نمبر پر عمر بن علیؑ کا نام لکھا ہے۔ عبارت ذیل ہے :-

”..... الذکور الحسن والحسین . محمد الاکبر۔ عبید اللہ

و ابو بکر و العباس و عثمان و جعفر و عبد اللہ و محمد الاصغر و

یحییٰ و عون و عمر و محمد الاوسط علیہم السلام“

ذکر کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ، بلد اول ص ۵۹۰

مع ترجمہ المناقب فارسی طبع جدید طہرانی

چہارم :-

سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عذیبہ منوفی ۸۲۸ھ نے اپنی تصنیف
عمدۃ الطالب فی النسب آل ابی طالب الفصل الخامس میں تحریر کیا ہے

”و ذکرنا عبد محمد الاکبر بن عبد المومنین علیہ السلام

امہ الصہبَاء الثعلبیۃ..... من سبئی الیمامۃ..... الخ

رعمدۃ الطالب، ص ۳۶۱۔ الفصل الخامس مطبوعہ

نخفت اشرف عراق۔ طبع جدید، مطبع حیدریہ

پنجم :

گیارہویں صدی کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ) نے اپنی معتبر کتاب

جللاء العیون“ فارسی باب عدد شہداء اہل البیت (جو عاشورا کے روز شہید ہوئے تھے) میں لکھا ہے کہ:-

در نورفراز فرزندان امیرالمؤمنین - حضرت سید الشہداء، و عباس
 و سپر او محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبد اللہ الصغیر و محمد الصغیر سپران
 امیرالمؤمنین علیہ السلام۔ الخ

(جللاء العیون، ص ۴۶۴-۴۶۵ فارسی، مکتبہ باقریہ، تہران)

ذکر شہداء کہ بلا از اولاد امیرالمؤمنین، بلع

تہران، سن طباعت ۱۳۳۵ھ)

ششم:

کتاب فتہی الآمال (از علامہ شیخ عباس قمی شیعہ مجتہد صدی چہارم) فصل
 ششم میں امیرالمؤمنین علیؑ کی اولاد کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
 ”..... عمر و زینبہ کبریٰ ست کہ ہر دو تن توأم از مادر منولہ شدند

و مادر ایشان اُمّ حبیب، دختر ربیعہ است... الخ

(اہل علم پر واضح رہے کہ اسی اُمّ حبیب کو الصہباء الثعلبیہ بھی کہتے ہیں)
 (فتہی الآمال ص ۱۶۲-۱۸۴، ج ۱، نسخہ خرد فصل مذکور)

ہفتم:

شیخ عباس قمی شیعہ چودھویں صدی کے مجتہد مذکور نے اپنی کتاب ”تحفۃ الاحباب“
 میں حضرت علی الرضی رضی اللہ عنہ کے اس صاحبزادہ کا تذکرہ لکھا ہے:

”عمر بن علی بن ابی طالب (۱۶) کنیت اش ابو القاسم مادرش صہباء

است و بارقیہ توأم بدینا آمدہ و آنجناب بساحت زبان و ساحت

طبع معروف بود..... واد آخر کس است از پسران

امیر المؤمنین کہ وفات کردہ... الخ

(تحفۃ الاحباب ۲۵۱-۲۵۲ تحت عمر بن علی)

تمام مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ و حاصل یہ ہے کہ

(۱) — حضرت علی المرتضیٰ کے ایک صاحبزادہ کا نام عمر ہے۔

(۲) — اس کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کا لقب الاطرف ہے۔

(۳) — یہ اپنی حقیقی بہن زینب بنت علی المرتضیٰ کے ساتھ توأم (یعنی بھرواں) پیدا ہوا تھا۔

(۴) — ان دونوں (عمر و زینب) کی ماں کا نام الصہباء الثعلبۃ البکریۃ ہے جو صدیقی

خلافت میں قبیلہ بنی تغلب کے قیدیوں میں قید ہو کر آئی تھی۔ اس کی کنیت ام

حبیب بنت ربیعہ ہے۔ یہ سیدنا صدیق اکبر کا حضرت علیؑ کو عطیہ بنا

(۵) — صاحبزادہ عمر بن علیؑ بڑا فیصح اللسان اور طبعاً سخی مرد تھا۔

(۶) — حضرت علی المرتضیٰؑ شیر خد کے صاحبزادوں میں سب سے آخر میں اس

کی وفات ہوئی۔

(۲)

حضرت عمر فاروقؓ کا نام امام حسن مجتبیٰ کی اولاد میں —

اَدَل :

— شیعہ کے معتبر مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر نے اپنی تاریخ یعقوبی میں

امام حسنؑ کی اولاد کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ امام حسنؑ کے آٹھ عدد لڑکے تھے اور

تیسرے لڑکے کا نام عمر ہے۔

عبارت یعقوبی یہ ہے۔

... من الولد ثمانية ذور و هو الحسن بن علي

کی تعداد ذکر کرنے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

”... وچهار نفر از فرزندان امام حسن ابو بکر و عبد اللہ وقاسم و بشیر و بعضی بجائے بشر عمر گفتہ اند۔“

وازه فرزندان امام حسین آنچہ مشہورست علی اکبر و عبد اللہ کہ در کنار حضرت شہید شد و بعضی ابراہیم و محمد و حمزہ و علی دیگر و جعفر و عمر و زید گفتہ اند۔“

و کتاب ”جلاء العیون“ فارسی مآثر مجلسی، ص ۴۶۴-۴۶۵
باب در بیان عدد شہداء اہل البیت کہ در روز عاشورہ شہید شدند

پنجم

شیخ عباس قمی مجتہد صدی چہارم نے اپنی مشہور کتاب منتهی الآمال باب چہارم،
فصل ششم امام حسن کی اولاد کے ذکر میں درج کیا ہے کہ

”... عمر بن الحسن و دو برادر اعیانی او قاسم و عبد اللہ و مادریشان
ام ولدست۔۔ الخ

و منتهی الآمال، ج ۱، ص ۲۴۰۔ باب مذکور و فصل

مذکور۔ طبع تہران۔ نختی خورد

حوالہ جات ہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ امام حسن مجتبیٰ بن علی المرتضیٰ کے صاحبزادے علی اختلاف الروایات آٹھ
عدوبیں۔

(۲)۔ ان میں ایک صاحبزادہ بالاتفاق عمر بن الحسن ہے۔

(۳)۔ اس کی ماں اُم ولدہ ہے۔

(۴)۔ بعض علماء کے نزدیک یہ بھی اپنے چچا امام حسینؑ کے ساتھ کہ بلا میں شہید ہوا تھا۔

(۳)

حضرت سیدنا عمرؓ بن الخطاب کا اسم گرامی امام

زین العابدین علی بن الحسینؓ کی اولاد میں جاری ہے

اول۔ اسول کافی کتاب الحجۃ باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامۃ میں محمد بن یعقوب کلینی نے لازمی نے ایک تفریت کا واقعہ درج کیا ہے اس میں عمر بن علی بن الحسین کا ذکر موجود ہے۔ عبارت ذیل ملاحظہ فرما کر تسلی کر لیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ قَالَ إِنِّي أَخَذْتُ مِنْ بِنْتِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ نَعْرَاجًا بِأَنَّ بِنْتَهَا قَوَّجَدْنَا عِنْدَهَا مَوْلَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ فَأَذَاهُنِ فِي نَاحِيَةِ قَوَّيَا مِنَ النِّسَاءِ فَحَزَّيْنَاهَا... الخ

(اسول کافی کتاب الحجۃ، ص ۲۲۵۔ طبع مکتبہ نول کشور)

باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامۃ

یعنی عبداللہ جعفری کہتا ہے کہ ہم علی بن الحسین (زین العابدین) کے بیٹے عمر کی لڑکی خدیجہ نامی کے پاس اس کی لڑکی کے بیٹے یعنی دوہتے کی تفریت کرنے کے لیے آئے خدیجہ کے پاس عبداللہ بن حسن کے لڑکے موسیٰ موجود تھے اور یہ خود ایک کونہ میں عورتوں میں مٹی تھیں اس وقت ہم نے تفریت کی۔ الخ

دوم۔ آرشاد شیخ مفید میں باب ذکر ولد علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہ السلام میں پندرہ عدد اولاد ذکر کی ہے۔ محمد باقر۔ عبداللہ۔ الحسن والحسین و غیرہ و غیرہ الحسین الاسفر و عبدالرحمن و سلیمان و علی۔ الخ

یعنی یہاں چھٹے نمبر پر عمر کا نام مذکور ہے۔ اس کے بعد لڑکیاں درج کی ہیں :-

دارشاد شیخ مفید، ص ۲۴۴۔ باب اولاد

زین العابدین، طبع جدید طہران سن ۱۳۶۴ھ

سوم۔ علی بن عبدیٰ فاضل اربلی شیعی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۴ مع ترجمہ المناقب

فارسی، باب ذکر ولد علی بن الحسین علیہم السلام میں زین العابدین کی اولاد شمار کی ہے

وہاں پہلے نمبر پر محمد باقر دوسرے نمبر پر زید، تیسرے نمبر پر محمد ہے (زید اور عمر

دونوں کی ماں آم ولد ہے) :-

چہارم۔ عمدۃ الطالب فی النسب آل ابی طالب میں زین العابدین کی اولاد میں ص ۱۹

آخر الفصل الثانی اور ص ۳۰۵۔ المقصد الرابع میں عمر بن زین العابدین کا ذکر خیر موجود

ہے۔ عمدۃ الطالب ص ۱۹۴۔ ۳۰۵۔ طبع جدید

نجف اشرف عراق

پنجم۔ چودھویں صدی کے مشہور و معروف شیعی مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی معتبر و

مستند کتاب منہجی الآمال جلد دوم باب ششم فصل ہفتم میں امام زین العابدین

کی اولاد کے تحت درج کیا ہے کہ:

”..... زید و عمر ازام ولد دیگر.... الخ“

یعنی زین العابدین کے دو بیٹے زید و عمر آم ولد سے تھے۔ الخ

دکتاب منہجی الآمال، ج ۲، ص ۴۳ و ۴۵ و ۴۶۔

ذکر اولاد زین العابدین

ششم۔ اور شیخ عباس قمی موصوف نے اپنی تصنیف تحفۃ الاحباب میں عمر نامی اسامہ

کے تحت زین العابدین کے لڑکے عمر الاشرف کا ذکر خیر کیا ہے اور بڑی مدح

شمار کی ہے۔ نکھات خراسانی میں کہ (عمر از فضلائے تابعین و جلیل القدر

صاحب دوع ووالی صدقات پیغمبر و امیر المؤمنینؑ بودہ... الخ
تخفہ الاحباب ص ۲۵۷ تحت اسماء عمر۔ طبع طہران

الختم بالخیر

کتاب رُحْمَاءِ مِیْنِم کے فاروقی حصہ کو یہاں ختم کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب نڈا کا دوسرا حصہ ہے۔

ناظرین با تمکین کی خدمت میں مکرر گزارش کی جاتی ہے کہ ریالانڈا کے اختتام پر اس حصہ کے تمام مضامین پر اجمالی نظر کر لی جائے۔ کل پانچ باب تھے پھر ہر ایک باب میں کسی جگہ دو فصل اور کہیں چہار فصل اور بعض جگہ پانچ فصل تجویز کیے گئے تھے۔ اس طرح کل سترہ فصول میں یہ مختلف و متنوع عنوانات مکمل کیے گئے ہیں۔

حضرت سیدنا عمرؓ الخطاب کے مابین اور حضرت علیؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی اولاد شریف کے درمیان جو تعلقات و روابط بطور دست دستیاب ہوئے وہ ذکر کیے ہیں۔ تعلقات نڈا کا نہ دستیاب مقصود تھا نہ ہی ہو سکا ہے۔ یہ سئلہ بڑا وسیع ہے اور تمام کتابیں بھی دستیاب نہیں اور جو کتب میسر ہیں ان کا بالاستیاب دیکھنا بھی کارے دار دہے صرت اپنے شوق کی حد تک یہ چند چیزیں جمع کی ہیں (تلقبھا اللہ تعالیٰ منّا)۔ گویا خداوند قدوس کے فرمان رُحْمَاءِ مِیْنِم کا ایک عملی و علمی نمونہ پیش خدمت کر دیا ہے۔ بزرگان دین و اکابرین اُمت کے متعلق یہ ادنیٰ خدمت اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ان کے اقدامِ طیبہ میں ہمارا حشر و نشر کر دے اور ان کی معیتِ اخرویٰ نصیب فرمائے تو یہ اس کا احسانِ عظیم اور لطفِ عظیم ہوگا۔

اس کے بعد اس کا تیسرا حصہ عثمانی ہوگا۔ مالک کریم اپنی نصرتِ خاصہ سے بہرہ ور

فرمائے تو اتمام ہو سکتا ہے۔

وہ المستعان وعلیہ التکلان صلی اللہ تعالیٰ علی خیر
خلقہ و صفوۃ مخلوقہ و علی آلہ واصحابہ وسلم۔

محمد نافع عفا اللہ عنہ

محمدی شریف، بحوان، شعل، پیوٹ،
پنجاب، پاکستان

مراجعات برائے کتاب "حماؤ الملتہیم" حصہ دوم (فارسی)

سن وفات صاحب کتاب

نام کتاب

- ۱ - مؤلفہ امام باکچہ ۱۷۹ھ
- ۲ - کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ ۱۸۲ھ
- ۳ - کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ ۱۸۲ھ
- ۴ - کتاب الآثار لامام محمدؒ ۱۸۹ھ
- ۵ - کتاب الحجۃ لامام محمدؒ ۱۸۹ھ
- ۶ - کتاب الخراج لیحییٰ ابن آدم القرشی ۲۰۳ھ
- ۷ - المصنف لعبد الرزاق بن ہمام (۱ جلد) ۲۱۱ھ
- ۸ - مسند حمیدی للمحافظ ابی بکر عبداللہ الزبیری ۲۱۹ھ
- ۹ - کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ۲۲۲ھ
- ۱۰ - غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام، ۴ جلد ۲۲۲ھ
- ۱۱ - الشفٰن لسعید بن منصور ۲۲۷ھ
- ۱۲ - طبقات لمحمد بن سعد (۸ جلد) طبع لیدن ۲۳۰ھ
- ۱۳ - المصنف لابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ
- ۱۴ - کتاب نسب قریش لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری (الزبیری) ۲۳۶ھ
- ۱۵ - تاریخ خلیفہ بن خیاظ (الوعمرو) - ۲ جلد ۲۴۰ھ
- ۱۶ - المسند لامام احمد بن حنبلؒ، ۴ جلد معہ منتخب کثیر العال ۲۴۱ھ

- ۱۔ کتاب الحجر لابن جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بغدادی - ۲۴۵ھ
- ۱۸۔ تاریخ کبیر لایمام محمد بن اسماعیل بخاری (۸ جلد) - ۲۵۶ھ
- ۱۹۔ تاریخ صغیر = = = = (طبع ہند) - ۲۵۶ھ
- ۲۰۔ الصحیح لایمام محمد بن اسماعیل بخاری، طبع نور محمدی - ۲۵۶ھ
- (۲۱)۔ الصحیح لایمام مسلم بن حجاج القشیری (طبع نور محمدی) - ۲۶۰ھ
- ۲۲۔ السنن لابن ماجہ (ابو عبد اللہ محمد بن یزید ماجہ) - $\frac{۲۴۳}{۲۴۵}$ ھ
- ۲۳۔ کتاب المراسیل لابن داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، - ۲۴۵ھ
- ۲۴۔ جامع ترمذی لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی - $\frac{۲۴۵}{۲۴۹}$ ھ
- ۲۵۔ سنن ابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی - ۲۴۵ھ
- ۲۶۔ المعاری لابن قتیبہ (ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الکاتب الدینوری) - ۲۴۶ھ
- ۲۷۔ انساب الاشراف احمد بن یحییٰ بلاذری (مطبوعہ ۱۹۵۹ء) - $\frac{۲۴۶}{۲۴۹}$ ھ
- ۲۸۔ فتوح البلدان = = = = (سن ۱۹۵۹ء) - ھ
- ۲۹۔ کتاب قیام لیل و قیام رمضان للشیخ محمد بن نسہ الموزی - ۲۹۴ھ
- ۳۰۔ مستدرا بیعی احمد بن علی الموصلی (قلمی پیر گوٹھ سندھ) - ۳۰۷ھ
- ۳۱۔ تاریخ ابن جریر طبری محمد بن جریر ابی جعفر الطبری - ۳۱۰ھ
- ۳۲۔ کتاب الحقی والاشکار لابن بشر محمد بن احمد بن حماد اندلسی - ۳۱۰ھ
- ۳۳۔ شرح معانی الآداب لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامت انطاوی - ۳۲۱ھ
- ۳۴۔ کتاب الامالی ابی قاسم عبد الرحمن بن اسحاق الدجاوی - ۳۴۰ھ
- ۳۵۔ السنن لدافقنی ابی الحسن علی بن عمار دافقنی - ۳۸۵ھ
- ۳۶۔ المستدرک للحاکم ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ عیسیٰ پوری - ۴۰۵ھ

- ۳۷ - جلد الا بیابانی نعیم احمد بن عبداللہ اسفہانی (۱۰ جلد) ۳۳۰ھ
- ۳۸ - فضائل بنی بکر الصدیق لابن طالسہ محمد بن علی بن الشیح الحریری الغسانی
۳۴۶ھ { در ۱۰ رسائل اخر، شریح ثنائیات النجاشی وغیرہ
- ۳۹ - کتاب جمہورۃ انساب العرب لابن محمد علی بن محمد بن سعید
۳۵۶ھ { المعروف ابن زرم الظاہری الاندلسی
- ۴۰ - اسفن الجری لابن بکر احمد بن حسین یحییٰ (۱۰ جلد) ۳۵۸ھ
- ۴۱ - الاستیعاب لابن عبدالبر ابن عمرو یوسف بن عبدالبر النمزی
۳۶۳ھ { معہ الاصابہ لابن حجر (۲ جلد)
- ۴۲ - کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ خطیب بغدادی ۳۶۳ھ
- ۴۳ - کتاب التمیذ لابن عبدالبر ۳۶۳ھ
- ۴۴ - جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۳۶۳ھ
- ۴۵ - اصول فخر الاسلام بمعہ شرح کشف الاسرار علی بن محمد البرزوی ۳۸۲ھ
- ۴۶ - اصول سرخسی شمس الاممہ لابن بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی
۳۸۳ھ/۳۹۰ھ
- ۴۷ - المناقب لامام اعظم المدون بن احمد المالکی ۳۹۸ھ
- ۴۸ - شرح اشعہ لامام البغوی ابی محمد حسین بن مسعود الفرد البغوی ۵۱۶ھ
- ۴۹ - تلخیص ابن عساکر لابن بدران ۵۲۱ھ
- ۵۰ - تاریخ عمر بن الخطاب لابن جوزی ابو الفرج بن جوزی ۵۹۷ھ
- ۵۱ - اسد الغابہ لابن اثیر الجزری محمد بن محمد بن عبدالکیم اشہیر غزالدین ۶۳۰ھ
- ۵۲ - التاريخ الكامل لابن اثیر الجزری ۶۳۰ھ
- ۵۳ - مقدمہ ابن صلاح ابو عمرو عثمان بن صلاح شہرزوی ۶۳۳ھ
- ۵۴ - جامع مسانید امام اعظم لقاوسی خوارزمی (ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی) ۶۶۵ھ

- ۵۵ - ریاض النضره لمحج الطبری (ابا جعفر احمد محج الطبری) ۴۹۴ هـ
- ۵۶ - تفسیر مدارک ابا البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود السنفی ۶۰۱ هـ
- ۵۷ - الفتاویٰ الکبریٰ للمحافظ ابن تیمیہ الحرانی ۴۲۸ هـ
- ۵۸ - تفسیر غائب القرآن لنظام الدین حسن بن محمد بن حسین القلی النیشابوری ۴۳۰ هـ
- ۵۹ - مشکوٰۃ المصابیح ولی الدین خطیب تبریزی - سن تا بیف ۴۲۷ هـ
- ۶۰ - تفسیر بحر المحیط لاشیر الدین ابی عبداللہ محمد بن یوسف ابی حیان اندلسی ۴۴۵/۴۴۴ هـ
- ۶۱ - تذکرۃ الحفاظ شمس الدین ابی عبداللہ بن عثمان الدربزی ۴۴۸ هـ
- ۶۲ - سیر اعلام النبلاء للذہبی (۳ جلد) ۴۴۸ هـ
- ۶۳ - الباعث المحدث للابن کثیر عماد الدین ابی الفدا دمشقی ۴۴۴/۴۴۵ هـ
- ۶۴ - تفسیر لابن کثیر عماد الدین دمشقی ۴۴۴/۴۴۵ هـ
- ۶۵ - البدایہ والنہایہ لابن کثیر عماد الدین دمشقی (۴ جلد) ۴۴۴/۴۴۵ هـ
- ۶۶ - مجمع الزوائد لنور الدین البیہقی (۱۰ جلد) ۸۰۷ هـ
- ۶۷ - المناقب لامم اعظم للشیخ محمد بن محمد بن شہاب الکردی ۸۲۷ هـ
- ۶۸ - لسان المیزان للمحافظ ابن حجر ابی الفضل احمد بن علی العسقلانی (۶ جلد) ۸۵۲ هـ
- ۶۹ - تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی (۱۲ جلد) ۸۵۲ هـ
- ۷۰ - کتاب الاسعاف فی احکام الاوقات للشیخ برہان الدین بن مؤوی الطرابلسی ۹۰۵ هـ
- ۷۱ - وفاء الوفاء باخبار وارہ المصطفیٰ (علامہ نور الدین السمرودی) ۹۱۱ هـ
- ۷۲ - تاریخ الخلفاء للسیوطی و جلال الدین سیوطی ۹۱۱ هـ
- ۷۳ - تشریح الشریعۃ المرفوعہ لعلی بن محمد بن عراق الکفانی ۹۶۳ هـ
- ۷۴ - الصواعق المحرقة لابن حجر المکی و شہاب الدین احمد بن حجر البیہقی ۹۴۳/۹۴۵ هـ
- ۷۵ - کنز العمال (طبع اول) علی متقی البندی (۸ جلد) ۹۷۵ هـ

کتاب شیعہ استفادہ نمودہ برائے رَحْمَاءِ طَنِيمِ حَصَدِ روم (فارد) تي

- نام کتاب و مصنف
- سن وفات
- ۱ - تاريخ يعقوبى (احمد بن ابى يعقوب بن جعفر الكاتب العباسى)
 - ۲ - اخبار الطوال للدينورى، ابى حنيفه اتم بن داود
 - ۳ - قرب الاسناد (عبد اللہ بن جعفر الحميرى ابوالعباس القمى)
 - ۴ - اصول كافي (محمد بن يعقوب كليني رازى)
 - ۵ - فروع كافي ()
 - ۶ - مروج الذهب لابی الحسن على بن الحسين بن على السعوى
 - ۷ - علل الشرائع - شيخ صدوق ابو جعفر محمد بن على بن بابويه القمى
 - ۸ - معانى الاخبار ()
 - ۹ - رجال كشي (ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الكشي)
 - ۱۰ - پنج البلاغه متن (شيخ سيد شريف الرشى ابوالحسن محمد بن ابى احمد الحسين)
 - ۱۱ - تنزيه الانبياء (سيد مرتضى علم الهدى)
 - ۱۲ - كتاب الشافى () (معه تلخيص الشافى للطوسى)
 - ۱۳ - ارشاد شيخ مفيد - (محمد بن نعمان المفيد)
 - ۱۴ - الامالى (شيخ ابو جعفر محمد بن حسن شيخ الطائفة)
 - ۱۵ - تهذيب الاحكام - شيخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسى
 - ۱۶ - الاستبصار ()
 - ۱۷ - احتجاج طبرسى، (شيخ ابو منصور احمد بن على طبرسى)

- ۱۸- مناقب خوارزمی (خطیب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری الحلی) ۵۶۸ھ
- ۱۹- مناقب ابن شہر آشوب (محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی) ۵۸۸ھ
- ۲۰- شرح پنج البلاغہ حدیدی (ابو حامد عبد الحمید بن بہاؤ الدین)
محمد المدائنی بن ابی الحدید } ۶۵۶ھ
- ۲۱- شرح پنج البلاغہ (ابن میثم) (کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی) - ۶۶۹ھ
- ۲۲- کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (علی بن عیسیٰ اربلی) معہ ترجمۃ المناقب فارسی - ۶۸۷ھ
- ۲۳- عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب (سید جمال الدین ابن عنابد) ۸۲۸ھ
- ۲۴- معالم الاصول (شیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین) ۱۰۱۱ھ
- ۲۵- احقاق الحق - (قاضی نور اللہ شہ ستری مرعشی) ۱۰۱۹ھ
- ۲۶- مجالس المؤمنین - (" " " ") ۱۰۱۹ھ
- ۲۷- بحار الانوار - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ
- ۲۸- جلاء العیون - (" " " ") ۱۱۱۱ھ
- ۲۹- حیات القلوب - (" " " ") ۱۱۱۱ھ
- ۳۰- حق الیقین - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ھ
- ۳۱- حملہ حدیدی (مرزا رفیع باذل ایرانی) تاریخ تالیف: ۱۱۱۹ھ
- ۳۲- الدرۃ النجفیہ شرح پنج البلاغہ (شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدبلی) ۱۲۹۱ھ
- ۳۳- ناسخ التواریخ (مرزا محمد تقی لسان الملک (۴ جلد) ۱۲۹۷ھ
- ۳۴- تاریخ طراز مذہب مظہری (صدی سین و بیہم) (" " " ")
- ۳۵- تنقیح المقال - (عبداللہ المامقانی) ۱۳۵۹ھ
- ۳۶- تتمۃ المنتہی - (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ھ
- ۳۷- تختۃ الاحباب - (" " " ") ۱۳۵۹ھ

۳۸۔ منتهی الآمال . (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ھ

۳۹۔ شرح پنج البلاغہ (ترجمہ فارسی، فیض الاسلام سید علی نقی) سن ۱۳۶۲ھ

۴۰۔ ترجمہ مصائب النواصب (فارسی) مصنف قاضی نور اللہ،
 مترجم مرزا محمد علی رشتی۔ ۱۳۳۳ھ

۴۱۔ فک النجاة فی الامامة والصلوة (مولوی امیر دین حکیم۔ مولوی)
 محمد علی جھنگوی) صدی چہارم

رَحْمَاءُ مَبْنِيْمٌ

جلد اول حصہ صدیقی

کتاب ”رَحْمَاءُ مَبْنِيْمٌ“ کی دوسری جلد حصہ فاروقی، آپ کے زیر مطالعہ ہے اس کتاب کی پہلی جلد حصہ صدیقی، صوری و معنوی سبہ حرموں سے آرتہ شائع ہو چکی ہے جس میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ناناوادہ نبوت حضرت علیؑ جنین شرفین اور دیگر افراد اہل بیت کے ساتھ نز ملاک اتون کی ادائیگی، باہمی بہترین مراسم اور عمدہ تعلقات کو جامع و مانع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اہل سنت کی ۹۳ کتب اور اہل تشیع کی ۴۶ کتب سے استفادہ کر وہ کتاب اہل قرابت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے باہمی حسن تعاون و حسن معاشرت پر اپنے انداز کی پہلی کتاب ہے۔

عبارت سادہ عام فہم، انداز بیان ثبوت اور صلح جویانہ حوالہ کی ہر کتاب کی اصل عبارت اور ترجمہ اس خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ مطالعہ سے بے شمار شکوک و شبہات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔

عمدہ کاغذ، آفسٹ طباعت، طلائی جلد سے مزین

ضخامت: ۴۶۴ صفحات

قیمت صرف: ۲۵ روپے

رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ

(جلد سوم حصہ عثمانی)

اس کتاب کی تیسری جلد حصہ عثمانی ہے جس میں خلیفہ سوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی المرتضیٰ اور خاندانہ نبوت نیر بنو ہاشم کے ساتھ حسن مراسم اور نسی تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ اور عثمانی دورِ خلافت میں ان حضرات کے ساتھ کس قدر حسن سلوک روارکھا گیا ہے۔ اور ان حضرات کی طرف سے امورِ خلافت میں کس قدر تعاون رہا ہے۔ نیر خاندانی تعلقات کس قدر گہرے تھے۔

ایسے بے شمار واقعات قدیم و جدید کتب اہل سنت اور کتب شیعہ نیر انساب اور تاریخ کی کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ مزید برآں ان مطاعن کے تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں جن کا سیدنا عثمان غنی کی طرف غلط انتساب کیا گیا ہے۔ عنقریب یہ حصہ بھی سُوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ شائع ہونے والا ہے۔

حدیث ثقلین

اس کے ساتھ ہی فاضل مصنف کی دوسری تصنیف حدیث ثقلین کا دوسرا ایڈیشن اب آفسٹ طباعت پر شائع کیا جا رہا ہے۔ حدیث توکت فیکہ الثقلین... کی تحقیقی تشریح ہے۔ یہ ان لوگوں کی عجمی سازش کو بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش ہے جو سنت کے بالمقابل امامت کو مرکز قرار دیتے ہیں اور اس حدیث کو خلافت بلائیں میں بطور استدلال پیش کرتے ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا کہ تشریح اسلامی کا مرکز و محور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

